تنویر البرہان

لدفع

ظلمات قرن الشیطان

علامہ ابوالحسّان حکیم محمّد رمضان علی قادری قریشی

پبلشرز:- حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ

۶۸-۶۷ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک نمبر ۷/۸ کراچی

شرکتہ قادریہ، سنجھورو سندھ۔ پوسٹ کوڈ ۶۸۲۲۰

e.mail: arfeen @ cyber.net.pk

تَنوِیرُ البُرھَان

لدفع

ظلمات قرن الشیطان

حصّہ دوم

علامہ ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی قادری قریشی

پبلشرز:۔ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ

(۱) ۶۸-۶۷، اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک نمبر ۷/۸ کراچی

(۲) شرکتہ قادریہ۔ سنجھورو سندھ۔ پوسٹ کوڈ ۶۸۲۲۰

نام کتاب	تنویر البرہان۔ حصہ دوم
مصنف	علامہ ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی قادری قریشی
بہ حسب فرمائش	حضرت شاہ محمد افضل (افضل سرکار) قادری چشتی (صابری نظامی) قلندری مدظلہ العالی مخزن فیوض و برکات بیگم راشدہ صدیقی رابعہ ثانی مدظلہا العالیہ
طابع و ناشر	حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ ' ۶۸۔ ۶۷۔ اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی بلاک نمبر ۷/۸ کراچی ع ۸
طبع	اوّل
تعداد	۱۰۰۰
تاریخ اشاعت	دسمبر ۱۹۹۸ء مطابق رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ
مطبع	الافضل گرافکس ۱۶۶/ایم اے جناح روڈ۔ کراچی، فون: ۲۶۲۹۹۰۵
قیمت	

نذر بحضور

حامی شریعت' پیر طریقت' ماحی شرک و بدعت

حضرت قبلہ شاہ محمد افضل (افضل سرکار) مدظلہ العالی قادری' چشتی' (صابری نظامی) قلندری رحمۃ اللہ علیہ

گر قبول افتد زہے عز و شرف

الفقیر الی الرحمان ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی قادری قریشی۔ غفرلہ

سنجھورو سندھ

پوسٹ کوڈ۔ ۶۸۲۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسُولہِ الکریم

ابتدائیہ

اس وقت فقیر کے پیش نظر ایک کتابچہ قرآنی درس توحید ہے۔ اُسے "ابوخالد" خارجی وہابی نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتابچہ دو برگزیدہ ہستیوں نمبر۱۔ حضرت قبلہ شاہ محمد افضل قادری چشتیؒ (صابری نظامی) قلندری المعروف "افضل سرکار" مدّظلہ العالی اور نمبر۲۔ حضرت محترمہ بیگم راشدہ صدیقی۔ المعروف "رابعہ ثانی" مدّظلہا العالیہ نے بغرض تحقیق ارسال فرمایا ہے۔ تاکہ فقیر قرآن مجید وحدیث شریف کی روشنی میں اس کتابچہ میں مندرجہ امور ومضامین پر گہری نظر ڈال کر صحیح صورت حال واضح کرے۔

یہ ان کی ذرہ نوازی ہے کہ انہوں نے اس فقیر **ہیچمدان** کو اس قابل سمجھا اور یہ اہم فریضہ مجھے سونپ کر اعزاز بخشا جب کہ **بمصداق۔فوق کل ذی علم علیم**۔ فقیر سے بدرجہا زیادہ صاحبان علم وفضل موجود ہیں۔

منّت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت ـــ منّت منہ کہ خدمت سلطان ہے کنی

اس کتابچہ میں سب کچھ وہی ہے جو امام الوہابیہ "ابن عبدالوہاب نجدی" کی کتاب "کتاب التوحید" اور پیشوائے وہابیہ۔ اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان" میں ہے اور ان کے پیرو دیگر وہابی اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آرہے ہیں اور ان کے جوابات علمائے حق ومشائخ اہلسنت باربار بالتفصیل بہ دلائل قاطعہ دے چکے ہیں، خرافات وہفوات نجدیہ وہابیہ کی تردید میں لاجواب کتب بہ تعداد کثیر شائع فرما چکے ہیں۔ جن کے جواب سے تمام وہابیہ ساکت وعاجز ہیں۔ تاہم یہ فرقہ ضالہ اس قدر ڈھیٹ ہے کہ ان میں سے جب کسی کی رگ وہابیت پھڑک اٹھتی ہے ان ہی

مسائل کو پھر سے دہرانے لگتا ہے۔ میدان تقریر میں بھی ان کا یہی حال ہے کہ جب بھی ان کا کوئی بڑے سے بڑا دریدہ دہن پہلوان بحث ومناظرہ کے لیے کسی عالم حق کے بالمقابل ہوا چاروں شانے چت گرا۔ تاہم ضد اور ہٹ دھرمی کا یہ عالم ہے کہ چت کیا ہوا پہلوان ہار نہیں مانتا۔ پشت کی مٹی جھاڑ کر کہتا ہے۔ آؤ' پھر سہی اور انہی گھسے پٹے مسائل کی گردان شروع کردیتا ہے۔

المیہ یہ ہے کہ نجدی وہابی "توحید" کی آڑ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے ان فضائل وکمالات کو جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں نہیں مانتے۔ ان محبوبان خدا کو کفار مشرکین کے معبودان باطل "بتوں" کے مقام میں شمار کرتے ہیں۔ ان سے توسل واستمداد کو شرک قرار دیتے ہیں۔ ان سے توسل واستمداد کرنے والے مسلمانوں کو مشرک کافر ٹھہراتے ہیں۔ کفار کی مذمت اور بتوں کی تردید میں وارد آیات قرآن انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء کرام اور مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ جو عقائد واعمال قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور ان پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین۔ تبع تابعین۔ مفسرین، محدثین، تمام علماء حق اور جملہ مسلمان عامل ہیں۔ ان عقائد واعمال کو رد کرکے کفروشرک بتاتے ہیں۔

وہابیہ اپنے مختصر سے گروہ کے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ چنانچہ دیگر وہابیہ کی طرح ابوخالد نجدی وہابی اپنے کتابچہ کے صفحہ نمبر۶ پر لکھتا ہے۔ "آپ حیران ہوں گے کہ مسلمان بھی شرک کرتے ہیں۔ جی ہاں۔ مسلمان کلمہ گو شرک کرتے ہیں اور بعض تو اشراک باللہ میں مشرکین مکہ کے کان کترلیتے ہیں۔ قرآن میں فرمایا۔ **ومایؤمن اکثرھم باللہ الاّ وھم مشرکون** (پ ۱۳ ع ۶) ترجمہ اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود شرک کرتے ہیں۔" اس خدا کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے۔"

دیکھ لیجیے کہ۔ حسب دستور خوارج ابو خالد نے کس بے باکی کے ساتھ کفار کی مذمّت میں نازل شدہ آیت کریمہ کو مسلمانوں پر چسپاں کیا ہے‘ قرآن کریم کے منشاء کے برخلاف آیت کریمہ کا مفہوم بدل کر کس چابکدستی کے ساتھ اہل ایمان مسلمانوں کو مشرکین مکہّ سے بھی بڑے مشرک ٹھہرایا ہے۔ ابو خالد نجدی وہابی نے یہ لکھ کر کہ۔ ”اِس خدا کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مومن مشرک بھی ہوتے ہیں“ خدا تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہاں فرمایا ہے کہ۔ ”مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے۔“ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا ہرگز یہ مطلب نہیں جو محرّف قرآن ابو خالد بتا رہا ہے۔ اس کی اس شیطانی حرکت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نجدی وہابی اپنے باطل نظریات کو صحیح باور کرانے اور مسلمانوں کو زبردستی مشرک کافر ٹھہرانے کی خاطر کس بے حیائی سے تحریف قرآن کرتے ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کی ایسی بہت سی مذموم حرکتیں سامنے آئیں گی۔ سردست فقیر چند معتبر بلند پایہ تفسیروں کی عبارتیں پیش خدمت کردیتا ہے تاکہ اس آیت مبارکہ کا صحیح مطلب واضح ہوجائے۔

ومایؤمن اکثرھم باللّٰہ اِلاّ وھم مشرکون اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیت مشرکین کے رد میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی خالقیت و رزاقیت کا اقرار کرنے کے ساتھ بت پرستی کرکے غیروں کو اس کی عبادت میں شریک کرتے تھے۔“ (خزائن العرفان)

تفسیر خازن۔ **ومایؤمن اکثرھم باللّٰہ اِلاّ وھم مشرکون۔ فکان من ایمانھم اذا سئلوا من خلق السموت والارض قالوا اللّٰہ واذا قیل لھم من ینزل المطر قالوا اللّٰہ ثم مع ذالک یعبدون الاصنام ویشرکون وعن ابن عباس انہ قال انھا نزلت فی تلبیتہ المشرکین من العرب کانوا یقولون فی تلبیتھم لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الاشریک ھولک تملکہ وماملک۔** مشرکین کے ایمان کی یہ حالت

تھی کہ جب ان سے پوچھا جاتا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ وہ کہتے ”اللہ نے“ اور جب ان سے کہا جاتا۔ بارش کون اتارتا ہے؟ وہ کہتے ”اللہ“ اور پھر اس کے ساتھ ہی بتوں کی عبادت کرتے اور شرک کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ بلاشبہ یہ آیت مشرکین عرب کے تلبیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے۔ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر تیرا ایک شریک کہ تو اس کا اور اس کی ملک کا مالک ہے۔“ ایک شریک سے مراد ایک قسم کا شریک ہے۔ اس سے وہ اپنے سارے بت مراد لیتے تھے۔ مشرکین یہ بطور تلبیہ کہتے ہوئے طواف کعبہ کرتے تھے۔

تفسیر بیضاوی۔ **وما یؤمن اکثرھم باللہ فی اقرارھم بوجودہٖ و خالقیتہ الاوھم مشرکون بعبادۃ غیرہ۔** اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ کے وجود اور اس کی خالقیت کا اقرار کرتے ہوئے ایمان نہیں لاتے مگر اس طرح کہ وہ غیر خدا کو اس کی عبادت میں شریک کرتے ہیں۔“

تفسیر جلالین۔ **ومایؤمن اکثرھم باللہ حیث یقرون بانہ‘ الخالق الرازق۔ الاوھم مشرکون۔ بہ بعبادۃ الاصنام ولذا کانوا یقولون فی تلبیتھم لبیک لاشریک لک الاشریکا ھولک تملکہ وما مالک یعنونھا۔** اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خالق رازق ہونے کا اقرار کرتے ہوئے بھی اس پر ایمان نہیں لاتے مگر اس طرح کہ بتوں کی عبادت کرکے شرک کرتے ہیں اور اسی لیے وہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے **لبیک لاشریک لک الاشریکا ھولک تملکہ وما ملک** اس سے وہ بتُوں کو مراد لیتے تھے۔“

تفسیر جامع البیان۔ **وما یؤمن اکثرھم باللہ فی الاقرار بخالقیتہ الاوھم مشرکون بعبادتھم غیرہ انّھم اذا قیل لھم من خلق السّمٰوٰتِ والارضِ قالوا ”اللّٰہ“ وھم یشرکون بہ۔**“ اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ کی خالقیت کے اقرار

میں اس پر ایمان نہیں لاتے مگر اس طرح کہ غیر خدا کی عبادت کرتے ہوئے مشرک ہیں جب ان سے کہا جائے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کہتے۔ "اللہ نے" اور وہ اس کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتے ہیں۔"

تفسیر کمالین **وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ ولذالک کانوایقولون فی تلبیتھم للحج عندالطواف لبیک اللھم لبیک لا شریک لک الا شریکا ھولک تملکہ ای الذی ملک' الشریک۔ رواہ مسلم یعنونھاای الاصنام۔**" اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔ اور اسی لیے حج کے لیے طواف کرتے ہوئے اپنے تلبیہ میں کہتے تھے۔ **لبیک اللھم لبیک لا شریک لک الا شریکا ھولک تملکہ ای الذی ملکہ الشریک** اس کو مسلم نے روایت کیا۔ اللہ کے شریک سے بتوں کو مراد لیتے تھے۔" علمائے حق مفسرین عظام علیھم الرحمتہ کی تفسیروں سے بخوبی واضح ہوا کہ یہ آیت مبارکہ بت پرست کفار مشرکین کی تردید میں نازل ہوئی ہے مگر ابو خالد نجدی وہابی لکھتا ہے۔" اس خدا کے فرمان سے معلوم ہوا کہ مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے۔" ابو خالد نجدی نے آیت مبارکہ کے معنی اور مطلب کو بگاڑ کر بت پرست مشرکین کے بجائے مومن مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا ہے۔ منشاء قرآن کے برخلاف لکھ کر اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ خدا تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہرگز نہیں فرمایا کہ۔ "مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے۔" کوئی مومن مشرک نہیں ہو سکتا۔ کوئی بھی مسلمان بتوں کی پوجا نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو خدا کی خدائی میں شریک ٹھہراتا ہے اور اس پر سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہ ہیں کہ حضور **صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مشرک نہیں ہوں گے۔**

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام منبر پر تشریف فرما ہوئے **فقال انی بین ایدیکم فرط وانا علیکم شھید و ان موعدکم**

الحوض وانی لانظرالیہ و انا فی مقامی ھذا و انی قداعطیت مفاتیح خزائن الارض وانی لست اخشی علیکم ان تشرکو ابعدی ولا کنی اخشی علیکم الدنیا ان تنافسوا فیھا و زاد بعضھم فتقتتلوا فتھلکوا کما ھلک من کان قبلکم فرمایا میں تمہارے آگے پیشرو ہوں (کہ تمہارے لیے آرام و آسائش کا سامان کروں) اور تمہارا نگران اور گواہ ہوں (میں تمہارے ایمان' اعمال' قلبی حالات کا علیم و خبیر ہوں' نگران ہوں مجھے ہر شخص کے ایمان اور درجہ ایمان کی ہروقت خبر ہے) اور تمہارے وعدہ کی جگہ حوض (کوثر) ہے (جہاں تم سے میری خصوصی ملاقات ہوگی اور میں تمہارے لئے شفاعت کروں گا) اور میں اس (حوض کوثر) کو اس جگہ (مقام) سے دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کردی گئیں (مجھے تمام خزائن الارض کا مالک ومختار بنادیا گیا ہے) میں تم پر یہ خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد شرک کروگے لیکن میں تم پر دنیا کا خوف کرتا ہوں کہ تم اس میں رغبت کرجاؤ اور بعض (راویوں) نے یہ زیادہ کیا کہ پھر تم آپس میں جنگ کرو تو اس طرح ہلاک ہو جاؤ جیسے تم سے پہلے والے ہلاک ہوگئے۔ (مشکواۃ) ثابت ہوا کہ مومن ہرگز مشرک نہیں ہوتے لیکن وہابیہ کا ہزماسٹرز وائس ابو خالد نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو رد کرتا ہے اور لکھتا ہے۔ "مومن مشرک بھی ہوتے ہیں اور ان کی اکثریت ہے۔" یعنی **سفھاء الاحلام** وہابیوں کے سوا سارے مسلمان مشرک ہیں۔ اس لیے کہ یہ فرزندان توحید۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق' انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل واستمداد کرتے ہیں' ان محبوبان خدا کو شفیع اور مددگار جانتے اور مانتے ہیں لیکن نجدی وہابی تعلیمات قرآن وحدیث کو نہیں مانتے' ارشادات خدا و رسول خدا کو ٹھکرا کر توسل واستمداد کو شرک صریح قرار دیتے ہیں اور توسل واستمداد پر عامل مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔ منکرین وہابیہ کو قرآن و

حدیث میں شرک سجھائی دیتا ہے۔ **مثلاً**" مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو امور بیان فرمائے ہیں یہ سب امور وہابیہ کے نزدیک کفروشرک میں داخل ہیں۔ نعوذباللہ من ذالک۔

ابوخالدنجدی وہابی کا کتابچہ۔ "قرآنی درس توحید" از اول تا آخر اسی طرح کی تحریف قرآن وحدیث اور دجل وفریب پر مشتمل ہے اور فقیرنے **بعونہ تعالیٰ ثم بعون رسولہِ الاعلیٰ علیہ التحیتہ و الثناء**۔ ابوخالدنجدی وہابی کے دجل و تلبیس کا پردہ بدلائل قاہرہ چاک کردیا ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں اہم مسائل کی وضاحت کردی ہے۔ جس سے وہابیہ کے تمامتر ہفوات و خرافات اور باطل نظریات کی مکمل تردید ہوجاتی ہے۔ **فالحمد للہ علیٰ ذالک والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہِ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین**

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کے صدقے میں فقیر کی اس سعی حقیر کو شرف قبولیت بخشے۔ مسلمانوں کے لیے نافع اور فقیر کے لیے ذریعہ نجات بنادے۔ آمین۔

الفقیر الی الرحمٰن ابوالحسان حکیم محمد رمضان علی قادری قریشی۔ غفرلہ
سنجھورو سندھ

مورخہ ۸/ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھجری بمطابق ۱۹/ دسمبر ۱۹۹۶ء

گروہ وہابیہ کا مختصر تعارف

جب خوارج الاصل نجدیہ وہابیہ کے اسلام دشمن تاریخی کردار کی وضاحت کی جاتی ہے اور ان کے مذموم عقائد کی تردید کی جاتی ہے تو یہ چالاک اور فریب کار شور مچاتے ہیں کہ دیکھو جی، یہ سنی مولوی ہمیں برا بھلا کہہ کر فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، مسلمانوں میں انتشار برپا کررہے ہیں اور ان کی اصلیت سے ناواقف مسلمان ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں۔ ان کو کس لیے برا کہتے ہو، کیا یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں؟ یہ قرآن کے حافظ ہیں، قاری ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ صورت حال صرف اس لیے ہے کہ ایسا کہنے والے نہیں جانتے کہ اصل فساد کی جڑ خود نجدی وہابی ہیں جو "توحید" کی آڑ میں محبوبان خدا انبیاء **علیہم الصلوۃ** والسلام اور اولیاء اللہ کے خداداد فضائل وکمالات۔ علوم وتصرفات اور ان کے فیوض وبرکات کے منکر ہیں۔ حبیب کبریاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تنقیص وتوہین کے مرتکب ہیں اور اس کے باوجود صرف خود کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ اپنے علاوہ تمام اہل اسلام کو مشرک ٹھہراتے ہیں۔ اپنے خانہ ساز اصولوں کی بناء پر جو امور قرآن وحدیث سے **بالصراحت ثابت** ہیں ان امور کو علی الاعلان شرک قرار دیتے ہیں۔ ان کے بے اصل فتوؤں کی زد سے علماء کرام، اولیاء عظام، مفسرین، محدثین، آئمہ مجتہدین حتیٰ کہ صحابہ کرام تک سب مسلمان مشرک قرار پاتے ہیں۔ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک ان کے گندے غلیظ فتوؤں نے امت مسلمہ میں فتنہ وفساد برپا کررکھا ہے۔ اگر یہ نجدی وہابی اپنی ان مذموم حرکتوں سے باز آجائیں۔ انبیاء واولیاء کی تنقیص وتوہین سے بھرپور کتابوں کی نشرواشاعت نہ کریں۔ مسلمانوں کی دل آزاری کرنا چھوڑدیں۔ تو کوئی بھی جھگڑا باقی نہ رہے۔ فساد کی اصل وجہ یہی ہے کہ یہ نجدی وہابی اپنی ہٹ دھرمی

نہیں چھوڑتے۔ جب یہ ملحد بے دین لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے تو علماء حق اظہار حق سے کیونکر باز رہ سکتے ہیں؟ جب یہ لوگ عقائد باطلہ کی نشرواشاعت میں سرگرم ہیں تو علماء حق کو بھی لامحالہ ان کی تردید و تغلیط کرنا پڑتی ہے۔ جو کہ ان کا فرض منصبی ہے۔

وہابیوں کی مکمل تاریخ سے واقفیت کے لیے فقیر کی تالیف "مکمل تاریخ وہابیہ" کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس کتاب میں ان کی ابتداء سے لے کر دور حاضر تک ان کا اسلام دشمن تاریخی کردار مکمل ثبوت کے ساتھ درج ہے اور ان کے مخالف اسلام عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کی تردید اور ان کے گمراہ کن ہتھکنڈوں کی تفصیل فقیر کی تصنیف "تنویر الایمان" ہر دو حصہ اور "گورکھ دھندا" میں موجود ہے۔ تاہم اس مقام پر بھی۔

خوارج الاصل نجدی وہابیوں کی اصل حقیقت

مختصرا" بیان کردی جاتی ہے تاکہ ناواقف مسلمان ان مسلم نما دشمنان اسلام کی اصلیت سے واقف ہوکر ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آجائیں' ان سے دور رہ کر گمراہی سے بچ جائیں۔ اپنا دین وایمان سلامت رکھ سکیں۔ واضح رہے کہ گروہ وہابیہ کا سلسلہ نسب معنوی اس منافق "ہرقوص بن زہیر" گستاخ رسول سے ہے جس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا بدترین مظاہرہ کیا تھا۔ جس کا ذکر احادیث میں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام یمن سے آیا ہوا مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے۔ **فجاء رجل کث اللحیہ مشرف الوجنیتن غائرالعینین ناتئی الجبین محلوق الراس فقال اتق اللہ یامحمد قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یطع اللہ ان عصیتہ ایامننی علی اہل الارض ولا تامنونی قال ثم ادبرالرجل فاستاذن رجل من القوم قتلہ یرون انہ خالد بن الولید فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من صنضئی ھذا قوما یقرون القرآن لایجاوز حناجرھم یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان یمرقون من الاسلام کمایمرق السھم من الرمیتہ** (صحیح مسلم جلد اول صفحہ نمبر ۲۴۰) پس ایک شخص آیا الجھی ہوئی گھنی داڑھی والا بلند رخساروں' دھنسی ہوئی آنکھوں والا' پیشانی ابھری ہوئی۔ استرے سے سرمنڈا ہوا۔ اس نے کہا۔ اے محمد۔ اللہ سے ڈر (یعنی مال غنیمت تقسیم کرنے میں بے انصافی نہ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں تو اور کون اللہ کی فرماں برداری کرے گا؟ اللہ تو مجھے زمین والوں پر امین بناتا ہے آپ تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ پھرجب وہ شخص پیٹھ پھیر کر مڑا (یعنی واپس جانے لگا) تو جماعت میں سے ایک

آدمی غالبا" خالد بن ولید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کو قتل کردینے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی اصل سے ایک ایسی قوم نکلنے والی ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہیں کریں گے اور وہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ (شکار) سے پار نکل جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے۔ **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعہ فانَّ لہ اصحابا یحقر احدکم صلوٰتہ مع صلوٰتھم وصیامہ مع صیامھم یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کمایمرق السھم من الرمیۃ ینظر الیٰ نصلہ الی رصافہ الیٰ نضتہ وھو قدحہٗ الیٰ قذذہ فلایوجد فیہ شیٌ قد سبق الفرث والدم۔ الحدیث** (مسلم جلد اول صفحہ ۳۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس (معترض) کو جانے دو یعنی اس کو قتل نہ کرو پس **یقیناً** اس کے ایسے ساتھی پیدا ہونے ہیں جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر جانوگے اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھوگے (یعنی اس کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی جن کی ظاہری نمازیں اور جن کے ظاہری روزے تمہاری نمازوں اور روزوں سے زیادہ خوش نما ہوں گے وہ بڑے نمازی اور روزہ دار ہوں گے مگر دین سے خارج۔ حضور کے سخت گستاخ اور بدگو) وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا (شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ محدث قاضی عیاض علیہ الرحمتہ نے اس کے دو معنے بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے دل تعلیمات قرآن کو سمجھ نہیں سکیں گے اور تلاوت قرآن سے کچھ نفع حاصل نہیں کریں گے اور **حلق**، **حنجرہ** اور منہ سے ادائیگی حروف تقطیع وتلاوت کے سوائے قرآن سے ان کے لیے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ ان کا کوئی عمل اور تلاوت قرآن بارگاہ الٰہی میں نہ پہنچے گا

اور نہ قبول کیا جائے گا) دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ اس کی نوک، اس کے پر اس کی لکڑی، اس کے پیچھے کو دیکھو تو اس میں کچھ نہیں پایا جاتا حالانکہ وہ گوبر اور خون میں سے گزرا ہے (مقصد یہ ہے کہ جس طرح تیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ شکار جانور کے سارے اجزاء میں سے ہوکر گزرتا ہے اور جسم سے پار نکل جاتا ہے مگر خود اس کے خون وغیرہ سے آلودہ نہیں ہوتا ایسے ہی وہ لوگ اسلام میں آکر اسلام سے نکل جائیں گے مگر ان میں اسلام کا کوئی اثر نہیں ہوگا جیسا کہ مشاہدہ میں آرہا ہے ان میں حافظ قرآن اور قاری بھی ہیں، مولوی بھی ہیں، عبادت گزار بھی لیکن انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے سخت بے ادب گستاخ ہیں ابوالوہابیہ تمیمی حرقوص بن زہیر کی طرح محبوب خدا **محمد** مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار بھی کرتے ہیں اور ان کی شان اقدس میں تنقیصُ توہین کے مرتکب بھی ہیں توحید کی آڑ میں ان کے خداداد فضائل وکمالات کے منکر ہیں۔ **شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اشعتہ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔** "اس حدیث سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے۔" اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک **شخص** آیا دھنسی ہوئی آنکھیں ابھری پیشانی گھنی داڑھی اونچی کنپٹیوں والا سرمنڈا ہوا۔ **صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۶۲۳** پر اس گستاخ رسول کے مندرجہ بالا حلیہ کے ساتھ "**مشمر الازار**" بھی وارد ہے یعنی اس معترض نے تہبند کھینچ کر باندھ رکھا تھا۔" اب بھی خوارج الاصل وہابیہ کی **عموما**" داڑھی لمبی، سرمنڈا ہوا، پیشانی پر سجدہ کے داغ گھٹنے پائجامے یا اونچے تہبند ہوتے ہیں خوارج کی یہ علامات دوسری روایات میں آئی ہیں اہلسنت کو چاہیے کہ داڑھی ایک مشت سے زیادہ نہ رکھیں، سرمنڈانے کی عادت نہ ڈالیں ان لوگوں کی علامات سے بچیں حج کے سوا کبھی سر نہ منڈائیں کفار کی مشابہت سے بچیں۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے سیماھم التحالق (مسلم جلد اول ص ۳۴۲) استرے

سے سرمنڈانا ان کی خاص علامت ہے شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز شرح مشکوۃ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۶۱ میں ان علامات کے تحت حاشیہ پر مرقوم ہے۔ "ایں حلیہ دلالت دارد بر شرارت وجہالت وقساوت قلب وہمہ خوارج بہمچنیں بودند۔" یہ حلیہ شرارت وجہالت اور قساوت قلب پر دلالت کرتا ہے اور سارے خارجی ایسے ہی ہوتے ہیں۔" سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی پہچان کے لیے یہ علامت بھی ارشاد فرمائی۔ **یتلون کتاب اللہ رطبا" لاتجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ** (بخاری جلد دوم ص ۶۲۳ - ۶۲۴) **اور صحیح مسلم جلد اول ص ۳۴۲ میں ہے یتلون کتاب اللہ لینا" رطبا"** (الحدیث) اس کے تحت حضرت امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں **ومعناہ سھلا" لکثرۃ حفظتھم وقیل لیّا" ای یلوون السنتھم بہ ای یحرّفون معانیہ وتاویلہ۔ یعنی** حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کو آسانی سے پڑھ لیں گے اور کثرت سے حافظ قرآن ہوں گے نیز یہ معنٰے بھی بیان کیے گئے ہیں کہ یہ لوگ قرآن کے معنوں اور تاویل میں تحریف کریں گے اور غلط مطلب نکالیں گے۔ اس کی تشریح وتصدیق اس روایت سے ہوجاتی ہے۔ **کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الیٰ آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین** (صحیح بخاری ص ۱۰۲۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے زیادہ برا جانتے تھے اور فرماتے تھے یہ لوگ ان آیات قرآن کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **تکون بعدی ائمۃ لایھتدون بھدای ولا یستنون بسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس** (صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۷) میرے بعد ایسے پیشوا پیدا ہوں گے جو میری ہدایت سے ہدایت نہ پائیں گے اور نہ میرے طریقہ پر چلیں گے ان میں ایسے

لوگ کھڑے ہوجائیں گے جن کے دل شیاطین کے دل ہوں گے انسانی لباس میں۔"

نیز فرمایا۔ **دعاۃ علیٰ ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا** دوزخ کے دروازوں پر بلانے والے جو دوزخ کی طرف لے جانے والی ان کی باتیں مانے گا اسے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ (یعنی ایسے پیشوا جو لوگوں کو ہدایت کے لباس میں گمراہی دیں گے' خیر دکھا کر شر دکھائیں گے' توحید کی آڑ میں گستاخی رسول کی تعلیم دیں گے' شربت ظاہر کرکے زہر پلائیں گے' یہ لوگ دوزخ میں بھیجنے کا سبب ہوں گے۔" حضرت حذیفہ بن الیمان نے عرض کی یا رسول اللہ **صفھم لنا** یا رسول اللہ آپ ہمیں ان کی پہچان بتادیں۔" فرمایا۔ **نعم۔ ھم قوم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا** (صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۲۷۔ صحیح بخاری جلد اول ص ۵۰۹) ہاں۔ وہ ہمارے گروہ (مسلمانوں میں) سے ہوں گے اور ہماری زبان میں کلام کریں گے۔"

نیز فرمایا۔ **یخرج فی اخرالزمان رجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان السنتھم احلی من السکر وقلوبھم قلوب الذئاب۔** الحدیث (ترمذی جلد دوم ص ۶۳) آخر زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانے دنیا کمائیں گے (دنیا کو دین کے ذریعہ دھوکہ دیں گے) لوگوں کے سامنے بھیڑوں کی کھال پہنیں گے (خود کو صلح پسند اور خوش اخلاق ظاہر کریں گے تاکہ لوگ انہیں پاکباز اور خدا رسیدہ سمجھیں) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی (حالانکہ) ان کے دل بھیڑیوں کے سے (خونخوار) ہوں گے۔" یعنی دھوکہ سے جھپٹ کر لوگوں کے دین وایمان کو لوٹنے والے ہوں گے اور واقعات شاہد ہیں کہ یہ تمام باتیں سارے وہابیوں میں بہ تمام و کمال موجود ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا۔ **لایزالون یخرجون حتّٰی یخرج آخرھم مع الدجال فاذا لقیتموھم ھم شرالخلق والخلیقۃ۔** یہ نکلتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کی آخری جماعت دجال کے ساتھ ہوگی اگر تم ان سے ملو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت میں بدتر

ہیں۔" نیز حضور انور نے مسلمانوں کو تاکیدا" فرمایا **ایاکم وایاھم** ان لوگوں کو اپنے قریب نہ آنے دو اور نہ تم ان کے قریب جاؤ۔ انہیں خود سے دور رکھنا اور خود بھی ان سے دور رہنا تاکہ تم ان کی گمراہیوں سے بچے رہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ فتنہ خوارج نے اسلام اور مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اتنا کفار نے نہیں پہنچایا۔ انہوں نے سب سے پہلے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا **الصلوٰۃ** والسلام میں انتشار وافتراق کا بیج بوکر مسلمانوں میں جنگ وجدال کی آگ بھڑکائی' انہی کی مذموم سازشوں کے نتیجہ میں حضرت امیرالمومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ ان ہی لوگوں نے حضرت امیرالمومنین علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (نعوذباللہ) کافر قرار دے کر واجب القتل ٹھہرایا ان ہی لوگوں نے علی الاعلان مسلمانوں کے خلاف تلوار بلند کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہ اور مسلمانان امت کے خلاف صف آرا ہوکر جنگ کی اور مجاہدین اسلام صحابہ کرام علیہم الرضوان و شیرخدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں پانچ ہزار کی تعداد میں مقتول ہوکر جہنم رسید ہوئے۔ چونکہ یہ لوگ حضرت امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل تھے۔ اپنی گرفتاری اور قصاص سے بچنے کی خاطر حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان قاتلان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے معاملہ پر اجتہادی اختلاف کو اس طریقے سے اچھالا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دونوں پاکباز گروہ چارونا چار آپس میں ٹکرا گئے۔ جب صلح کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اپنی طرف سے حَکَم یعنی پنچ مقرر کیے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا "حَکَم" مقرر کیا اور حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمروبن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو ان خارجیوں نے کہا۔ علی اور معاویہ دونوں مشرک ہوگئے کیونکہ انہوں نے

اللہ کے سوا اوروں کو حَکَم مان لیا اور پھر دس ہزار کی جمیعت سے عَلَمِ بغاوت بلند کرکے حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ کے لیے صف آرا ہوگئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فہمایش کی اجازت چاہی اور ان کے حکم سے خوارج کے پاس گئے اور پوچھا۔ امیرالمومنین کی کون سی بات تم کو پسند نہیں آئی؟ انہوں نے کہا۔ واقعہ **صفین** میں علی نے ابوموسیٰ اشعری کو حَکَم بنایا یہ شرک ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ** حکم نہیں مگر اللہ کے لیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اسی قرآن میں یہ آیت بھی تو ہے **فابعثوا حکما" مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا**۔ زن و شوہر میں خصومت ہو جائے تو ایک حَکَم اس کی طرف سے بھیجو اور ایک حَکَم اس کی طرف سے اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کردے گا۔" (دیکھو وہی طریقہ استدلال ہے جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب و امداد و غیرھا میں ذاتی و عطائی کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعوائے ایمان اور اثبات کی آیتوں سے انکار)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب کو سن کر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہوگئے اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کی اور ذوالفقار حیدری سے جہنم واصل ہوگئے۔ ان کے چند آدمی بچے جن کی ذریت آج وہابیوں کی شکل میں امت مسلمہ کے لیے وبال بنی ہوئی ہے۔ خوارج کے قتل ہوجانے پر کسی نے کہا حمد ہے اسے جس نے ان خوارج کی نجاست سے زمین کو پاک کیا حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہوگئے؟ ہرگز نہیں ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں کچھ باپ کی پیٹھ میں جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوجائے گا دوسرا سر اٹھائے گا۔ **حتی یخرج آخرھم مع الدجال** یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔"

اگرچہ حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خداداد شجاعت وقوت
سے خوارج کو درہم برہم کرکے رکھ دیا تھا۔ تاہم ان کی زیرزمین سرگرمیاں جاری
رہیں اور بالآخر آپ نے بدبخت ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں مسجد میں جام شہادت
نوش فرمایا۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

اس کے بعد یہی خوارج مختلف ناموں سے مختلف صورتوں اور شکلوں میں ہر
زمانے میں موجود رہے ہیں کبھی زیرزمین رہ کر اور کبھی علی الاعلان حتیٰ کہ مختلف
زمانوں میں روپ بہروپ بدلتے ہوئے ابتدائے تیرہویں صدی ہجری میں سرزمین نجد
سے ابن عبدالوہاب نجدی کے ذریعہ جماعت وہابیہ کی صورت میں یہ عظیم فتنہ
نمودار ہوا۔

اور وہاں سے پھیل کر دوسرے علاقوں میں پہنچا۔ برصغیر پاک وہند میں
سیداحمد رائے بریلوی اور محمد اسماعیل دہلوی کے ذریعہ فتنہ وہابیہ کو فروغ ہوا اور پھر
بعد میں یہاں کے وہابی مختلف ناموں سے مختلف گروہوں میں منقسم ہوگئے جو تاحال
دونوں ممالک پاکستان اور ہندوستان میں سرگرم عمل ہیں۔ مذہب وہابیہ کی تمام تر
بنیاد تحریف قرآن وحدیث اور دھوکہ و فریب پر قائم ہے یہ لوگ قرآن وحدیث کا نام
لے کر قرآن وحدیث کے خلاف راہ دکھاتے ہیں' اسلام کی دعوت دے کر گمراہی کی
طرف لے جاتے ہیں ان کا مذہب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کے
خلاف ہے۔ جو امور قرآن وحدیث سے بالوضاحت ثابت ہیں' جن امور پر صحابہ
کرام علیہم الرضوان' تابعین' تبع تابعین سے لے کر آج تک مفسرین' محدثین'
علمائے حق اور اولیاء امت کا اجماع ہے اور ان امور پر عمل پیرا ہیں یہ وہابی ان
امور کو شرک وکفر قرار دے کر ان سب کو مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔ ان کے اس
طرز عمل سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے مُسلَّمہ راستہ سے ہٹے ہوئے
ہیں۔ اُمتِ مُسلِمہ سے کٹے ہوئے ہیں۔ پس وہابیہ کے تمام گروہوں پر قرآن کریم کا

فیصلہ ناطق ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ **وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ
الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا** (پ ۵
ع ۱۴) اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور
مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے
دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔" فرمان الٰہی سے ثابت ہوا
کہ طریق مسلمین ہی صراط مستقیم ہے۔ اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔ **اتبعوا السواد الاعظم فانہ' مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی
النَّار** (مشکوۃ باب الاعتصام) سواد اعظم کی اتباع کرو (امت کی بڑی جماعت کے
ساتھ رہو) بلاشبہ جو سواداعظم سے علیحدہ ہوا وہ الگ ہی آگ (جہنم) میں جائے
گا۔" **وما علینا الا البلاغ۔ وسلام علی من اتبع الھدی**

وہابیوں کے ایک سوال کی دس شکلوں کا جواب

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی۔ جہل مرکب میں گرفتار۔ نشہ توحید شیطانی میں سرشار ابو خالد نجدی وہابی نے اپنے خرافات واہیہ سے بھرپور کتابچہ کا آغاز یوں کیا ہے۔

"ایک سوال کی دس شکلیں"

کیا خدا کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟

اکثر مذہبی حلقوں میں یہ سوال کہ آیا خدا کے سوا (غیر اللہ) مشکل حل کر سکتا ہے؟ یا صرف خدا ہی اس پر قادر ہے' بڑے زور شور سے اچھالا جاتا ہے مگر فریقین میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہوپاتا۔ ایک ذی شعور انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے تو وہ اس سوال کو مختلف پہلوؤں سے جانچتا اور پرکھتا ہے کہ کس طرح خدا کے سوا اور کوئی ہستی مشکل کشائی کر سکتی ہے۔ اس سوال کی دس مختلف صورتیں ہیں۔

ایک شخص کو کسی مشکل کا سامنا ہے وہ چاہتا ہے کہ میری مشکل دور ہو وہ اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کو پکارنا چاہتا ہے جو اس کی مشکل دور کردے۔ اب......

(۱) اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کر سکتی ہے تو بتائیے کہ سائل اور مشکل کشا کے درمیان ہزاروں میل کی دوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سن سکتا ہے؟

(۲) بالفرض یہ ثابت ہوجائے کہ وہ اتنے فاصلے پر آواز سن سکتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں **مثلاً** "سرائیکی والا سرائیکی میں مشکل پیش کرے گا' اسی طرح جرمن جرمنی زبان میں' انگریز انگریزی زبان میں

اور پٹھان پشتو زبان میں آواز دے گا۔

(۳) اگر یہ بات بھی ثابت کردی جائے کہ وہ ہستی ہر زبان سے واقف ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک لمحہ میں سینکڑوں یا ہزاروں لوگ اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ ان سب کی مشکلات اسی لمحہ سن اور سمجھ لے گا یا اس کے لیے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی؟

(۴) کیا اس ہستی کو کبھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے اگر کبھی نیند آتی ہے تو پھر ہمارے پاس ایک لسٹ ہونی چاہیے کہ کب اس کو نیند آتی ہے اور کب وہ جاگ رہا ہوتا ہے تاکہ ہم اپنی مشکل صرف اسی وقت پیش کریں جبکہ وہ سونہ رہا ہو یا وہ نیند میں بھی سنتا ہے؟

(۵) ایک شخص بولنے سے قاصر ہے وہ ایسی مشکل میں مبتلا ہے کہ اس کا گلا بند ہوچکا ہے اگر وہ دل ہی دل میں اپنی مشکل پیش کرے تو کیا وہ اس کی دلی فریاد بھی سن لے گا؟

(۶) انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک چھوٹی بڑی تمام مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کر سکتا ہے تو پھر غیر کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر غیر ان تمام مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟

(۷) اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا ہے کہ کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا خدا نے اٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات کسی غیر کو دے رکھے ہوں ایسی صورت میں تو ہمارے پاس یہ فہرست ہونی چاہیے کہ کونسی مشکلات خدا تعالیٰ حل کرنے پر قادر ہے اور کونسی مشکلات غیر حل کرسکتا ہے تاکہ سائل اپنی مشکل اسی کے سامنے پیش کرسکے جو اس کے حل کرنے پر قادر ہو؟

(۸) کیا خدا کے سوا جو ہستی مشکل نکال سکتی ہے وہ مشکل ڈال بھی سکتی ہے یا اس کی ڈیوٹی صرف حل کرنے پر ہے؟ اگر وہ مشکل حل کرسکتی ہے تو پھر ڈالنے والا کون ہے؟

(۹) بالاخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ خدا تعالیٰ مشکلات ڈالنے والا ہے اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا بالفرض ایک ہستی مشکل ڈالنے پر مصر ہو اور دوسری مشکل حل کرنے پر تو دونوں میں سے کونسی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے لیگی؟

(۱۰) کسی بھی برگزیدہ یا گناہ گار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی بخشش کے لیے اللہ کو آواز دی جائے یا مشکل کشا کو؟

ابو خالد نجدی وہابی کے تحریر کردہ ان دس سوالات کے علاوہ منکرین وہابی اس طرح کے جتنے بھی مضحکہ خیز جاہلانہ سوال کیا کرتے ہیں ان سب کا جواب قرآن وحدیث میں موجود ہے مگر چونکہ ان کے گرو دیو ابلیس لعین نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے ان کے دل ودماغ پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اس لیے ان کو قرآن مجید میں ایسی آیات مبارکہ اور کتب حدیث میں وہ روایات حدیث دکھائی نہیں دیتیں جن میں انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیاء اللہ کے خداداد علوم و تصرفات اور فضائل وکمالات کا واضح بیان مذکور ہے۔ بمصداق ارشاد خداوندی۔ **لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھا اولائک کالانعام بل ھم اضل اُولٰئک ھُم الغٰفِلون** (پ ۹ ع ۱۲) وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں (یعنی حق سے اعراض کرکے آیات الٰہیہ میں تدبر کرنے سے محروم ہوگئے) اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں (راہ حق وہدایت) اور وہ کان جن سے سنتے نہیں (موعظت ونصیحت کو بگوش قبول) وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔" خود بھی گمراہ ہوگئے اور مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش میں لگتے رہتے ہیں کہ ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔

اگلے صفحات میں انشاء اللہ العزیز وہ آیات قرآن و روایات حدیث درج ہوں گی جن سے منکرین کی تمام گمراہ کن باتوں کی مکمل تردید ہوتی ہے۔ سردست۔ مندرجہ ذیل حدیث قدسی ملاحظہ ہو۔ جس میں منکرین کے سوالات کا جواب شافی موجود ہے۔ **عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی قال من عادیٰ لی وَلِیًّا فقد اٰذنتہٗ بالحرب وما تقرب اِلَیَّ عبدی بشی احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب اِلَیَّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سالنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ** الحدیث (بخاری ص ۹۶۳ جلد ۲۔ مشکوۃ کتاب الدعوات) اللہ تعالیٰ نے (اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر) فرمایا کہ۔ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں نے اس کو اعلان جنگ فرمادیا اور جن چیزوں کے ذریعہ بندہ مجھ سے قریب ہوتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ ہوجاتا ہوں جن سے وہ حملہ کرتا ہے اور اس کے وہ پاؤں ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ و دربعضے روایات۔ وفوادہ الذی یعقل بہ آمدہ ومی باشم دل وے کہ ادراک مے کند باں۔ ولسانہ الذّی یتکلم بہ وزبان وے کہ سخن مے کند باں ودر آخر ایں حدیث دربعضے روایات ایں نیز زیادہ مے کند کہ فبی یسمع پس بہ من مے شنود وبی یبصر وبہ من مے بیند۔ وبی یبطش وبہ من مے گیرد۔ وبی یمشی وبہ من میرود۔"

(اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۹۴)

اور بعض روایات میں اور میں اس کا دل بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ ادراک کرتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ بات کرتا ہے اور اس حدیث کے آخر میں بعض روایات میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں کہ پس وہ (محبوب بندہ) میرے ساتھ (میرے ذریعہ) سنتا ہے اور میرے ساتھ (میرے ذریعہ) دیکھتا ہے اور میرے ساتھ (میرے ذریعہ) پکڑتا ہے اور میرے ساتھ (میرے ذریعہ) چلتا ہے۔ "اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بری چیز سے بچنا چاہتا ہے تو میں اسے ضرور بچاتا ہوں۔ (الحدیث)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوئے۔

(۱) عبد متقوب بالنوافل میں اس کے جسم اور صورت کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہوجاتا ہے۔ یعنی "فنا فی اللہ" کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور "فنا فی اللہ" ہونے سے مراد بھی یہی ہے کہ بندہ اپنی خواہشات نفس سے اس طرح خالی ہوجائے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز تصرف کرنے والی (سننے، دیکھنے، بولنے، چلنے ادراک کرنے۔ پکڑنے والی) باقی نہ رہے۔

(۲) عبد متقوب بالنوافل صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے یعنی یہ بندہ اللہ کے نور سمع سے سنتا ہے اور اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔ نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہوجاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر کمال انسانیت کے اس مقام پر فائز ہوجاتا ہے جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔

(۳) **وماخلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون** کے معنی یہی ہیں جن کا مصداق یہ عبد مقرب ہے۔ عبادت کے معنی پامالی کے ہیں یعنی عبد مقرب اپنی انانیت اور صفات بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ ان کو فنا کردیتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں اس کے اپنی صفات عبدیت

کی بجائے صفات حق متجلّی ہوتی ہیں اور انوار صفات الٰہیہ سے وہ بندہ منوّر و مستنیر ہوجاتا ہے۔

اگر گردی تو در توحید فانی، زحق یابی بقائے جاودانی
فنا ترک ہوا را نام کردند، بقا جملہ صفاتش را شمردند

امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر جلد پنجم ص ۶۸۷ مطبوعہ مصر۔ میں فرماتے ہیں۔ **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکایتہ" عن رب العزت ماتقرب عبد الیَّ بمثل اداء ما افترضت علیہ ولا یزال یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ، کنت سمعا" وبصرا" و لسانا" و قلبا" ویدا" و رجلا" بی یسمع وبی یبصر وبی ینطق وبی یمشی و ھذا الخبر یدل علیٰ انہ لم یبق فی سمعھم نصیب لغیراللہ ولا فی بصرھم ولا فی سائر اعضائھم اذلو بقی ھناک نصیب لغیراللہ تعالیٰ لما قال انا سمعہ و بصرہ انتھی۔**

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر فرمایا: میرا بندہ میری طرف کسی چیز کے ذریعہ وہ نزدیکی حاصل نہیں کرسکتا جو ادائے فرائض کے ذریعے حاصل کرتا ہے اور نوافل کے ذریعہ وہ ہمیشہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر جب وہ میرا محبوب ہوجاتا ہے تو میں اس کے کان اور آنکھ اور زبان اور دل اور ہاتھ اور پاؤں ہوجاتا ہوں وہ مجھ سے سنتا ہے، مجھ سے دیکھتا ہے، مجھ سے بولتا ہے، اور مجھ سے چلتا ہے اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان بندگان مقربین بارگاہ ایزدی کی آنکھوں، کانوں، بلکہ تمام اعضاء میں غیراللہ کے لیے کوئی حصہ باقی نہیں رہا۔ اس لیے اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے کوئی حصہ باقی رہا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہ فرماتا کہ میں اس کی سمع اور بصر ہوجاتا ہوں۔"

حضرت امام فخرالدین رازی علیہ الرحمتہ اس عبارت کے آگے تحریر فرماتے ہیں۔ **ولهذا قال علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ' واللہ ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیۃ ولا کن بقوۃ ربانیۃ وذالک لان علیا کرم اللہ وجہہ فی ذالک الوقت انقطع نظره عن عالم الاجساد واشرقت الملائکۃ بانوار عالم الکبریاء فتقوی روحہ وتشبہ بجواهر الارواح الملکیۃ وتلالات فیہ اضواء عالم القدس والعظمۃ فلا جرم حصل لہ من القدرۃ ما قدربها علی مالم یقدرعلیہ غیره و کذالک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعا وبصرا فاذا صار نورجلال اللہ سمعالہ سمع القریب والبعید واذا صار ذالک النور بصرالہ رای القریب والبعید و اذا صار ذالک النور یدالہ قدر علی التصرف فی الصعب والسهل والبعید والقریب۔ انتهی ۱۲۔** (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۶۸۸ مطبوعہ مصر)

اور اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا تھا بلکہ ربانی قوت سے اکھاڑا تھا اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت علیؓ کی نظر عالم اجساد سے منقطع ہو چکی تھی اور مَلکی قوتوں نے حضرت علیؓ کو عالم کبریا کے نور سے چمکا دیا تھا جس کی وجہ سے ان کی روح قوی ہو کر ارواح مَلَکِیّہ کے جواہر سے مشابہ ہو گئی تھی اور اس میں عالم قدس وعظمت کے انوار چمکنے لگے تھے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل ہو گئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے **کنت لہ سمعا وبصرا** فرمایا ہے۔ جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور ونزدیک آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور ونزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو گیا تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب

چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔" (تفسیر کبیر ص ۶۸۸ ج ۵)

تفسیر روح المعانی میں علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی بغدادی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **وذکروا ان من القوم من یسمع فی اللہ وللہ وباللہ ومن اللہ جلّ وعلیٰ ولا یسمع بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کما فی الحدیث القدسی کنت۔ سمعہ الذی یسمع بہ** (تفسیر روح المعانی پ ۲۱ ص ۱۰۳)

عارفین نے ذکر کیا ہے کہ قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ میں' اللہ کے لیے' اللہ کے ساتھ' اللہ سے سنتے ہیں اور وہ سمع انسانی کے ساتھ نہیں بلکہ سمع ربانی کے ساتھ سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی **کنت سمعہ الذی یسمع بہ** میں وارد ہے۔"

استاذ المحدثین علامہ قاضی عیاض مالکی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ **النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملأ الاعلیٰ ولم یبق لہ' حجاب فتریٰ وتسمع الکل کالمشاهدۃ** (کتاب الشفاء) نفوس قدسیہ جب علائق بدنیہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو ملاءِ اعلیٰ سے مل جاتے ہیں اور ان کے لیے کوئی حجاب باقی نہیں رہ جاتا پس وہ سب کچھ اس طرح دیکھتے اور سنتے ہیں جیسے کہ سب کچھ ان کے سامنے ہے۔

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **وقد اخبرالحق تعالی انہ اذا احب عبدا کان سمعہ و بصره۔ الحدیث۔ لکن قدیجمع اللہ تعالی لمن شاء فی هذا المقام الصفات کلها وقد یعطیہ بعض الصفات علی التدریج شیئا بعدشئ** (الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۲۵) اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ جب وہ کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو وہ اس کی سمع وبصر ہو جاتا ہے۔(الحدیث) (یعنی وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی صفت وبصر کا مظہر بن جاتا ہے) اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو جنہیں وہ چاہتا ہے ان میں اپنی کل صفات (جن کا مظہر ہونا بندہ کے حق میں شرعا وعقلا ممکن ہے) جمع کر دیتا ہے اور کبھی بعض صفات عطا فرماتا ہے اور درجہ

بدرجہ تھوڑی تھوڑی صفات عطا فرماتا رہتا ہے۔" بہ نظر اختصار فقیر اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ ورنہ مفسرین ومحدثین اور فقہا وعلماء کی سینکڑوں عبارتیں اس سلسلہ میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ تمام اکابرین امت اور سارے مسلمان از روئے قرآن وحدیث اس پر متفق ہیں کہ متصرف حقیقی **حقیقتہ**" اللہ تعالیٰ ہے' اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں واجب الوجود۔ ازلی۔ ابدی۔ قائم بالذات۔ مستقل غیر متغیر۔ خالق ومالک حقیقی۔ غنی عن الغیر۔ وحدہ لاشریک لہ ہے اور محبوبان خدا۔ انبیاء واولیاء صفات الٰہی کے مَظہَر ومُظہَر ہیں۔ بہ اذن وعطائے الٰہی متصرف ہیں۔ ان میں پائی جانے والی صفات بالذات نہیں اللہ کی عطاء سے ہیں۔ حادث ہیں۔ غیر مستقل۔ متغیر ہیں۔ ہر آن بہرحال محتاج الی اللہ ہیں۔ یہی سب کچھ اس حدیث قدسی سے ثابت ہے اور قرآن وحدیث کی بہت سی آیات وروایات **صحیحہ** اس پر شاہد عادل ہیں۔ ان امور پر کامل اعتقاد ویقین رکھنا عین ایمان ہے۔ یہی اسلام ہے اور یہی توحید رحمانی ہے اور ان امور پر اعتراض کرنا۔ ان حقائق کا انکار کرنا۔ اللہ رسول پر اعتراض اور قرآن وحدیث کا انکار کرنا ہے۔ کتاب "قرآنی درس توحید" کے مرتب ابوخالد نجدی وہابی نے اپنے پیشرو وہابیہ کی نقالی کرتے ہوئے توحید کی آڑ میں جو سوالات تحریر کیے ہیں یہ سوالات براہ راست اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد ہوتے ہیں نیز ان سوالات میں جو سُوقیانہ استہزائیہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اللہ ورسول سے سوقیانہ استہزاء ہے۔ علی الاعلان قرآن وحدیث کا مذاق اڑانا ہے۔ وہابیہ کی یہ توحید' توحید شیطانی ہے۔ سراسر کفروالحاد ہے۔ **اعاذنااللہ من ذالک**

محبوبان خدا کے بارے میں ان کی دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی کی وجہ یہ ہے کہ تعلیمات قرآن وحدیث کو سمجھتے نہیں۔ انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کے گستاخ ہونے کی پاداش میں قرآن وحدیث کو سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت ان سے سلب کرلی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک

ہے۔ **یتلون کتاب اللہ رطبا لایجاوز حنا جرھم یمرقون من الدین یمرق السھم من الرمیہ** (صحیح بخاری) اور صحیح مسلم جلد اول ص ۳۴۱ میں ہے **یتلون کتاب اللہ لینا رطبا** الحدیث۔ اس کے تحت شارح مسلم شریف امام نووی فرماتے ہیں۔

"**ومعناہ سھلا لکثرۃ حفظتھم وقیل لیا ای یلوون السنتھم بہ ای یحرفون معانیہ وتاویلہ**۔" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کو آسانی سے پڑھ لیں گے اور کثرت سے حافظ قرآن ہوں گے نیز یہ معنی بھی بیان کیے گئے ہیں کہ یہ لوگ قرآن مجید کے معنوں اور تاویل میں تحریف کریں گے۔" یعنی یہ لوگ قرآن کے معنوں میں گڑبڑ کریں گے اور غلط مطلب نکالیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے۔" وہ قرآن کے قاری ہوں گے لیکن قرآن ان کی گردنوں سے نیچے نہیں اترے گا۔" (مسلم ص ۳۴۰ - ۳۴۱) شارح مسلم امام نوری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ محدث قاضی عیاض علیہ الرحمتہ نے اس کے دو معنی بیان فرمائے' ایک یہ کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے دل تعلیمات قرآن کو نہیں سمجھ سکیں گے اور تلاوت قرآن سے کچھ نفع حاصل نہیں کریں گے' حلق وحنجرہ اور منہ سے ادائیگی حروف تقطیع وتلاوت کے سوائے قرآن سے ان کے لیے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ ان کا کوئی عمل اور تلاوت قرآن بارگاہ میں نہ پہنچے گا اور نہ قبول کیا جائے گا۔" یہی وجہ ہے کہ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد وہابیہ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ لوگ انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیائے کرام کو۔ من دون اللہ۔ جانتے ہیں یعنی جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً" منقطع ہے۔ اسی لیے ان کے بارے میں گمراہ کن سوالات کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء واولیاء من دون اللہ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ مُظہَر ومَظہَر صفاتِ الٰہی ہیں' ان کے اعضاء وجوارح سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ بشری قوّت کے

بجائے۔ اللہ کے نور جلال سے سنتے' دیکھتے' بولتے' دل سے ارادہ کرتے' ہاتھ سے تصرف کرتے اور پاؤں سے چلتے ہیں تو منکرین وہابیہ سے پوچھا جائے کہ اللہ سے کون سی چیزیا کون سا مقام دور ہے؟ کون سی چیز پوشیدہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کون سی زبان نہیں جانتا؟ کیا اللہ تعالیٰ ایک ہی لمحہ میں تمام مخلوق کی فریادیں نہیں سن سکتا؟ سب کی مشکلات حل نہیں کرسکتا؟ خفیہ آوازیں اور دل کی باتیں اور دلوں کے راز نہیں جانتا؟ جب یہ امور اللہ تعالیٰ کے لیے حقیقتاً" ثابت ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق یہ امور انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے لیے بھی باذن وعطائے الٰہی ثابت ہیں۔ پھر محبوبان خدا کے بارے میں اس قدر طوفان بدتمیزی برپا کرنا۔ مضحکہ خیز سوالات توہین آمیز پیرایہ میں لکھنا اللہ تعالیٰ سے کھلی بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

المختصر۔ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے خارجیت۔ **نجدیت وہابیت** کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے۔ **فَالْحَمْدُاللّٰہِ علیٰ ذَالِک** غزالی دوراں' محقق زماں' علامہ سید احمد سعید کاظمی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز۔ فرماتے ہیں۔ "مخلوق کا مظہر انوار الٰہی ہونا شرک نہیں بلکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی حقیقت کو تسلیم کرنا فی الجملہ ضروریات دین سے ہے۔ امکان شرک کا عقیدہ یقیناً" کفر خالص ہے لیکن مخلوقات کا مظہر انوار الٰہی اور جلوہ گاہ کمالات الٰہی ہونے کا انکار بھی کفر والحاد سے کم نہیں۔ یہ امرِ بدیہات سے ہے کہ عالم کے ہر ذرے میں جو خوبی اور کمال موجود ہے درحقیقت وہ حسن و جمال الوہیت ہی کا ظہور ہے۔" نیز فرماتے ہیں۔ "مخلوق کا مظاہر حق ہونا قرآن سے یقینی طور پر ثابت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی۔ **رب ارنی کیف تحی الموتی** اے میرے رب مجھے دکھادے تو مُردوں کو کیسے جِلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **اولم تومن** (اے ابراہیم علیہ السلام) آپ کا اس پر ایمان نہیں! قال بلیٰ۔ ابراہیم علیہ السلامنے عرض کیا کیوں نہیں ضرور میرا ایمان ہے **ولا کن لیطمئن**

قَلبِی ۔ لیکن میں اس لئے سوال کررہا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندوں کو لے لیجئے اور ان کو اپنے ساتھ مانوس کرلیجئے پھر انہیں ذبح کرکے ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک جزو رکھ دیجئے **ثمّ ادعھن یاتینک سعیا** پھر ان کو پکاریئے وہ آپ کے پاس دوڑتے چلے آئیں گے۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام نے حسب ارشاد خداوندی چار پرندے لے کر انہیں ذبح کیا اور ان کے اجزاء کو مخلوط کرکے ہر پہاڑ پر ان کے ایک ایک جزو کو رکھ دیا اور اس کے بعد انہیں پکارا تو وہ چاروں کے چاروں پرندے زندہ ہوکر دوڑتے ہوئے ان کے سامنے آموجود ہوئے۔ ظاہر ہے کہ احیاء یعنی زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور سوال بھی اللہ تعالیٰ ہی کے احیاء کے متعلق تھا لیکن ان مردہ پرندوں کی زندگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پکارنے پر ظہور پذیر ہوئی جو اس امر پر روشن دلیل ہے کہ صفت احیاء اللہ تعالیٰ ہی کی تھی لیکن اس کا ظہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات اقدس میں ہوا۔ یہی ہمارا ایمان ہے کہ صفات خداوندی کا ظہور مقربان بارگاہ ایزدی میں **علیٰ وجہ الکمال** ہوا کرتا ہے۔ اگر بندے میں صفات خداوندی کا ظہور ناممکن ہو تو **تخلقوا باخلاق اللہ** کے کیا معنی ہوں گے؟ ہر شخص جانتا ہے کہ اخلاق الٰہیہ کے جلووں سے متصف ہونا مطلوب عندالشرع ہے اگر اس چیز کو شرک قرار دے دیا جائے تو کمال انسانی کا کون سا مقام باقی رہے گا؟ ایک صفت یا ایک سے زیادہ صفات کے ظہور میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا یعنی جس طرح خدا تعالیٰ کی تمام صفات کا کسی بندے میں **مستقلاً**" پایا جانا ممتنع عقلی ہے بالکل اسی طرح کسی ایک صفت خداوندی کا بھی بندے میں بالاستقلال پایا جانا محال ہے۔ بندے کا مظہر صفات الوہیت ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ انوار صفات سے منوّر ہوجائے نہ یہ کہ صفات الٰہیہ عرض قائم بالغیر کی طرح اس کی ذات میں پائی جائیں ایسا عقیدہ کتاب وسنت کے منافی اور صریح الحاد و بے دینی ہے۔" (**تسکین الخواطر فی مسئلتہ**

الحاضر والناظر ص ۱۸-۱۹)

خارجی الاصل ابوخالد نجوی وہابی نے ایک سوال کی دس شکلیں لکھ کر اپنی سفاہت' جہالت اور ضلالت کا ٹھوس ثبوت فراہم کردیا ہے۔ نیز اس امر کی بھی تصدیق کردی ہے کہ وہ بھی تمام وہابیہ کی طرح تعلیمات قرآن وحدیث کا منکر ہے۔ توحید و شرک کی حقیقت سے بے خبر ہے' اگر وہ سچا مومن ہوتا۔ اس کا دل نور ایمان سے منوّر ہوتا تو وہ اس طرح کے شیطانی وسوسوں کے چکر میں نہ پھنستا اور اس کے دماغ میں اس طرح کے لچر سوال پیدا نہ ہوتے۔ اگر وہ **حقیقتہ**" قرآن وحدیث کا عالم ہوتا تو اسے علم ہوتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ذات و صفات میں **وحدہٗ لاشریک لہٗ** ہے۔ وہی ہر شے کا خالق اور مالک ہے۔ وہی **مدبّرالامور** اور متصرف حقیقی ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس کی مشیت و اذن کے بغیر کوئی پتا اور ذرہ تک حرکت نہیں کرسکتا۔ سارے اختیارات اور تمام قدرتیں کامل واکمل طور پر بالذات مستقلا" اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ کائنات میں جملہ امور اسی کی تدبیر اور ارادہ کے مطابق انجام پاتے ہیں۔ اسے کسی مشیر یا مددگار کی قطعا" احتیاج نہیں۔ مختصریکہ وہ **فعال لما یرید اور علیٰ کلِ شیٔ قدیر**" ہے۔

ابوخالد نجدی وہابی کو یہ بھی معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت وحکمت کے تحت عالم دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات میں ہر چھوٹا بڑا کام اسباب وذرائع اور وسائل کے تحت ہوتا ہے۔ یہ سنت الٰہی ہے۔ **ولن تجدلسنتہ اللہ تبدیلا** اور ابوخالد کو یہ بھی معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی تدابیر اس کی مشیت سے مخلوقات کے ذریعہ اور وسیلے سے ظہور پذیر ہیں۔ باقی تمام اشیاء مظاہر قدرت و صفات الٰہی ہیں تاہم اللہ تعالیٰ کی مشیت وقدرت ہی ہر چیز اور ہر امر میں مؤثر حقیقی ہے۔ اس حقیقت کا انکار **سنتہ اللہ** کو جھٹلانا اور اپنی سفاہت وجہالت اور ضلالت کا

اظہار ہے۔ ابوخالد نجدی وہابی کو اس کا بھی علم ہوتا کہ حضور پرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' ذات واسماء وصفات الٰہی کے مظہر اتم واکمل ہیں اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام **قدّسنا اللہ باسرارہم** آپ کی نیابت اور وساطت سے مظاہر اعلیٰ ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اتباع کے طفیل۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا و عطاء سے اولیاء کرام کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ظہور ان کے ذریعہ ہونے لگتا ہے اور یہ نفوس قدسیہ اپنے وجود کو مقام فنا میں تحلیل کرچکنے کے بعد بقاء باللّٰہ کے مقام پر فائز ہوجاتے ہیں اور مذکورہ حدیث قدسی میں ارشادِ الٰہی کے مطابق اولیاء کرام نور الٰہی کی قوّت سے سُنتے دیکھتے ہیں پس ان کی سماعت و بصارت کے لئے ظاہر وباطن اور نزدیک و دور کی چیزوں اور آوازوں کو دیکھنا اور سننا یکساں ہوتا ہے' ظاہر وباطن اور نزدیک و دور کے امور میں انہیں قوّت تصرّف حاصل ہوتی ہے اور ان کی رفتار کے آگے تمام مسافتیں اور دوریاں کالعدم ہوکر رہ جاتی ہیں۔ اگر اس فرمان خداوندی پر ایمان مستحکم ہوجائے تو ابوخالد جیسے کور چشم کورباطن گمراہوں کے دل ودماغ میں پیدا ہونے والے شیطانی وسوسے سب ختم ہوجاتے ہیں اور ایک سوال کی دس شکلیں دم توڑدیتی ہیں پھر نہ قطار بنانے کی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ کوئی لسٹ بنانی پڑتی ہے اور نہ ہی کوئی فہرست مرتب کرنے کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ تمام شکوک وشبہات اور شیطانی وسوسے رفع دفع ہوجاتے ہیں اور نام نہاد مسلمان صحیح معنوں میں سچا مسلمان بن جاتا ہے پھر اسی حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ فرمایا **وان سالنی لاعطینہ' ولئن استعاذنی لاعیذنہ** اگر میرا محبوب بندہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو ضرور (اسے قبول فرماکر) عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔ پس اولیاء اللہ ہمارے لئے وسیلہ ہیں کہ ان کے وسیلہ

سے ہماری دعائیں' التجائیں اور درخواستیں قبول اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مصیبتیں دور ہوتی ہیں اور مشکلات حل ہوتی ہیں۔ جس طرح دنیا کے امور میں ہم اسباب و ذرائع اور وسائل ظاہری کے محتاج ہیں اسی طرح اولیاء اللہ کے وسیلہ کے بغیر چارہ نہیں۔ جب دنیاوی وسائل اختیار کرنا شرک نہیں تو محبوبان خدا کا وسیلہ اختیار کرنا کیونکر شرک قرار پا سکتا ہے؟ اپنے پیشرو وہابیوں کی نقالی کرتے ہوئے ابوخالد نجدی وہابی نے اپنے کتابچہ میں توحید اور شرک کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس کے باوجود اس نے توحید اور شرک کی جامع و مانع تعریف نہیں لکھی اور یہ لکھتا بھی کیونکر جبکہ امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی کو "کتاب التوحید" میں اور وہابیہ کے گرو دیو اسماعیل دہلوی کو "تقویتہ الایمان" میں اور دیگر پیشوایان وہابیہ کو بھی اپنی کتابوں میں۔ توحید اور شرک کی تعریف لکھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ۔

نجدی وہابی توحید اور شرک کی حقیقت سے لاعلم و بے خبر ہیں

اسی لئے ان کے عقائد' قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ ان کا اسلام' امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام سے مختلف ہے۔ ان کا طریق اہل اسلام کے طریق سے جداگانہ ہے۔ یہ ضال و مضل سبیل المومنین سے ہٹ چکے ہیں۔ سواداعظم سے کٹ چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں اور چونکہ تعلیمات قرآن وحدیث سے ناآشنا ہیں۔ محبوبان خدا۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں۔ انبیاء و اولیاء کو بتوں پر قیاس کرتے ہیں کہ یہ لوگ صفات ذاتی صفات عطائی کے فرق کو نہیں سمجھتے نسبت حقیقی اور نسبت مجازی میں امتیاز نہیں کرسکتے۔ وہابیہ کے مذہب میں کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی کفر و شرک میں داخل ہے کہ یہ صفت' یہ شان یہ کمال اسے

اللہ کی عطا سے حاصل ہے۔ چنانچہ۔ ابوخالد وہابی اپنے کتابچہ کے ص ۱۹ پر لکھتا ہے۔ "اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبی' ولی' پیر' شہید' غوث' قطب کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ازخود ہے یا اللہ پاک نے ایسی قدرت ان کو بخشی ہے وہ محض ازروئے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ مشرک ہوجاتا ہے۔" اسی طرح وہابیہ کے پیشوا اسماعیل دہلوی نے "تقویتہ الایمان ص ۲۱ پر لکھا۔ اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔" صفات ذاتی اور صفات عطائی کا فرق بیان کرنے سے پہلے۔ فقیر توحید اور شرک کی تعریف وحقیقت بیان کردینا ضروری سمجھتا ہے تاکہ یہ مسئلہ سمجھنے میں مزید آسانی ہوجائے۔

توحید کی تعریف

کلمہ طیبہ۔ "لاالہ الااللہ" میں توحید کا مکمل بیان ہے یعنی اس بات کا زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنا کہ سچا معبود اللہ تعالٰی کے سوا کوئی نہیں۔ لاالہ الااللہ کی تشریح میں حضرت العلامہ علی قاری محدث علیہ الرحمتہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔ (لاالہ) لا۔ ھی النافیتہ للجنس علیٰ تنصیص علیٰ نفی کل فرد من افرادہ (الااللہ) قیل خبر۔ لا۔ والحق انہ' محذوف والاحسن فیہ لا الٰہ معبود بالحق فی الوجود۔ الااللہ۔ ولکون الجلالتہ اسما للذات المستجمع لکمال الصفات وعلماً للمعبود بالحق قیل لو بدل بالرحمٰن لا یصح بہ التوحید المطلق ثم قیل التوحید ھوالحکم بوحدانیتہ منعوتا بالتنزہ عما یشابہ اعتمادا فقولا وعملا فیقینا وعرفانا فمشاھدۃ وعیانا فثبوتا و دواما۔"

ترجمہ لاالہ میں لا نفی جنس کا ہے جو ہر فرد الہ کی نفی پر نص ہے اور الااللہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ "لا" کی خبر ہے اور حق یہ ہے کہ خبر محذوف ہے اور احسن یہ

ہے کہ ہستی میں کوئی "الٰہ" معبود برحق نہیں سوائے اللہ کے کیونکہ اسم "اللہ" ذات مستجمع صفات کمال کا اسم اور معبود برحق کا عَلَم ہے۔ کہا گیا ہے کہ اگر اس کی جگہ "الرحمٰن" لایا جائے تو توحید مطلق اس سے صحیح نہ ہو۔ پھر کہا گیا ہے کہ توحید کسی شے کی وحدانیت کا حکم کرنا اور اس کو جاننا ہے اور اصطلاح میں "توحید" اللہ تعالیٰ کی ذات کو اس کی وحدانیت کے ساتھ مشابہ سے منزہ ثابت کرنا اعتقاداً" پھر **قولاً وعملاً پھر یقیناً" وعرفاناً" پھر مشاہدۃ وعیاناً پھر ثبوتاً ودواماً۔"**

شرک کی تعریف

شرک وہی ہے جس کو **لاالٰہ الااللہ** نے باطل کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود ٹھہرانا۔ تفسیر خازن میں ہے۔ "**من یشرک باللہ یعنی یجعل معہٗ شریکا غیرہ**" شرک کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک ٹھہرایا جائے۔" شرح عقائد میں ہے۔ "**الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوہیۃ یعنی وجوب الوجود کماللمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام۔**" یعنی شرک کرنا یہ ہے کہ شریک کا ثابت کرنا ہے **الوہیہ** میں یعنی وجوب وجود میں جیسے کہ مجوسی کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق عبادت میں جیسے کہ بت پرست کرتے ہیں۔ **کذا فی شرح الفقہ الاکبر۔"**

حضرت شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی **قدسنا اللہ باسرارہ العزیز اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ** میں فرماتے ہیں۔ **بالجملہ شرک سہ قسم است۔ در وجود۔ و درخالقیت و درعبادت** خلاصہ مطلب یہ ہے کہ شرک تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو واجب الوجود ٹھہرائے دوسرے یہ کہ کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے سوا حقیقتہ" خالق جانے۔ تیسرے یہ کہ غیراللہ کی عبادت کرے یا اللہ کے سوا کسی کو مستحق عبادت سمجھے۔" معلوم ہوا کہ واجب الوجود یعنی

اپنی ذات وصفات میں دوسرے سے بے نیاز اور غنی بالذات فقط اللہ تعالیٰ ہے اور فقط وہی عبادت کے لائق ہے اور حقیقتہ" وہی خالق ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو ذات وصفات میں دوسرے سے بے نیاز اور غنی بالذات جانے یا اسے حقیقتہ" خالق جانے یا مستحق عبادت سمجھے تو وہ مشرک ہے **مثلاً"** آریہ جو اللہ کے سوائے روح اور مادہ کو بھی قدیم اور واجب الوجود مانتے ہیں اور خالق سے بے نیاز جانتے ہیں مشرک ہیں اور **مثلاً"** ستارہ پرست کہ تغیّرات عالم کو تاثیر کواکب سے جانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ستارے اپنی تاثیرات میں غنی بالذات ہیں۔ کسی کے محتاج نہیں۔ پس یہ بھی مشرک ہیں۔ یا بت پرست جو بتوں کو مستحق عبادت جانتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں یہ بھی مشرک ہیں۔ لیکن جو لوگ اشیاء کو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے موجود مانتے اور ان کی تاثیرات وصفات کو اللہ تعالیٰ کی عطاء سے جانتے ہیں وہ کسی طرح مشرک نہیں ٹھہرتے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں واجب الوجود۔ ازلی۔ ابدی۔ مستقل۔ غیر متغیّر۔ قائم بالذات۔ خالق ومالک حقیقی۔ **غنی عن الغیر۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ** ہے۔ پس اللہ کی سی صفات اوروں کے لئے تسلیم کرنے یا اللہ کی صفات کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنے کا یہ مطلب ہوا کہ غیراللہ کے لئے صفات ذاتی۔ قدیم۔ مستقل۔ غیر متغیّر کا اعتقاد رکھا جائے اور اسے عطاء الٰہی کے بغیر کسی صفت سے متصف تسلیم کیا جائے جو کہ **یقیناً"** شرک ہے۔ اہلسنت وجماعت کے عقیدہ کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے لئے ذرہ بھر قدرت یا اختیار یا علم ثابت کرنا اور تسلیم کرنا یا کسی بھی صفت کو ماننا اگر بالذات ہو تو شرک ہے لیکن غیراللہ کے لئے کسی صفت کا اثبات بہ عطاء الٰہی ہرگز شرک نہیں جبکہ وہ صفت ازروئے قرآن وحدیث اس کے لئے ثابت ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کفار ومشرکین آثار کو اسباب کی طرف حقیقتاً" منسوب کرتے ہیں اور انہیں مستقلاً" بالذات مؤثّر جانتے ہیں مگر مسلمان اسباب کو وسائل جانتے ہیں اور ان

وسائل کے حجابات میں قادر مطلق کے دست قدرت کو دیکھتے ہیں' اختیار بالذات اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتے ہیں اور افعال و صفات اور تاثیرات کو اسباب و وسائل کی طرف مجازاً" منسوب کرتے ہیں نہ کہ حقیقتاً"۔ پھر اگر اس فرق و امتیاز کو تسلیم نہ کیا جائے تو انسان ہربات میں مشرک ہوجائے اور ایمان کی کوئی راہ ہی نہ رہے۔ پس مخلوق میں سے کسی کے لئے صفات و کمالات کو بہ عطائے الٰہی جاننا ہی "اللہ کی سی صفات اوروں کے لئے تسلیم یا ثابت کرنے" کے حکم سے خارج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات بالذات ہیں نہ کہ بالعطاء یعنی اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت یا کمال غیر سے حاصل شدہ نہیں۔ اس کا ہر کمال ذاتی اور غیر مکتسب ہے تو ثابت ہوا کہ کسی اور کے لئے صفات و کمالات **بعطائے** الٰہی تسلیم یا ثابت کرنا شرک نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ پس ثابت ہوا کہ **سفہاء الاحلام** وہابی اب تک ذات و صفات الٰہی سے بے خبر اور جاہل ہیں کہ یہ مسئلہ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا۔ اسی لئے یہ لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرم کے لئے کوئی صفت و کمال بہ عطائے الٰہی تسلیم کرنے کو بھی اللہ کی سی صفت قرار دیکر خواہ مخواہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں حالانکہ ہنوز وہ خود توحید و شرک کی حقیقت سے بے خبر ہیں قصور تو ہے خود ان کے فہم و علم کا مگر مجرم ٹھہراتے ہیں دوسرے بے گناہوں کو۔ ان کے اس مسئلہ کو نہ سمجھنے کا یہ ناقابل تردید ثبوت ہے کہ یہ مخلوق میں سے کسی کے لئے بھی کوئی صفت بہ عطائے الٰہی تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ پھر بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ اگر تم کسی کے لئے کوئی صفت **بعطائے** الٰہی تسلم کرنے کو شرک ہی ٹھہراتے ہو تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی صفت "**حی**" ہے یا نہیں۔ پھر کیا شرک سے بچنے کی خاطر تم اپنے آپ کو مُردہ کہوگے؟ کیا تمہارے بڑے بھی کسی زمانہ میں صفت حیات سے متصف نہیں رہے ہیں اور کیا اب تم بھی اس دنیاوی زندگی میں صفت "**حی**" سے متصف ہو یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "**عالم**" ہے تو کیا تم خود کو یا اپنے پیشواؤں کو عالم

نہیں سمجھتے؟ "**سمیع**" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور "**بصیر**" بھی تو کیا تم سمیع اور بصیر نہیں ہو؟ پھر "کلام کرنا" بھی اللہ کی صفت ہے اور ارادہ و قدرت بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں پھر شرک سے بچنے کے لئے تم کیا کروگے؟ آیا یوں کہوگے کہ ہم میں اللہ کی صفات میں سے کوئی صفت نہیں ہم وہابی سب مردے ہیں۔ جاہل مطلق ہیں۔ بہرے ہیں۔ اندھے ہیں۔ گونگے ہیں اور ہم وہابیوں میں نہ ارادہ ہے نہ قدرت تو کیا پھر تم خاک ہو یا پتھر' جماد محض ہو؟ پھر اگر تمہاری یہ بات بھی تسلیم کرلی جائے کہ تم سب کے سب اجساد جامد ہو تو بھی تمہارا پیچھا شرک سے نہیں چھوٹتا کہ جسم جامد ہونے کی صورت میں بھی "موجود" ہونا پایا جائے گا اور موجود ہونا بھی اللہ کی صفت ہے تو پھر شرک سے بچنے کے لئے اپنے وجود کا بھی انکار کردوگے؟ یعنی کہ دنیا میں تمہارا وجود ہی نہیں ہے۔ پس اگر تمہاری باتیں صحیح ہیں تو بتاؤ کہ تم کیا ہو؟ تم کس حیثیت سے موجود ہو؟ دنیا میں کیونکر چلتے' پھرتے' دیکھتے' سنتے' دنیاوی کام کاج کرتے اور یہ شرک و کفر کی گردانیں رٹتے' اوٹ پٹانگ تحریریں لکھتے اور لمبی چوڑی تقریریں جھاڑتے پھرتے ہو۔ تم میں یہ صفات کہاں سے اور کیسے آگئیں؟ کیا تم میں یہ صفات بالذات ہیں' خود بخود ہیں یا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ؟

تو اب انہیں لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا اور کہنا پڑے گا کہ ہمیں یہ صفات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں مگر اس قدر خرابی بسیار کے بعد بھی اپنے خانہ ساز وہابیانہ اصول کی بناء پر شرک سے نہ بچ سکے بلکہ مشرک ہی رہے کیونکہ ان کا اصول یہ ہے کہ "پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔" (تقویۃ الایمان) تو ان کو چاہئے کہ کوئی تیسری صورت نکالیں اور شرک سے بچنے کی تدبیر کریں۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مزید برآں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ بقول **نجدیہ** وہابیہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے کسی کو کوئی صفت عطا نہیں فرمائی تو پھر افراد و اشیاء مخلوقات میں ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بلکہ لاتعداد اقسام صفات کیونکر پائی جاتی ہیں؟ **مثلاً**" آگ، پانی، ہوا، مٹی مختلف اقسام کی ادویہ اور جڑی بوٹیاں کہ نفع بھی پہنچاتی ہیں اور نقصان بھی۔ بارود ڈائنامیٹ، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم وغیرہ ہتھیاروں میں یہ قوت کہاں سے اور کیونکر ہے کہ چشم زدن میں ہزاروں لاکھوں جانداروں کو موت کے گھاٹ اتاردیں، پہاڑوں کو اڑادیں اور علاقوں کے علاقے تباہ وبرباد کرڈالیں۔ نیز ٹیلی فون، وائرلیس، ریڈیو اور ٹیلی فون اور ٹیلی ویژن وغیرہ میں یہ صفات کہاں سے آگئیں کہ سینکڑوں، ہزاروں میل دور ہلکی سے ہلکی آوازوں اور تصویروں کو بھی آن واحد میں پہنچادیں۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ ان اشیاء میں یہ صفات و تاثیرات ذاتی نہیں ہیں تو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان اشیاء میں یہ صفات و تاثیرات بہ عطائے الٰہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرتوں کا ظہور ان کے ذریعہ ہوتا ہے تو پھر جب کہ ایسی ادنیٰ اور بے جان اشیاء کے لئے بھی صفات و تاثیرات بہ عطائے الٰہی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں تو حضرت انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے۔ اس کے لئے صفات بہ عطائے الٰہی تسلیم کرنے میں کیونکر تامل ہوسکتا ہے۔ پس **نجدیہ** وہابیہ کے انکار سے واضح ہے کہ یہ عقل ودانش سے عاری لوگ عام انسان کے مقام و منصب سے بھی واقف نہیں چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں، خلفاء اللہ فی الارض انبیاء کرام **علیہم الصلوٰۃ والسلام** اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارھم کے اعلیٰ و بلند وبالا مقامات ومناصب کو جان سکیں اور ان کے فضائل و کمالات علوم واختیارات اور خداداد تصرفات کو سمجھ سکیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اور حدیث میں سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گواہ ہیں کہ محبوبان خدا انبیاء و

اولیاء مُتخلّق باخلاق اللہ ہیں۔ صفاتِ الٰہی کے مظہر ہیں۔ بہ عطائے الٰہی متصرف ہیں اور ان کا ہر کام حکم و مشیت الٰہی کے تحت ہوتا ہے۔ غزالی دوران علامہ احمد سعید کاظمی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ عطاء خداوندی کا اعتقاد رکھتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمال کسی مخلوق کو عطا فرمایا ہے وہ عطا کے بعد حکم خداوندی، ارادہ و مشیّت ایزدی کے ماتحت ہے۔ ہر آن خدا تعالیٰ کی مشیّت اس کے ساتھ متعلق ہے اور اس بندے کا ایک آن کے لئے بھی خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور مستغنی ہونا قطعاً" محال اور ممتنع بالذات ہے۔" **(تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاضر والناظر)**

فرشتہ کی قوت سماعت اور وسعت علم ملاحظہ ہو

محدث امام بخاری نے تاریخ میں۔ محدث طبرانی، محدث عقیلی، محدث ابن النجار اور محدث ابن عساکر اصبہانی **(علیہم الرحمتہ)** نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا **اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی مَلَکًا اعطاہ اسماع الخلائق (رواہ الطبرانی کلھا) قائم علی قبری (زادالی یوم القیمتہ) فما من احد یُصَلِّی عَلَیَّ صلاۃ اِلَّا ابلغنیھا** بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ نے تمام جہان کی بات سن لینی عطا کی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔" علامہ زرقانی علیہ الرحمتہ شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف علیہ الرحمتہ شرح جامعٔ صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یوں فرماتے ہیں۔ **"ای قوۃ یقتدر بھا علی سماع ماینطق بہ کل مخلوق من انس و جنّ وغیرھما (زادالمناوی) فی ایّ موضع کان۔** یعنی اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو ایسی قوت دی ہے کہ **انسان جنّ و غیرھما** تمام مخلوق الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اسے سب کے سننے کی طاقت ہے چاہے کہیں

کی آواز ہو۔" اور محدث دیلمی علیہ الرحمتہ نے "**مسندالفردوس**" میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **اکثروا الصلوٰۃ علیّ فان اللّٰہ تعالیٰ وکّل لی ملکا عند قبری فاذا صلّی علیّ رجل من امتی قال لی ذالک الملک یا محمد ان فلان ابن فلان یصلّی علیک الساعتہ** مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ متعیّن فرمایا ہے جب کوئی میرا امتی مجھ پر درود و بھیجتا ہے وہ مجھ سے عرض کرتا ہے۔ یا رسول اللہ فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی درود بھیجا ہے۔" یہ فرشتہ بہ عطا و اذن الٰہی وہیں کھڑے کھڑے شرقاً" غرباً" جنوباً" شمالاً" ہر وقت روئے زمین کی آوازیں سنتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کی قدرت کو یہ شرک فروش وہابی کیا جانیں انہیں یہ اندازہ ہی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرما سکتا ہے۔ اس فرشتہ کی قوت سماعت کے ساتھ ساتھ اس کے علم کی وسعت بھی دیکھئے کہ حضور اقدس علیہ الصلواۃ والسلام کی بارگاہ عالیہ میں درودوسلام عرض کرنے والا مومن کائنات کے کسی بھی گوشے میں ہو، زمین پر ہو یا زمین کے نیچے۔ فضا میں ہو، ہوا میں پرواز کررہا ہو یا سمندر کے کسی حصہ میں سفر کررہا ہو، پانی کے اوپر ہو یا پانی کی تہہ کے نیچے یا ساتوں آسمانوں میں سے کسی آسمان کے کسی حصہ میں ہو۔ یہ فرشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا ہے۔ یا رسول اللہ فلاں ابن فلاں نے ابھی ابھی درود بھیجا ہے۔ یعنی فرشتہ ہر درود خواں کے نام کو جانتا ہے اس کے والد کے نام کو بھی جانتا ہے اور ان کو پہچانتا ہے۔ حالانکہ درود بھیجنے والا صرف درود ہی پڑھتا ہے۔ اپنا اور اپنے باپ کا نام بیان نہیں کرتا۔ تو کیا ناقوس وہابیہ ابوخالد خارجی یا کوئی بھی وہابی تعزیرات وہابیہ کے تحت اس فرشتہ کو بھی مشرک ٹھہرائے گا؟ اور سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی شرک کا فتویٰ لگائے گا؟ کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے اس فرشتہ کے لئے صفات الٰہی کا اثبات فرماکر (معاذاللہ)

شرک کا ارتکاب کیا ہے۔ دنیا بھر میں ہے کوئی ایسا جرأتمند وہابی جو اس بات کا جواب باصواب دے سکے؟ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین**

چونکہ وہابی خارجی الاصل ہیں اس لئے ان کے خمیر میں ہی تحریف قرآن اور توہین رسالت کا عنصر شامل ہے۔ جہالت و شرارت اور قساوت قلبی۔ ان کی علامات مخصوصہ ہیں۔ جس طرح ابوالخوارج "ہرقوص بن زہیر" نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو رسول اللہ مانتے ہوئے بھی۔ حضور کو عدل و انصاف کے ساتھ مال غنیمت تقسیم کرنے کا وعظ سنا کر توہین رسالت کا بدترین مظاہرہ کیا تھا۔ اسی طرح نجدی وہابی بھی حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو "رسول اللہ" بھی مانتے ہیں اور حضور کے فضائل و کمالات اور خداداد اعلیٰ صفات کا انکار کرتے اور توہین رسالت کا بدترین مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ جس طرح خارجیوں نے آیت قرآن مجید۔ **اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہ** اور دوسری آیات کے معنی اور مفہوم کو بگاڑ کر تحریف قرآن کرکے حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ، حضرت امیرمعاویہ، حضرت عمروبن العاص، تمام صحابہ کرام علیھم الرضوان اور سارے مسلمانوں کو مشرک اور کافر ٹھہرایا تھا۔ اسی طرح وہابی بھی قرآن میں تحریف کرکے سارے مسلمانوں کو مشرک و کافر ٹھہراتے ہیں۔ خوارج کے متعلق صحیح بخاری ص ۱۰۲۴ میں ہے۔ "**کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الیٰ آیاتٍ نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین۔**" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما خارجیوں کو اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ ان آیات قرآن کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئیں مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔" نجدی وہابی بھی اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں کہ یہ لوگ بھی۔ آیات قرآن میں تحریف کرتے ہیں۔ مشرکین کفار کی مذمت اور بتوں کی تردید میں نازل شدہ آیات کو انبیاء و اولیاء اور مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ بتوں کی جگہ انبیاء و اولیاء کو مراد لیتے ہیں اور کفار مشرکین کی جگہ مسلمانوں کو شمار کرتے

ہیں۔ قرآن مجید کی آیات اور حدیث کی روایات کے واضح ارشادات کو رد کرکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وصفات کا انکار کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کے منکر ہیں۔ حضورؐ کے حیات ہونے کو تسلیم نہیں کرتے حضور کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد ان میں جان کی رمق تک بھی باقی نہیں رہی۔ نہ سنتے ہیں' نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی جواب دے سکتے ہیں۔ امت کے حالات سے مطلقاً" بے خبر ہیں' ان پر امت اعمال و احوال پیش نہیں ہوتے۔ حضورؐ تو یہ تک نہیں جانتے کہ آئندہ ان کو کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور کسی دوسرے کے لئے کیا پیش آنے ہیں۔ حضور کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ حضور کو اپنی جان کے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں ہے۔ ان کے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں۔ بالکل خالی ہاتھ ہیں تو کسی کو کیا دے سکتے ہیں؟ ان کو کسی چیز کا اختیار حاصل نہیں اور نہ ہی ان کو کچھ قوّت تصرّف حاصل ہے۔ حضور عام انسانوں کی طرح ایک انسان تھے۔ ان کو محض یہ فضیلت تھی کہ "نبی اللہ" تھے اس حیثیت سے ان کو اللہ کا کلام اور پیغام مخلوق تک پہنچانے کی فضیلت تھی سو اللہ کا کلام اور پیغام پہنچا کر وفات پا گئے۔ وفات کے بعد ان سے کچھ فائدہ باقی نہیں رہ گیا۔ حضور سے توسل و استمداد شرک ہے۔ یا رسول اللہ کہہ کر نداء کرنا شرک ہے۔ ان کو شفیع' حامی اور مددگار جاننا ماننا شرک ہے۔ حضور کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا شرک ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی توہین و تنقیص پر مشتمل وہابیہ کی گندہ ذہنی اور غلاظت قلمی کے چند نمونے درج ذیل ہیں۔

وہابیہ نجدیہ کا امام ابن عبدالوہاب نجدی

اپنی کتاب التوحید کے ص ۷۲ پر لکھتا ہے۔ "یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ نوح علیہ

السلام کی قوم نے جو کام "قبرپرستی" کیا وہ بہترین عبادت ہے' پس جس چیز کو اللہ و رسول نے حرام کیا اس کا اعتقاد رکھا حالانکہ یہ ایسا صریح کفر ہے جس سے مال اور خون حلال ہو جاتا ہے۔"

نیز ص ۱۹ پر ہے۔ "قبہ پرستی' قبرپرستی' غیراللہ کی نذرونیاز' توسل غیراللہ اور نداء و دعاء اولیاء اللہ یہ سب شرعاً" حرام و ناجائز امور ہیں اور بعض بعض سے زیادہ برے اور قابل ملامت' ان میں سے بعض صریح شرک ہیں جیسے نداء غیراللہ وغیرہ وغیرہ۔"

پیشوائے وہابیہ اسماعیل قتیل دہلوی

تقویتہ الایمان ص ۱۸ پر لکھتا ہے۔ "اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کرسکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذرونیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی ان کا کفروشرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔" اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" (تقویتہ الایمان)

نیز ص ۱۸ پر ہے جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر کہ اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور ناشکر۔"

نیز اس کے آگے لکھا ہے۔ "مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرتی سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ پھر اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء و انبیاء

ہیں اور جن وشیطان میں اور بھوت اور پری میں کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہوجائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں وشہیدوں سے خواہ بھوت و پری سے۔"

ماہرالقادری مدیر رسالہ فاران

توحید نمبر ص ۲۶ پر لکھتا ہے۔ "اب اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انداز میں تعریف کرتا ہے کہ ساری مخلوقات آپ کے در سے پل رہی ہے' آپ کائنات کے مالک ومختار ہیں' آپ حاضروناظر ہیں۔ آپ ہر امتی کے حال پر نظر رکھتے ہیں' آپ پریشان حالوں کی فریاد سنتے اور ان کی مشکلوں کو کھولتے ہیں تو وہ آپ کو حد سے بڑھاتا ہے۔۔ پھر ص ۲۶ پر ہے۔ "عیسائی' ہندو اور بدھ جتنے مشرکین اور کفار زمین کے پردے پر پائے جاتے ہیں ان کا فساد عقائد اس باب میں مشترک ہے۔"

نقّال وہابیہ ابوخالد

قرآنی درس توحید ص ۲۲ پر لکھتا ہے۔ "اس خدائی فیصلہ کے مطابق جب کہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت نہ تو خود بخود ہے نہ قرآن کی بخشی ہوئی تو پھر کسی اور نبی' ولی' پیر' شہید' غوث وقطب کو کیا اختیار جو کسی کی کوئی مشکل کشائی' حاجت روائی کرسکیں۔ ص ۲۳ پر ہے۔ "اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی اور سے خواہ وہ نبی ہوں یا ولی' امام' ہو یا شہید' غوث ہو یا قطب حاجتیں مانگنا' سجدے کرنا' نذرونیاز چڑھانا' حاضروناضر جان کر نزدیک یا دور سے پکارنا یہ سب کام شرک میں داخل ہیں۔" اور ص ۳۶۔۳۷ پر لکھا خودغرض اور مطلبی مولوی' ملا' ڈھونگی' مرشد' پیرزادہ' نقلی صوفی' درویشوں نے اپنی طمع نفسانی اور دنیا طلبی کی غرض سے ہمارے ناواقف بے علم بھائیوں کو اپنے مکر کے جال میں پھانس کر

توحید وسنّت پر خوب پردہ ڈالا اور شرک اور ضلالت ایسا چمکانے کی ناکام کوشش کی اپنے زعم باطل میں توحید کے آفتاب کو مدھم بنادیا۔ خدائے لایزال کے صفات خاصہ غیر خدا میں منوادیئے' قبرپرستی' پیرپرستی' ارواح پرستی' رسوم تعزیہ داری' علم' الاؤ' نعل کی سواری' خواجہ خضر کی ناؤ' بی بی کی صحنک' قبروں پر عرضیاں' عرس' ناچ رنگ' غیراللہ کی نذرونیاز' بزرگوں کے ناموں کے درود و وظائف' فال گنڈے' ٹونے ٹوٹکے' بدشگونی' وہم پرستی' اصلی نقلی قبروں کے سجدے' طواف' چڑھاوے' نبی' ولی' پیر' شہید کو غیب داں جاننا۔ ان کی ارواح کو ہر جگہ حاضروناظر ماننا داخل اسلام ہوگیا لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان قبروں کے پجاری اور لاکھوں مجاور قبروں کے بیوپاری بن بیٹھے قیصروکسریٰ کی مملکتوں سے خراج وصول کرنے والے اب بزرگوں کی کمائی پر جینے لگے۔ ہزارہا آیات واحادیث کے باوجود خلاف شرع کاموں سے ایک انچ پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کرتے .... افسوس ہے کہ آج کلمہ توحید کو پڑھنے والے توحید کے دشمن بن کر شرک وکفر کی ان تاریک غاروں میں گھس کر جن میں گرکر اگلی قومیں غارت ہوگئی تھیں۔ انہیں برگزیدہ بزرگوں کے ناموں' انہیں کی قبروں کے ساتھ وہی کام کررہے ہیں جو بت پرست بتوں کے ساتھ کرتے ہیں سخت حیرت اور بے حد تعجب کا مقام ہے کہ تم نے شرک کو اسلام اور کفر کو اسلام سمجھ لیا۔ طاق تعزیئے' چلے' چبوترے' تھان' نشان پر تمہارے سر جھکنے لگے مسجدیں بے رونق مقبرے آباد کرلئے خدائی اوصاف مخلوق میں مانے جانے لگے۔ اور ص ۲۹ پر ہے۔ بہرحال آج کسی میں یہ قوت نہیں ہے کہ امت مسلمہ کو بزور اس برائی سے روک دے مگر اہل علم پر ذمہ داری ضرور ہے کہ وہ پوری بات واشگاف کہہ دیں کہ لوگو اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اقرار کرنے کے بعد بھی تم نے وہی مشرکانہ اعتقادات باقی رکھے جو قوم نوح سے لے کر آج تک ہر مشرک قوم میں پائے جاتے رہے ہیں تو تم بھی بدانجامی سے نہ بچ سکوگے ان قوموں نے اپنے انبیاء اور بزرگوں

کو مرنے کے بعد بھی مرنے نہ دیا اور آج تم بھی اپنے نبی اور دوسرے اللہ کی بندوں کے ساتھ مختلف بہانوں اور جھوٹی روایتوں کے ذریعہ یہی کام کررہے ہو۔"

نجدی وہابیوں کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے مختصر سے گروہ کے سوا سارے مسلمانانِ امت کو صریحا" کافرومشرک جانتے ہیں۔ سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسول علیہم **الصلوٰۃ** والسلام اور اولیاء اللہ کو بتوں، جنّوں، شیطانوں اور بھوتوں پریوں میں شمار کرتے ہیں۔ ان محبوبان خدا کو **من دون اللہ** قرار دے کر ان کی سخت توہین اور مذمت کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ تو ان کی باتوں سے صاف ظاہر ہے مگر محبوبان خدا اور مسلمانوں کے متعلق ان کے دلوں میں جو غیظ و غضب جوش مار رہا ہے وہ ان کی زہریلی باتوں سے بدرجہا زیادہ ہے جسے وہ مجبورا" ظاہر نہیں کرپارہے۔ کہ ان کا بس نہیں چلتا۔ اگر آج بھی ان کا بس چلے تو اسی طرح مسلمانوں کا قتل عام کرنے سے ہرگز دریغ نہ کریں۔ جس طرح امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی نے ابن سعود نجدی کو ساتھ ملا کر سرزمین نجد و حجاز میں مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا تھا۔ ان واقعات کی تفصیل کتب تاریخ میں اور فقیر کی کتاب "مکمل تاریخ وہابیہ" میں موجود ہے۔ الغرض حسب فرمان خداوندی وہابیہ کا یہ حال ہے کہ **قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنا لکم الآیات اِن کنتم تعقِلون** (پ ۴۔ع ۳) بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ (غیظ و عناد) جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سُنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔" تو اِن سے دوستی نہ کرو۔

سرکار دو عالم، اللہ کے خزانوں اور کائنات کے مالک و مختار ہیں

قُل لَّا اَملِکُ لِنَفسِی نَفعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ (پ ۹ ع ۱۳) ترجمہ۔ تم فرماؤ میں اپنی جان کے لئے بھلے برے کا خود مختار نہیں۔" لا۔ حرف نفی ہے۔ املک لنفسی، مُستثنیٰ منہ ہے۔ **الّا حرف استثناء** ہے ماشاء اللہ۔ مستثنیٰ ہے۔ مستثنیٰ منہ میں حرف نفی سے جس چیز کی نفی کی جاتی ہے الاّ سے اسی میں سے کچھ کا اثبات کیا جاتا ہے۔ اب معنی یہ ہوئے کہ میں نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ ہاں اس قدر کا مالک ہوں جس قدر کا اللہ مالک بنا دے۔ اس آیت مبارکہ سے فی الجملہ مالکیت کا ثبوت ہو گیا۔

یعنی مجھے نفع و نقصان کی ذاتی قدرت نہیں۔ الاّ ماشاء اللہ مگر جس قدر اللہ چاہے۔ یعنی میں اللہ کے چاہنے سے نفع و نقصان کا مالک ہوں۔ تفسیر صاوی میں ہے۔ **قولہ الاّ ماشاء اللّٰہ ای تملیکہ، لی فانا املکہ**۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان **الا ماشاء اللہ** کا مطلب یہ ہے کہ میں ذاتی طور سے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے مجھے مالک بنا دینے سے نفع و نقصان کا مالک ہوں۔ ثابت ہوا کہ اس آیۃ مبارکہ میں ذاتی قدرت کی نفی ہے قدرت عطائی کی نفی نہیں ہے۔ مگر وہابیوں کو اللہ تعالیٰ کی یہ بات پسند نہیں کہ وہ اپنے محبوب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ قدرت و اختیار عطا کرے۔ اس لئے وہ قرآن مجید کی آیہ مبارکہ کے مفہوم میں تحریف کرتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلقاً بے اختیار ثابت کرنے کی خاطر قرآن مجید کی آیت۔ الا ماشاء اللہ۔ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ ناقوس وہابیہ ابوخالد۔ حسب قاعدہ وہابیہ نجدیہ صفحہ ۲۴ پر یہ آیۃ مبارکہ درج کرتا اور صفحہ ۲۲ پر آیہ مبارکہ **قل انی لا املک لکم ضرا" ولا رشدا قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ**

ملتحدا۔ لکھ کر۔ کس بے حیائی کے ساتھ یہ فتویٰ صادر کرتا ہے۔ "اس خدائی فیصلہ کے مطابق جبکہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہ تو خود بہ خود ہے اور نہ قرآن کی بخشی ہوئی تو پھر کسی اور نبی' ولی' پیر' شہید' غوث و قطب کو کیا اختیار جو کسی کی کوئی مشکل کشائی' حاجت روائی کر سکیں ایمان دار کو سر تسلیم خم کرنے کے لئے تو یہ اٹل فیصلہ ہے۔" **نعوذ باللہ من ذالک۔**

ابو خالد یا کوئی بھی وہابی۔ یہ بتائے کہ قرآن مجید کی وہ کون سی آیتہ ہے جس میں فرمایا گیا ہو کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہچانے کی قدرت عطا نہیں کی گئی۔ ابو خالد تو کیا۔ دنیا بھر کے سارے وہابی مل کر بھی ایسی کوئی آیت پیش نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت ہے ہی نہیں۔ تو وہابیہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان باندھتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ مگر "شرم چہ کتیّ ست کہ پیش وہابیہ آید۔۔"

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اعلان فرماتا ہے کہ میں نے اپنے محبوب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کا مالک و مختار بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اِنَّا اعطینٰک الکوثر** (پ۳۰ ع) اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے اس میں حوض کوثر بھی شامل ہے (صحیح بخاری) تفسیر خازن میں ہے۔ **وَاَصلُ الکوثر فَوعَلٌ مِن الکثرۃ۔** اصل کوثر کا فوعل کے وزن پر کثرت سے ہے۔" تفسیر نسفی میں ہے۔ **ہو فَوعَلٌ من الکثرۃ وہو المفرط الکثرۃ۔** کوثر فوعل کے وزن پر ہے کثرت سے جس کے معنے ہیں بہت زیادہ کثرت' تفسیر جلالین میں ہے۔ **انا اعطینٰک یا محمّد الکوثر ہو نہر فی الجنّتہ ہوحوضہ' ترد علیہ امتہ' او الکوثر الخیر الکثیر من النّبوۃ والقران والشفاعتہ و نحوھا۔"**

یا محمّد! ہم نے تم کو کوثر عطا فرمایا۔ یہ نہر ہے جنت میں اور آپ کا یہ حوض ہے

جس پر آپ کی اُمّت وارد ہوگی یا کوثر خیر کثیر ہے نبوّت سے اور قرآن سے اور شفاعت اور اسی طرح کی دوسری نعمتیں۔" تفسیر صاوی میں کوثر کی تشریح میں پندرہ اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ **السادس عشر الخیر الکثیر الدنیوی والاخروی و کل من ہذہ الاقوال تحقیق بہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فوق ذالک مما لا یعلم غایتہ' الا اللہ تعالیٰ۔** سولھواں قول یہ ہے کہ کوثر سے مراد دنیوی اور اخروی خیر کثیر ہے اور یہ تمام اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بالتحقیق ثابت ہیں اور کوثر سے ان تمام چیزوں سے اور بھی زیادہ اتنا کچھ مراد ہے جس کی حد و انتہا اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا عطا فرمایا ہے کہ تمام مخلوق مل کر بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتی اور یہ ساری دنیا اس عطائے کوثر کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **قل متاع الدنیا قلیل۔** تمام دنیا کا ساز و سامان' وہ سب کچھ جو دنیا میں ہے قلیل ہے پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مالک کائنات بہ عطائے الٰہی ہونا اسی آیت مبارکہ سے ثابت ہے کہ اے محبوب بے شک ہم نے آپ کو بہت ہی کثرت سے عطا فرمایا جس میں یہ کائنات بھی شامل ہے۔ غور کا مقام ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک ہم نے آپ کو بہت کچھ نہایت کثرت سے عطا فرما دیا ہے مگر منکرین وہابیہ کہتے ہیں۔ اللہ نے اپنے رسول کو کچھ بھی عطا نہیں کیا۔ حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں ہیں۔ **نعوذ باللہ من ہفوات الوہابیہ۔** تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ **قولہ انا اعطینٰک الکوثر ای انا اعطینٰک الکثیر فاعط انت الکثیر ولا تبخل۔** اللہ تعالیٰ کے ارشاد **انا اعطینٰک الکوثر** کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو بہت کچھ کثرت سے عطا فرمایا پس آپ کثرت سے (سوالیوں' محتاجوں کو) عطا فرمائیں اور (عطا فرمانے میں) بخل نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان دیکھئے اور

علمائے حق مفسّرین کی تفسیروں کو دیکھئے اور پھر وہابیہ کا بیان ملاحظہ کیجئے۔ اب آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور مفسّرین کے بیان کو صحیح قرار دیں، یا وہابیہ کی خرافات کو مانیں۔ یہ آپ کے فہم و دانش پر چھوڑتا ہوں۔ تاہم حق بات یہ ہے کہ۔

ومن اصدق من اللہ قیلا (الایہ) اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟

نیز۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وما نقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہٗ من فضلہٖ** (پ ۱۰ سورہ توبہ) اور انہیں کیا برا لگا یہی ناکہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔" کسی کو غنی وہی کر سکتا ہے جو خزانوں کا مالک ہو اور مختار بھی ہو۔ نفع پہنچانے پر قادر ہو۔ سخی اور جواد بھی ہو۔ اس آیتہ مقدسہ سے ثابت ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خزانوں کے مالک و مختار ہیں۔ نفع پہنچانے پر قادر ہیں اتنے سخی اور جواد ہیں کہ اپنے فضل سے جس کو چاہیں غنی کر دیتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم غنی کرتے اور فضل و کرم فرماتے ہیں۔ فرمان الٰہی کے مطابق عین ایمان ہے۔ مگر کفار و منافقین کی طرح نجدی وہابیوں کو یہ بات بُری لگتی ہے لہٰذا وہ اِس عقیدہ کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادِ واضح کو نہیں مانتے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ و رسولہٗ وقالوا حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہٖ ورسولہٗ انا الی اللہ راغبون** (پ ۱۰ ع ۱۳) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ و رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔"

اس آیت مقدسہ میں بھی فضل و عطا کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی فرمائی گئی ہے۔ اس کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں واضح فرمایا ہے۔ **انما انا قاسم**

وخازن واللہ یعطی۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۳۹) بے شک میں تقسیم کرنے والا اور خزانچی ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے" ثابت ہوا کہ

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

مگر منکرین وہابیہ نہ قرآن کو مانتے اور نہ حدیث کو لہٰذا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضل و عطاء کے عقیدہ کو شرک قرار دیتے ہیں۔ نیز فرمایا۔ **واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ** (پ ۲۲ ع ۲) اور اے میرے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی" اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نعمت دینے کی نسبت اپنی طرف بھی فرمائی اور اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی طرف بھی۔ اللہ تعالیٰ نعمت عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعمت عطا فرماتے ہیں۔ مگر نجدی وہابی اس کے بھی انکاری ہیں وہ کہتے ہیں۔ سب کچھ اللہ دیتا ہے رسول کچھ نہیں دے سکتا۔ رسول کسی کو کچھ بھی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا اسے تو اپنی جان کے لئے بھی نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہیں ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے کفر ہے۔ اب قارئین بہ نظر انصاف فیصلہ کریں کہ اللہ کی بات سچی ہے یا ان وہابیہ کی بات سچی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے جنّت میں داخلہ کے سرٹیفکیٹ عطا فرمائیں گے اور جہنّمیوں کو جنتی بنائیں گے۔

وروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم یوضع للانبیاء منابر من نور یجلسون علیھا و یبقی

منبری لا اجلس علیه' اوقال لا اقعد علیه' قائما بین یدی ربی مخافته ان یبعث بی الی لجنته و تبقی امتی بعد فاقول - یارب امتی امتی- فیقول الله عزوجل- یامحمد ما ترید ان اصنع بامتک؟فاقول یا رب عجل حسابهم' لیدعی بهم فیحاسبون' فمنهم من یدخل الجنته برحمته' و منهم من یدخل الجنته بشفاعتی فما ازال اشفع حتی اعطی صکا کا برجال قد بعث بهم الی النار حتی ان مالک خازن النار لیقول- یامحمد ما ترکت لغضب ربک فی امتک من نقمته" رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط والبیهقی فی البعث- قال المنذری ولیس فی رواته متروک-

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے نوری منبر رکھے جائیں گے وہ (سب) ان پر بیٹھ جائیں گے- اور میرا منبر (خالی) رہ جائے گا- میں اس پر نہیں بیٹھوں گا-' اپنے رب کے حضور کھڑا رہوں گا اس خوف سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں بھیج دے اور میرے بعد میری امت (بے سہارا) رہ جائے- پس میں عرض کروں گا- اے میرے رب' میری امت' میری امت- تو اللہ عزوجل فرمائے گا- اے محمد! تو اپنی امت کے بارے میں کیا چاہتا ہے؟ (عرض کر) کہ میں ویسے ہی کر دوں- میں عرض کروں گا- اے میرے رب تو ان کا حساب جلد کر دے- پس ان کو بلا کر ان کا حساب کیا جائے گا پس ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جو اس کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ان میں سے کچھ ایسے ہوں گے جو میری شفاعت سے جنت میں جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کرتا جاؤں گا- حتیٰ کہ جن لوگوں کو جہنم کے لئے بھیجا جا چکا ہو گا ان کو (جنت میں داخل کرنے کے لئے) میں دستاویزات (سرٹیفکیٹ) عطا فرماؤں گا یہاں تک کہ جہنم کا خزانچی فرشتہ "مالک" کہے گا- "اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اپنا ایسا کوئی امتی نہیں رہنے دیا جس کو اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کے سبب کوئی سزا دے-" اس حدیث کو طبرانی نے

کبیر اور اوسط میں روایت کیا اور بیہقی نے بعث میں اور منذری نے فرمایا اس حدیث کے راویوں میں کوئی متروک نہیں ہے" رحمتہ اللہ علیہم اجمعین-

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت عطا فرماتے ہیں

جاء فی روایته عن جابر رضی الله عنه انه قال- فقلنا فعلام نبایعک؟ فقال- علی السمع والطاعته فی النشاة والکسل علی النفقته فی العسر وعلی الامر بالمعروف والنهی عن المنکر ولکم الجنته" الحدیث- قال الحافظ ابن حجر و لا حسد' من وجه اخر عن جابر قال کان العباس اخذا بید رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما فرغنا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اخذت واعطیت" اه (فتح الباری ج ۷ صفحه ۲۲۳) رواه احمد (مجمع الزوائد ج ۶ صفحه ۴۸) ای اخذت البیعته واعطیت الجنته-

ایک روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے وقت) ہم نے عرض کی- ہم آپ سے کون سے کاموں پر بیعت کریں؟ فرمایا- "اس پر کہ حکم سن کر قبول کریں گے خوشی و سستی میں (بہ ہر حالت) فرمانبرداری کریں گے' اور تنگدستی میں راہ خدا میں خرچ کریں گے اور نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے پر' اور تمہارے لئے جنت ہے" الحدیث حافظ الحدیث ابن حجر نے "ولا حسد" بھی فرمایا- دوسرے طریق کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بیعت کرتے وقت) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ عنہ کا ہاتھ مبارک پکڑا ہوا تھا پس جیسے ہم (بیعت سے) فارغ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- "میں نے لے لی اور دے دی"- الیٰ آخرہ (فتح الباری رواہ احمد- مجمع الزوائد) ای اخذت البیعته و اعطمت الجنته- یعنی میں

نے بیعت لے لی اور جنت عطا فرما دی۔

اور ایک دوسری روایت میں۔ قال جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لهم تبایعونی علی السمع و الطاعته الی ان قال ولکم الجنته۔ قال فقالوا۔ واللہ لا ندع هذه البیعته ابدا ولا نسلبها ابدا فبا یعناه فاخذ علینا وشرط و یعطینا علی ذالک الجنته۔ قال الهیثمی اصحاب السنن طرفا منه رواه احمد و البزار ورجال احمد رجال الصحیح۔ الی اخره (مجمع الزوائد ج ٦ صفحه ٤٦) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ تم سمع و طاعتہ پر مجھ سے بیعت کرو۔ یہاں تک کہ فرمایا اور تمہارے لئے جنت ہے۔ ان لوگوں نے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس بیعت کو کبھی نہیں چھوڑیں گے اور نہ اسے کبھی توڑیں گے پھر ہم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بیعت کرلی تو حضور نے اس پر ہم سے عہد و پیمان لیا اور اس کے عوض میں ہم بیعت کرنے والوں کو جنت عطا فرما دی۔" محدث ہیثمی علیہ الرحمہ نے فرمایا دوسرے اصحاب السنن محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ امام احمد اور بزار نے اسے روایت فرمایا ہے۔ امام احمد کی روایت کرنے والے سب کے سب صحیح راوی ہیں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیهم اجمعین۔ وعلینا معهم باارحم الراحمین۔ آمین۔

منکر قرآن و حدیث ابو خالد وہابی صفحہ ۲۳ پر "ہوشیار ہو کر غور سے سنئے اللہ تعالیٰ کے فرمان" لکھ کر آیہ مبارکہ۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا مایوحی الی (پ ۷ ع ۱۱) اور صفحہ ۲۴ پر۔ و عندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا ھو اور ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء' اور وما ادری ما یفعل بی ولا بکم' اور قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا۔ اورقل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ماشاء اللہ اور قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔

لکھ کر قرآن مجید سے یہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں۔ نہ حضور غیب جانتے ہیں' نہ حضور اپنے لئے کسی قسم کی بھلائی جمع کرسکے۔ نہ تکلیفوں سے خود کو محفوظ رکھ سکے حضور تو یہ تک نہیں جانتے کہ آئندہ ان کو کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور کسی دوسرے کے لئے کیا کیا پیش آنے ہیں۔ حضور کسی کو نفع نقصان پہنچانے کا ہرگز اختیار نہیں رکھتے۔ حضور کو اپنی جان کے لئے بھی نفع نقصان کا اختیار نہیں ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ نجدی وہابی جو بزعم خود توحید کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں' خود کو قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم سمجھتے ہیں لیکن قرآن مجید کی آیات مبارکہ کے ایسے من گھڑت مفاہیم و مطالب بیان کرتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ تعلیمات قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہوتے ہیں بلکہ ان کے بیان کردہ مفاہیم و مطالب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن و حدیث باہم متصادم ہیں یعنی قرآن کی آیات احادیث کی تردید کر رہی ہیں اور احادیث آیات قرآن کو جھٹلا رہی ہیں۔ گویا اللہ اور رسول ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مثلاً"۔ آیتہ مبارکہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔" سے وہابی یہ مطلب نکالتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالکل خالی ہاتھ ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے خزانوں میں سے کچھ بھی نہیں دیا تو وہ کسی کو کیا دے سکتے ہیں؟ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی (بخاری) زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں میرے ہاتھ (قبضہ) میں دے دی گئیں۔

نیز فرمایا۔ انما انا قاسم و خازن واللہ یعطی (صحیح بخاری صفحہ ۴۳۹ جلد اول) بے شک میں تقسیم کرنے والا اور خزانچی ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔" نیز

فرمایا۔ **وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض** (بخاری صفحہ ۵۰۸ جلد اول اور صحیح مسلم صفحہ ۲۵۰ جلد دوم) اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئیں" نیز فرمایا **فانی انا ابو القاسم اقسم بینکم** (صحیح مسلم صفحہ ۲۰۶ جلد دوم) پس بلاشبہ میں ابوالقاسم ہوں تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔" نیز فرمایا= **ما اعطیکم ولا امنعکم انما انا قاسم اضع حیث امرت** (صحیح بخاری صفحہ ۴۳۹ ج ۱) میں نہ ذاتی طور پر تمہیں کچھ عطا فرماتا ہوں اور نہ ذاتی طور پر تم سے کچھ روکتا ہوں میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کسی کو کچھ دیتا یا روکتا ہوں۔" ارشادات سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے بہ عطائے الٰہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں۔ حضور کے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ تمام مخلوقات کو جو بھی نعمتیں مل رہی ہیں باذن الٰہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ سے تقسیم ہو رہی ہیں۔

ے

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے۔

لیکن بدنصیب وہابیہ کا ہزماسٹرز وائس' ابو خالد نجدی وہابی نہ صرف یہ کہ ان تمام صحیح احادیث کا منکر ہے۔ بلکہ ان صحیح احادیث کے مطابق عقیدہ و ایمان رکھنے والے تمام مسلمانوں کو مشرک کا فر ٹھہراتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدی وہابی حضرت رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کے مخالف ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بے ایمان ہیں کہ فرمایا۔ **لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا" لما جئت بہ رواہ فی شرح السنتہ** (مشکوۃ باب الاعتصام) تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے (احکام اسلام) کے تابع نہ ہو۔"

مسئلہ علم غیب

وہابی چونکہ خوارج الاصل ہیں۔ انہی کے اصول کے مطابق۔ **قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب**۔ اور **وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو** اور **و کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء**۔ آیات مقدسہ پیش کر کے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب بہ عطائے الٰہی کو بھی شرک فی العلم قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔ "غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ (تقویتہ الایمان) اور نقال وہابیہ ابو خالد لکھتا ہے۔ "اول۔ اللہ وحدہ لاشریک اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ نزدیک ہے وہ محض اپنے فضل و کرم سے بغیر کسی وسیلہ' واسطہ اور ذریعہ کے سب کی پکار سنتا ہے' سب کا نگہبان ہے ہر جگہ ہر حال میں حاضر و ناظر رہنا اور ہر چیز کی خواہ وہ دور ہو یا نزدیک چھپی ہو کھلی' اندھیرے میں ہو یا اجالے میں آسمانوں میں یا زمینوں میں' پہاڑوں کی چوٹی پر' سمندر کی تہہ میں خبر رکھنا اسی کی شان ہے۔ اگر کوئی کسی نبی' ولی' پیر یا شہید کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے' اٹھتے' بیٹھتے ہر دم اس کا نام جپے' نزدیک یا دور سے اس کو پکارے' مصیبت کے وقت اس کی دہائی دے' دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے' اس کے نام کا ختم پڑھے' اس کی صورت کا تصوّر باندھے' اس کو واقف راز خفی و جلی جانے وہ شخص مشرک ہو جاتا ہے= یہ شرک فی العلم ہے (۱۴-۱۵) آیئے اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

اللہ جل شانہ 'کا ارشاد ہے' **وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولا کن اللہ**

یجتبی من رسلہ من یشاء فآمنوا باللہ ورسلہ (پ ۴ ع ۹) اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں چن لیتا اپنے رسولوں سے جسے چاہے (تو ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں' اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ **الصلوۃ والسلام** کو غیوب کے علوم عطا فرمائے اور غیوب کے علم آپ کا معجزہ ہیں۔" تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر" اور تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے۔" تفسیر جلالین میں ہے۔ **والمعنیٰ۔ لا کن اللہ یجتبی ای یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی غیبہ۔** اس کے یہ معنے ہیں کہ۔ لیکن اللہ چن لیتا ہے یعنی دوسرے رسولوں میں سے جسے چاہے پسند فرما لیتا ہے تو اسے اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے" اور تفسیر روح البیان صفحہ ۱۳۲ جلد دوم مطبوعہ بیروت میں ہے۔ **فان غیب الحقائق والا حوال لا ینکشف بلا واسطۃ الرسول۔** بلاشبہ۔ اللہ تعالیٰ۔ رسول کے واسطہ (ذریعہ) کے بغیر حقائق اور احوال کا غیب منکشف نہیں کرتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیما** (پ ۵ ع ۱۴) اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے (امور دین و احکام شرع و علوم غیب۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب و حکمت کے اسرار و حقائق پر مطلع کیا۔ تفسیر خزائن العرفان) اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔" کہ تمہیں ان نعمتوں کے ساتھ ممتاز کیا۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ **ای من الاحکام والغیب۔**۔ یعنی۔ احکام اور غیب کے علوم آپ کو عطا فرمائے۔

تفسیر مدارک التنزیل صفحہ ۲۵۰ جلد اول میں ہے۔ یعنی **من احکام الشرع و امور الدین و قیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم و قیل معناہ علمک من خفیات الامور و اطلعک علی ضمائر القلوب و علمک من احوال المنافقین و**

کیدھم من امور الدین والشرائع او من خفیات الامور و ضمائر القلوب۔" یعنی شریعت کے احکام اور امور دین کا علم عطا کیا۔ اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ تم کو علم غیب میں سے وہ باتیں سکھا دیں جن کا تمہیں علم نہ تھا۔ اور یہ معنے بھی بیان کئے گئے ہیں کہ تم کو پوشیدہ امور کا علم دے دیا اور دلوں کے پوشیدہ رازوں پر مطلع کر دیا اور منافقوں کے احوال اور ان کے مکر و فریب بتا دیئے۔ دین و شریعت کے امور سکھا دیئے۔ چھپے امور اور دلوں کے بھیدوں کا علم دے دیا۔" تفسیر مظہری میں ہے **و علمک العلوم بالاسرار والمغیبات۔** آپ کو اسرار (پوشیدہ باتوں) اور مغیبات کے علوم عطا کر دیئے۔" تفسیر کشاف ۵۶۳ جلد اول میں ہے۔ **من خفیات الامور و ضمائر القلوب او من امور الدین والشرائع۔** اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھپے امور اور دلوں کے پوشیدہ رازوں کا علم دیا۔ یا امور دین اور شریعت کے احکام سکھائے۔" اور تفسیر حسینی فارسی صفحہ ۱۲۴ میں ہے۔ آں علم ما کان و یکون ہست کہ حق سبحانہ' در شب اسراء بداں حضرت عطا فرمود چنانچہ در حدیث معراج ہست کہ من در زیر عرش بودم قطرہ در حلق من ریختند فعلمت ما کان وما یکون۔" یہ ما کان وما یکون (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم ہے کہ حق سبحانہ' نے معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا چنانچہ حدیث معراج میں ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا کہ میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو مجھے تمام گذشتہ و آئندہ واقعات کا علم حاصل ہو گیا۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان** (پ ۲۷ ع ۱۱) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا' انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا **ما کان و ما یکون** کا بیان انہیں سکھایا۔ انسان سے اس آیت میں سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں اور بیان سے **ما کان و ما یکون** کا بیان کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اولین و آخرین کی خبریں دیتے تھے۔" (تفسیر خزائن العرفان)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے **خلق الانسان ای محمّدا" علیہ السلام علّمہ البیان** یعنی بیان **"ماکان و مایکون"** پیدا کیا انسان کو محمد علیہ السلام کو اس کو بیان سکھایا یعنی **ماکان و مایکون** کا بیان۔"

اور تفسیر خازن میں ہے **قیل اراد بالانسان محمّدا" صلّی اللّٰہ علیہ وسلم علّمہ البیان یعنی بیان ماکان و مایکون لانہ علیہ السلام نباء عن خبر الاولین والاخرین و عن یوم الدین**۔ علماء حق نے فرمایا : اللہ کی مراد انسان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کو بیان سکھایا یعنی **ماکان و مایکون** کا بیان اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے اولین و آخرین کی خبریں دی ہیں اور قیامت کے دن کی خبر دی ہے۔"

حضور حاضر ناظر ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا" و مبشرا" و نذیرا" و داعیا" الی اللہ باذنہ و سراجا" منیرا"** (پ ۲۲ ع ٦) اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا چراغ" اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ کو **یاایھا النبی** سے خطاب فرمایا۔ "نبی" نباءٌ سے مشتق ہے۔ نباءٌ کے معنے ہیں۔ خبر۔ آگاہی۔ نبی۔ اسم فاعل ہے اس کے معنے ہیں خبریں دینے والا۔ آگاہ کرنے والا۔ خبریں وہی دے سکتا ہے جو خبروں سے واقف ہو۔ جانتا ہو= علم رکھتا ہو۔ آگاہ وہی کر سکتا ہے جسے آگاہی حاصل ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کی پیدائش سے پہلے سے لے کر تا قیامت اور احوال قیامت۔ اور قیامت کے بعد جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور جہنمیوں کے جہنم میں جانے اور جنت و دوزخ کے احوال کی غیبی خبریں مخلوق کو بتائیں۔ اس سے واضح ہے کہ سرکار

دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ اعلام الٰہی تمام حالات۔ احوال۔ واقعات سے باخبر ہیں۔ کائنات کے ذرہ ذرہ کی حقیقتوں سے واقف ہیں۔ بہ تعلیم خداوندی مغیبات کے عالم ہیں۔ خالق کی ذات و صفات اور علوم ظاہر و باطن اور مخلوق کے اوّلین و آخرین کے سارے علم حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام میں جمع ہیں اور مخلوق الٰہی میں **فوق کل ذی علم علیم** حضور ہی ہیں۔ جس آنکھ نے خالق کائنات کو معراج میں دیکھا ہو مخلوق کس طرح اس سے چھپ سکتی ہے؟

انّا ارسلنک۔ بے شک ہم نے تم کو بھیجا۔ نبوّت کے ساتھ رسالت کا ذکر فرمایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق کو پہنچاتے ہیں اور ہمارے بھی رسول ہیں کہ ہماری عرضداشتیں بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔ ہماری حاجات پوری کراتے ہیں مشکلات حل کراتے ہیں۔ حضور خالق و مخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ **شاھدا"**۔ حاضر و ناظر۔ شاھد یعنی گواہ۔ گواہی اُسی کی مقبول و معتبر ہوتی ہے جو موقعہ واردات پر موجود ہو اور حال واقعہ کو بچشم خود دیکھے۔ یعنی حاضر بھی ہو اور ناظر بھی ہو۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام خالق کے بھی گواہ ہیں اور مخلوق کے بھی گواہ ہیں۔ خلق کے سامنے خالق کے جنت، جہنم اور تمام غیبی چیزوں کے گواہ ہیں۔ حضور دنیا میں تشریف آوری سے پہلے خالق کے قرب خاص میں رہ کر تمام چیزوں کا مشاہدہ فرما کر یہاں تشریف لائے اور آخرت میں خالق کے سامنے مخلوق کے گواہ ہوں گے۔ تفسیر روح البیان پ ۲٦ سورہ فتح زیر آیت **انا ارسلنک شاھدا" و مبشرا" و نذیرا"**۔ فرماتے ہیں۔ **فانہ لما کان اول مخلوق خلقہ اللہ کان شاھدا" بوحدانیتہ الحق و شاھدا بما اخرج من العدم الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والارکان والاجساد والمعادن والنبات والحیوان والملک والجن والشیطان والانسان و غیر ذالک لئلا یشذ عنہ مایمکن للمخلوق و اسرار افعالہ و عجائبہ فشاھد خلقہ و**

ماجرای علیہ من الاکرام والاخراج من الجنتہ بسبب المخالفتہ وما تاب اللہ علیہ الی اخر ماجری اللہ علیہ۔" بلاشبہ جب کہ آپ (علیہ الصلوۃ والسلام) اللہ کی تمام مخلوق سے پہلے اولین مخلوق تھے تو آپ تمام عالم کے پیدا ہونے سے پہلے حق تعالیٰ کی وحدانیت کا مشاہدہ فرماتے تھے اور جو ارواح۔ نفوس۔ اجرام۔ ارکان۔ اجسام۔ معادن۔ نباتات۔ حیوانات۔ ملائکہ جن۔ شیطان۔ انسان اور ان کے علاوہ جو کچھ عدم سے وجود میں نکالے گئے یعنی تمام مخلوق جو پیدا کی گئی ان سب کا مشاہدہ فرما رہے تھے تاکہ مخفی نہ رہیں آپ سے رب کے وہ اسرار و عجائب جو کسی مخلوق کے لئے ممکن ہیں۔ آپ نے آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا۔ ان کی تعظیم ہونا۔ اور خطا پر جنت سے ان کا اخراج اور پھر ان کی توبہ قبول ہونا آخر تک ان کے سارے معاملات جو ان پر گزرے سب کو دیکھا اور آپ نے شیطان کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گزرا وہ سب کچھ دیکھا۔"

سلام اُس پر کہ جس نے اِس کو اُس کو سب کو دیکھا ہے
سلام اُس پر کہ جس نے چشم سر سے رب کو دیکھا ہے

تفسیر فتح العزیز میں زیر آیتہ **ویکون الرسول علیکم شھیدا۔** (پ ۲ ع ۱) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔" وباشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی ماندہ است کدام است پس اوے شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اخلاص شمارا و نفاق شمارا۔" اور تمہارا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہوگا اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام مطلع ہیں اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے رتبہ دین پر کہ وہ آپ کے دین میں کس درجہ پر پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ ترقی سے رہ گیا وہ حجاب کون سا ہے پس حضور علیہ الصلوۃ والسلام پہچانتے ہیں

تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے اچھے اور برے اعمال کو اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام تمہارے اخلاص کو بھی جانتے ہیں اور تمہارے نفاق کو بھی پہچانتے ہیں" لہٰذا آپ کی گواہی دنیا میں شرع کے حکم سے امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

قرآن مجید میں اور بھی بہت آیات مقدسہ ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی اور حاضر و ناظر ہونے کا واضح بیان ہے۔ تاہم فقیر بہ نظر اختصار اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ صاحب ایمان کے لئے یہی کافی ہے۔

ہو شرم تو کافی ہے بس اک حرف صداقت بھی
بے شرم کو کافی نہیں دفتر نہ صحیفے

قرآنی درس توحید لکھنے والے ابوخالد نجدی وہابی کو لازم ہے کہ وہ یہ بتائے کہ مندرجہ بالا آیات مقدسہ قرآن میں ہیں' یا نہیں؟ تو پھر کیا وجہ ہے وہ اپنے پیشرو شیطان کے ایجنٹ وہابیہ کی طرح ان آیات مقدسہ سے آنکھ بند کر کے صرف وہی آیات مقدسہ لکھ کر دھوکہ دینے اور گمراہی پھیلانے کی ناکام کوشش کرتا ہے جن آیات قران مجید میں علم غیب ذاتی کی نفی مقصود ہے۔ علم غیب عطائی کی ہرگز نفی مقصود نہیں ہے۔؟

آیئے اب اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب۔ صاحب قرآن۔ جان ایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ سے ایمان کو تازہ کریں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "**ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا و الی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمتہ کانما انظر الی کفی ھٰذہ۔**" (طبرانی۔ مواہب اللدنیہ اور نسیم الریاض مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۸ جلد دوم) امام زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں **ای اظھر و کشف لی الدنیا۔** بے شک اللہ

تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کی ہر چیز ظاہر فرما دی اور ہر بات کھول دی ہے پس میں دنیا کی تمام چیزوں کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں واقعات و حالات ہونے والے ہیں سب کو اس طرح واضح طور پر دیکھ رہا ہوں جس طرح میں اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔"

نیز فرمایا۔ **انی فرطکم و انا شھید علیکم و انی واللہ لانظر الٰی حوضی الآن وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض۔ الحدیث** (بخاری جلد اول صفحہ ۵۰۸ اور مسلم جلد دوم صفحہ ۲۵۰) میں (آخرت میں) تمہارے لئے ساز و سامان اور تمہاری بہتری و آسائش کا انتظام کرنے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قسم بے شک میں اب بھی حوض کوثر کو ملاحظہ فرما رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔" نیز فرمایا۔ **انی اریٰ مالا ترون واسمع مالا تسمعون** (امام احمد۔ ترمذی۔ اور ابن ماجہ) بلاشبہ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔" نیز فرمایا۔ "**عرضت علیّ اعمال امتی حسنھا وسیئھا۔** الحدیث۔ (صحیح مسلم۔ مشکوٰۃ باب المساجد) مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے گئے۔" یعنی تاقیامت میرا جو امتی جو اچھا یا برا عمل کرے گا وہ سب مجھے دکھائے گئے۔ نیز فرمایا۔ **فعلمت مافی السموات والارض۔** الحدیث (دارمی۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ باب المساجد) تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا" محدث علامہ علی قاری علیہ الرحمتہ شرح مشکوٰۃ مرقاۃ (۲۱۰ جلد ۲) میں فرماتے ہیں۔ "**قال ابن حجر۔ ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقھا کما یستفاد من قصتہ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای و جمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن الثور والحوت الذین علیھما الارضون کلھا۔**" ابن حجر علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ یہ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسعت علم کی کھلی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتوں آسمانوں بلکہ ان آسمانوں سے اوپر کی تمام چیزوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے نیچے کے ذرہ ذرہ اور قطرے قطرے بلکہ مچھلی اور بیل جن پر سب زمینیں قائم ہیں ان سب کا علم کلی عطا فرمایا۔" نیز سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **فتجلّٰی لی کل شئٍ و عرفت۔ الحدیث** (احمد۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ) تو میرے لئے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔" یعنی عالم علوی۔ عالم سفلی۔ عالم غیب اور عالم شہادت کا ہر ذرہ مجھ پر فقط منکشف ہی نہ ہوا بلکہ میں نے ہر ایک کو الگ الگ پہچان لیا۔ علم اور معرفت میں بڑا فرق ہے۔ مجمع پر نظر ڈال کر جان لینا کہ یہاں دو لاکھ آدمی بیٹھے ہیں یہ علم ہے اور ان میں سے ہر ایک کے سارے حالات سے واقف ہو جانا معرفت ہے۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم پوری کائنات کو محیط ہے۔

حضور نے تاقیامت تمام حالات و واقعات بیان فرما دیئے

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی اور منبر پر چڑھے اور نماز ظہر تک خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر اترے۔ نماز ظہر پڑھ کر پھر منبر پر چڑھے اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ نماز عصر کا وقت آگیا۔ پھر اترے نماز عصر پڑھی پھر منبر پر چڑھے (اور خطبہ ارشاد فرمایا، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا (یعنی فجر سے مغرب تک سارا دن خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ احکام کا نہ تھا بلکہ غیبی خبریں دینے کا تھا) **فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیٰمۃ قال فاعلمنا احفظنا۔** رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب فی المعجزات) تو ہم کو ان تمام چیزوں کی خبر دی جو قیامت کے دن تک ہونے والا ہے۔ فرمایا۔ پس ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جس نے ان باتوں کو زیادہ یاد رکھا۔

منکرّین علم حضور منافقوں کو جواب

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ارشاد فرمایا: مجھ پر میری تمام اُمّت اپنی صورتوں کے ساتھ پیش کی گئی اور مجھے معلوم ہوگیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا۔" اس پر منافقین نے استہزاء" کہا۔: محمد کا یہ زعم ہے کہ جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے وہ ان کے متعلق بھی جانتا ہے کہ کون ان میں سے ایمان لائے گا اور کون انکار کرے گا حالانکہ ہم (منکرین علم غیب منافق) ان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہمیں تو وہ پہچانتا نہیں۔" ان کی اس بات پر حضور منبر پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا۔ **مابال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی عن شی فیما بینکم و بین الساعتہ الا نبئتکم بہ۔** کیا حال ہے ان لوگوں کا جو میرے علم پر طعن کرتے ہیں (اے منکرو) اب سے لے کر قیامت تک جس چیز کے متعلق مجھ سے سوال کرو میں تمہیں اسکا جواب دے سکتا ہوں۔" (تفسیر خازن۔ تفسیر معالم التنزیل۔ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر قادری۔ تفسیر جامع البیان۔ تفسیر حسینی وغیرہم)

میرا باپ کون ہے؟ یا رسول اللہ

عن ابی موسیٰ قال سئل النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم عن اشیاء کر ھھا فلما اکثر علیہ غضب ثم قال للناس سلونی عما شئتم فقال رجل من ابی۔ قال ابوک حذافتہ فقام اخر فقال من ابی یارسول اللّٰہ۔ قال ابوک سالم مولی شیبتہ فلما رایٰ عمر مافی وجہہ قال یارسول اللّٰہ انا نتوب الی اللّٰہ عزوجل (صحیح بخاری صفحہ ۲۰)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور سے لوگوں نے کچھ ایسے سوال کئے جن سے حضور نے کراہت فرمائی جب اس قسم کے سوال کثرت

سے کئے گئے تو حضور جلال میں آگئے اور فرمایا "اچھا جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔" ایک شخص نے کہا۔ "میرا باپ کون ہے؟" حضور نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔" پھر دوسرا شخص اٹھا اور اس نے پوچھا اور میرا باپ کون ہے یا رسول اللہ" حضور نے فرمایا: تیرا باپ سالم ہے: شیبہ کا آزاد کردہ غلام۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ **الصلوۃ** والسلام کے چہرہ پر آثار جلال و غضب دیکھے تو عرض کی یارسول اللہ ہم اللہ کی طرف توبہ کرتے ہیں۔" اندازہ لگائیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہ عطائے الٰہی کس قدر علوم غیب حاصل ہیں۔ کوئی شخص خواہ کتنا بڑا عالم محقق کیوں نہ ہو یقین و تحقیق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شخص فلاں کا واقعی بیٹا ہے اور فلاں شخص فلاں کا واقعی باپ ہے، رحم مادر میں جس کا نطفہ ٹھہرا ہو وہ بچہ اس کا بیٹا ہوتا ہے، کسی شخص کے متعلق صرف اس کی ماں ہی جانتی ہے کہ وہ کس کے نطفہ سے ہے۔ اور وہی بتا سکتی ہے کہ فلاں کا بیٹا ہے مگر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب دیکھئے کہ جس بات کو صرف ماں ہی جانتی ہے حضور اس بات کو بھی جانتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

میں دجّال کے مخالف مجاہدین کے باپ داداؤں کے نام جانتا ہوں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں۔ شامی مسلمانوں اور رومی کفار کی اس چار روزہ شدید جنگ کے حالات بالتفصیل بیان فرمائے جو قریب قیامت ہوگی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں رومی کفار بہت بڑی تعداد میں مارے جائیں گے اور کفار کو شکست ہوگی۔ اور مسلمان مجاہدین بھی بڑی تعداد میں شہید ہو جائیں گے بقیہ غازی اپنے بچے کھچوں کو شمار کریں گے تو حالت یہ ہوگی کہ جس قبیلہ کے سو آدمی جہاد میں آئے تھے ان میں سے ایک بچا ہوگا ننانوے شہید ہو چکے ہوں گے یعنی ایک فی صد بچے گا۔ دریں اثناء ایک چیخنے کی آواز آئے گی کہ دجّال ان کے بال بچوں میں پہنچ گیا تو مسلمان سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ادھر متوجہ ہو جائیں گے تاکہ اپنے اہل عیال کو دجّال سے بچالیں اور دس سواروں کو دجّال کی خبر کی تحقیقات کے لئے بھیجیں گے۔ **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا عرف اسمانھم و اسماء اباءھم و الوان خیولھم ھم خیر فوارس او من خیر فوارس علیٰ ظھر الارض یومئذ۔** رواہ مسلم ۔ (مشکوۃ باب الملاحم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان کے نام اور ان کے باپ داداوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں' وہ لوگ اس دن روئے زمین پر بہترین سوار ہوں گے۔"

تاقیامت فتنہ گر پیشواؤں کے نام معہ ولدیت و قبیلہ بتادیئے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ واللہ ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **من قائد فتنۃ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ من معہ ثلاث ماۃ فصاعدا الا قد سماہ لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلتہ۔** رواہ ابوداؤد (مشکوۃ کتاب الفتن) اللہ کی قسم' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ختم ہونے تک کے تمام فتنہ گر پیشواؤں کو جو تین سو یا کچھ زیادہ ہیں نہیں چھوڑا مگر ہم کو ان کے نام بتادیئے۔ اس کا نام اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام۔" یعنی فتنہ پیدا کرنے والے بڑے بڑے پیشواؤں کے نام بتادیئے جن میں سے ہر ایک کے ماتحت ہزارہا فتنہ گر ہوں گے۔ تمام عرب و عجم' مشرق و مغرب' شمال و جنوب کے فتنہ گر سب ہی بتادیئے۔

نبی ہمارا خدا کا پیارا رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے
خدا کے اذن وعطا سے بے شک خبیر بھی ہے علیم بھی ہے

سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تمام جنّتیوں اور جہنّمیوں کا علم ہے

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فی یدہ کتابان فقال اتدرون ما ھذان الکتابان فقلنا لا یارسول اللہ الا ان تخبرنا فقال للذی فی یدہ الیمنی ھذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماء اھل الجنۃ واسماء اٰبائھم و قبائلھم ثم اجمل علیٰ اٰخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص

منهم ابدا ثم قال الذی فی شماله هذا کتاب من رب العالمین فیه اسماء اهل النار واسماء اٰبائهم و قبائلهم ثم اجمل علیٰ اٰخرهم فلا یزاد فیهم ولا ینقص منهم ابداً۔ الیٰ اٰخر الحدیث (ترمذی جلد دوم صفحہ ۳۲ اور مشکوۃ باب القدر) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ حضور کے ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ دو کتابیں کیا ہیں؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ، ہم نہیں جانتے بجز اس کے کہ آپ ہمیں خبر دیں، تو حضور نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے داہنے ہاتھ میں تھی۔ یہ کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں اہل جنت کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر اس کے اخیر میں کل جمع کی میزان لکھی ہوئی ہے اس میں ہرگز نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا۔ پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو حضور کے بائیں ہاتھ میں تھی۔ یہ کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں جہنمیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں پھر اخیر میں کل جمع کی میزان لکھی گئی ہے پس اس میں نہ ہرگز زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا۔ قرآن و حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باذن و عطاء الٰہی۔ ماکان وما یکون کا علم حاصل ہے۔ مگر باطل پرست نجدی وہابی قرآن و حدیث کی صریحاً مخالفت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے۔

"کسی انبیاء و اولیاء یا امام یا شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے۔" (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۱) نیز لکھتا ہے۔ "غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟" (تقویۃ الایمان صفحہ ۸۲) اور "قرآنی درس توحید" کتابچہ

کا مرتب ابو خالد خارجی، شیطانی توحید کا درس دیتے ہوئے لکھتا ہے "اللہ وحدہ لاشریک اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ نزدیک ہے وہ محض اپنے فضل و کرم سے بغیر کسی وسیلہ، واسطہ، اور ذریعہ کے سب کی پکار سنتا ہے سب کا نگہبان ہے ہر جگہ ہر حال میں حاضر و ناظر رہتا اور ہر چیز کی خواہ وہ دور ہو یا نزدیک چھپی ہو کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے ہیں، آسمانوں میں یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹی پر سمندر کی تہہ میں خبر رکھنا اسی کی شان ہے۔ اگر کوئی کسی نبی، ولی، پیر یا شہید کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے .... اس کو واقف راز خفی و جلی جانے وہ شخص مشرک ہو جاتا ہے۔ یہ شرک فی العلم ہے۔" (صفحہ ۱۴-۱۵) اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفہاء الاحلام وہابی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کو جھٹلاتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔ یہ بدبخت وہابی اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خداداد علم غیب کا انکار کر کے خود کو وحشی درندوں اور ابوجہل لعین سے بھی بدتر ثابت کر رہے ہیں۔ چنانچہ۔ ملاحظہ ہو۔

درندہ بھیڑیئے کی گواہی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک بھیڑیا کسی بکریوں کے چرواہے کی طرف گیا اور ایک بکری پکڑ کر لے گیا چرواہے نے اسے تلاش کر لیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ بھیڑیا ایک ٹیلہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور دم دبائی اور بولا۔ "اللہ نے مجھے روزی دی میں نے اسے پکڑ لیا اور تو نے مجھ سے چھین لی۔" چرواہا بولا: "اللہ کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا۔ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے (تعجب ہے کہ بھیڑیا انسانی زباں میں باتیں کر رہا ہے) فقال الذئب اعجب من هذا رجل فی

النخلات بین الحرّتین یخبر کم بما مضیٰ وما ھو کائن بعد کم۔" تو بھیڑیا بولا۔ "اس سے عجیب تر یہ ہے کہ ایک صاحب دو پہاڑوں کے بیچ کھجوروں کے جھنڈوں میں سے تم کو ساری گذشتہ اور تمہارے بعد میں ہونے والی باتوں کی خبر دے رہے ہیں (یعنی تمام غیبی خبریں دے رہے ہیں۔ از آدم علیہ السلام تا قیامت ہر بات لوگوں کو بتا رہے ہیں) وہ چرواہا یہودی تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ خبر سنائی اور مسلمان ہوگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ قیامت کے آگے کی نشانیاں ہیں (یعنی بھیڑیئے کا انسان سے کلام کرنا علامات قیامت سے ہے اور اب قیامت قریب ہے) قریب ہے کہ ایک شخص (گھر سے) نکلے گا تو نہ لوٹے گا حتیٰ کہ اس کے جوتے اور اس کا کوڑا اسے ان باتوں کی خبریں دیں گے جو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں نے کیں۔" رواہ شرح السنتہ (مشکوۃ باب فی المعجزات) یعنی قریب قیامت کوئی شخص اپنا جوتا اپنا کوڑا اپنے گھر چھوڑ جائے گا وہ دونوں گھر والوں کی آوازیں ان کے کام کیچ کرلینگے اس شخص کے آنے پر یہ دونوں سب کچھ بتا دیں گے یہ زمانہ اب بہت ہی قریب معلوم ہوتا ہے۔ ٹیپ ریکارڈر۔ وغیرہ ایجاد ہو چکے ہیں۔ اس ارشاد حضور سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو پندرہ سو سال بعد کی سائنسی ایجادات کا بھی علم حاصل ہے۔

اگر تو رسول ہے تو بتا میری مُٹھّی میں کیا ہے؟

عارف باللہ مولانا رومی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز نے یہ واقعہ۔ مثنوی معنوی میں بیان فرمایا

سنگہا اندر کف بوجہل بود	**گفت اے احمد بگو ایں چیست زود**
گر رسولی چیست در دستم نہاں	چوں خبرداری ز راز آسماں

ابو جہل کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جلدی بتاؤ یہ کیا ہے؟

اگر تو رسول ہے تو بتا میرے ہاتھ میں کیا چیز پوشیدہ ہے جب کہ تو آسماں (تک) کے بھیدوں سے واقف ہے۔

گفت چوں خواہی بگویم کاں چہاست	یا بگویند آنکہ ما حقیم و راست

حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تو چاہے تو میں بتاؤں کہ یہ کیا ہے یا وہ چیزیں خود بول اٹھیں کہ ہم سچے اور برحق رسول ہیں۔

گفت بوجہل آں دوم نادر ترست	گفت آرے حق ازاں قادر ترست

ابو جہل نے کہا وہ دوسری بات عجیب ہے وہ کرو۔ حضور نے فرمایا ہاں اللہ اس سے بھی زیادہ قادر ہے۔

گفت شش پارہ حجر در دست تست	بشنو از ہر یک تو تسبیح درست

فرمایا تیرے ہاتھ میں چھ پتھریاں ہیں اب ہر ایک سے صاف لفظوں میں تسبیح سن لے۔

از میان مشت او ہر پارہ سنگ	در شہادت گفتن آمد بے درنگ

(اس (ابو جہل) کی مٹھی سے ہر پتھری بلا توقف کلمہ شہادت پڑھنے لگی۔

لا الہ گفت و الا اللہ بگفت گوہر احمد رسول اللہ سفت

اور بولی **لا الہ الا اللہ** ساتھ ہی **محمد رسول اللہ** کا موتی پرو دیا۔

چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں — زد ز خشم آں سنگہا را بر زمیں

جب ابوجہل نے پتھریوں سے یہ سنا تو غصے کے ساتھ ان پتھریوں کو زمین پر دے مارا۔

گفت نبود مثل تو ساحر دگر — ساحراں را سر توئی و تاج سر

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ تم سا کوئی جادوگر نہ ہو گا تم ہی جادوگروں کے سردار اور افسر ہو۔

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت — گشت در خشم و بسوئے خانہ رفت

جب گرم مزاج ابوجہل نے وہ معجزہ دیکھا تو غضبناک ہوا اور گھر کی راہ لی۔

رہ گرفت و رفت از پیش رسول — اوفتاد اندر چہ آں زشت سفول

اپنی راہ لگا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سے چلتا بنا وہ بدخو پستخیال چاہ گمراہی میں گر گیا

معجزہ را دید و شد بدبخت و زفت — سوئے کفر و زندقہ شد تیز رفت

خاک بر فرقش کہ بدکور و لعین — چشم او ابلیس آمد خاک بیں

اسکے سر پر خاک پڑے کیونکہ وہ ازل سے اندھا تھا اور ملعون تھا اس کی آنکھ ابلیس کی آنکھ تھی جو آدم علیہ السلام کے مادہ خاکی کو دیکھنے والا اور ان کے فضائل و کمالات سے چشم پوشی کرنے والا ہے۔ ابوجہل لعین کافر ہونے کے باوجود یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ کا رسول وہی ہو سکتا ہے جو غیب کی باتیں جانے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس نے اپنی مٹھی میں پوشیدہ کنکریوں کے بتا دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر اشقیاء ازلی مسلمان کہلاتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا رسول وہی ہو سکتا ہے جو غیب کی باتیں نہ جانے' اس لحاظ سے یہ لوگ ابوجہل سے بھی بدتر ہیں۔

مولای صلّ وسلّم دائما" ابدا" — علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّہم

اللہ و رسول کے فضل و کرم سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں نجدی وہابیہ کے اس عقیدہ باطل کی مدلل طور پر مکمل تردید ہو گئی کہ۔ (معاذ اللہ) رسول اللہ کے پاس نہ تو اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی غیب جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب دانائے غیوب علیہ **الصلوۃ** والسلام کے صدقے میں مسلمانوں کو ان شرک فروش۔ دین و ایمان کے لٹیرے وہابیہ کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین اور ہم سب کو۔ اہلسنّت و جماعت کے اس مبنی بر حقیقت عقیدہ پر قائم رکھے۔ کہ حضور علیہ **الصلوۃ** والسلام

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

اللہ کی مرضی سب چاہیں' اللہ رضا ان کی چاہے
ہے جنبش لب قانون خدا قرآن و خبر کی گواہی ہے

گذشتہ صفحات میں قرآن مجید کی وہ آیات مقدسہ اور حدیث شریف کی روایات مبارکہ درج کی جا چکی ہیں جن سے بالوضاحت ثابت ہے کہ ابتدائے پیدائش دنیا سے لے کر قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد کے احوال و واقعات سے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعلام الٰہی واقف ہیں۔ آپ کو ماکان و مایکون کا علم غیب حاصل ہے۔ ترمذی شریف اور مشکوۃ شریف کی حدیث ابھی گزری کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تمام جنتیوں اور جہنّمیوں کو جانتے ہیں ان کے ناموں' ان کے باپ دادوں کے ناموں اور ان کے قبیلوں تک کی خبر آپ کو حاصل ہے۔ مگر شیطانی توحید کے پجاری وہابیوں کے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں اتنے سخت اور سیاہ ہو چکے ہیں کہ ان آیات قرآن و روایات حدیث کو

قبول نہیں کرتے۔ ان کی منحوس آنکھیں اندھی ہیں کہ ان آیات قرآن و روایات کو نہیں دیکھتیں۔ ان کے دل اور دماغ پر شیطان مسلط ہے وہ ان اشقیاء کو ارشادات خدا و رسول خدا تسلیم کرنے سے مانع ہے۔ اس کے باوجود یہ لوگ اس قدر ڈھیٹ اور بے حیاء ہیں کہ خود کو صحیح توحید پرست سچے مسلمان کہلانے سے نہیں شرماتے۔ سچ ہے۔ **اذلم تستحی فاصنع ماشئت۔** بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔

نجدی وہابی اپنی شیطانی ہٹ پر قائم ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننے کو شرک، شرک کی رٹ لگاتے ہیں۔ حسب معمول حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو مطلقاً" بے علم ٹھہرانے کی خاطر قرآن و حدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ آیۃ مبارکہ۔ **قل ماکنت بدعا" من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم** کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور تمہارے ساتھ بھی کیا ہونے والا ہے۔" ملاحظہ ہو۔ (فاران توحید نمبر صفحہ ۹) اور امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے اس حدیث **قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واللّٰہ لا ادری واللّٰہ لا ادری وانا رسول اللّٰہ مایفعل بی ولا بکم** کا ترجمہ یہ لکھا۔ کہا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں پھر قسم ہے اللہ کی کہ نہیں جانتا میں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہو گا مجھ سے اور کیا تم سے۔" پھر اس کی تشریح یوں کی۔" یعنی جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں، خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔" تقویۃ الایمان اور نقال وہابیہ ابو خالد۔ آیۃ مبارکہ۔ **وما ادری ما یفعل بی ولا بکم** (پ۲۶ رکوع ۱) کا ترجمہ لکھتا ہے۔" اے نبی آپ لوگوں سے کہہ دیجئے) مجھے نہیں معلوم کہ آئندہ مجھ کو کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور تم کو کیا کیا پیش آنے ہیں۔" (قرآنی درس توحید صفحہ ۲۴)

کرکے دیکھیں کہ آیۃ مقدسہ اور حدیث مبارکہ کا صحیح معنی اور مطلب کیا ہے۔ اور وہابیہ کیا بکتے ہیں۔ آیت مقدسہ۔ **قل ماکنت بدعا" من الرسل وما ادری مایفعل بی ولا بکم ان اتبع الا مایوحیٰ الیّ وما انا الاّ نذیر مبین** (پ۲۶ ع۱) تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں (مجھ سے پہلے بھی رسول آچکے ہیں تو تم کیوں نبوت کا انکار کرتے ہو؟) اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔" منکرین نبوّت کفار سے کہا گیا کہ میری نبوّت کوئی نئی انوکھی بات تو نہیں، مجھ سے پہلے بھی انبیاء آتے رہے ہیں تو پھر تمہیں میری نبوّت سے انکار کیوں ہے؟ اور **ماادری مایفعل بی ولا بکم** کی تفسیر علماء حق مفسّرین نے دو طرح فرمائی ہے۔

۱۔ اس میں علم کی نفی نہیں۔ درایت کی نفی ہے۔ **(والراجع للدرایۃ) بالرفع عطفا عن الاشبہ ای الراجع من جھۃ الدرایۃ ادراک العقل بالقیاس علی غیرہ۔"** **(الردالمحتار جلد اول ص۹۷)** یعنی درایۃ کا مطلب ہے ازروئے عقل، انکل اور قیاس کے جاننا۔ "پس لاادری، یا ماادری کے معنے ہوئے۔ "میں ازروئے قیاس، یا انکل کے طور سے نہیں جانتا اور **ماادری ما یفعل بی ولا بکم** کا ترجمہ یہ ہوا کہ جو کچھ میرے ساتھ ہونے والا ہے اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس کو میں انکل اور قیاس سے نہیں جانتا کہ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہوسکے بلکہ میں ان امور کو وحی الٰہی سے جانتا ہوں، یعنی جو کچھ میرے اور تمہارے ساتھ معاملہ کرے گا اس کو میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کی بنا پر یقینی طور سے جانتا ہوں۔ **ان اتبع الا مایوحیٰ الیّ** میں تو وحی کی اتباع کرتا ہوں۔ وحی الٰہی کے ذریعہ مجھے اپنے اور دوسروں کے انجام کا علم حاصل ہے جو یقینی حتمی ہے۔ علامہ نیشاپوری تفسیر میں فرماتے ہیں۔ نفی اپنی ذات سے جاننے کی ہے من جھۃ الوحی جاننے کی نفی نہیں۔"

یہی معنی اور یہی مطلب اس حدیث مبارک کے ہیں۔ جس سے وہابیہ' خبیثہ' شقاوت ازلی کا اظہار کرتے ہوئے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ "جو کچھ کہ اللہ اپنے بدوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے گا۔"

حدیث میں ہے۔ **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ مایفعل بی ولا بکم۔** "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔" بدبخت وہابی حقیقت کو چھپانے کی خاطر یہ نہیں لکھتے نہ ہی بتاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس موقعہ پر کس وجہ سے یہ ارشاد فرمایا تھا اور اس ارشاد کا صحیح مطلب کیا ہے کہ صحیح حقیقت واضح ہو جانے سے نجدیت وہابیت کی بیخ کنی ہوتی ہے بلکہ وہابیت کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جنہوں نے دو ہجرتیں کیں اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ آپ مدینہ منورہ میں پہلے مہاجر ہیں جن کی وفات ہوئی۔ ہجرت کے ۳ ماہ بعد جب آپ کی وفات ہوئی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی میت کی پیشانی چومی' بعد دفن فرمایا۔ تم ہمارے بہترین پیشرو ہو۔ حضرت ام العلاء صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر فرمایا۔ "میں گواہی دیتی ہوں کہ تم جنتی ہو۔" اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ مایفعل بی ولا بکم باوجودیکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور رسول کی عقل تمام جہان سے زیادہ ہوتی ہے مگر اپنے یا دوسروں کا انجام میں بھی اپنی عقل وقیاس سے معلوم نہیں کرسکتا۔ بلکہ مجھے یہ علم وحی الٰہی

سے حاصل ہے اور تم محض اپنی عقل وقیاس سے یہ کیوں کہہ رہی ہو؟ جبکہ تم پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ نہ تم نبی نہ رسول ہو۔ الحمد للہ کہ حدیث کا صحیح مطلب و مفہوم واضح ہوچکا۔ اب فقیر راقم الحروف ابوالحسان قادری غفرلہ' آیت مقدسہ مذکورہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

نمبر۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ آیت **وما ادری مایفعل بی ولا بکم۔** اور حدیث **لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ مایفعل بی ولا بکم۔** اس آیت **لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تأخر** سے منسوخ ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان) حضرت العلام ملا عبدالرحمٰن دمشقی رحمتہ اللہ علیہ رسالہ "ناسخ ومنسوخ" میں فرماتے ہیں۔ **قولہ تعالیٰ ما ادری مایفعل بی ولا بکم نسخ بقولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تأخر۔** "یعنی آیت **ما ادری مایفعل بی ولا بکم** اس آیت **انا فتحنالک** آلایتہ سے منسوخ ہوچکی ہے۔ نیز تفسیر خازن میں ہے۔ **لما نزلت ھذہ الآیتہ فرح المشرکون فقالوا واللات والعزّیٰ ما امرنا وامر محمد الا واحدا" وما لہ علینا من مزیتہ وفضل لولا انہ ماابتدع مایقولہ' لاخبرہ الذی بعثہ' بمایفعل بہ فانزل اللہ عزوجل لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک الآیہ فقالت الصحابتہ ھنیئاً لک یا نبی اللہ قد علمت مایفعل بک فماذا یفعل بنا فانزل اللہ لیدخل المومنین والمومنٰت جنّت الآیتہ وانزل وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیرا وھذا قول انس وقتادۃ وعکرمتہ قالوا انما ھذا قبل ان یخبر بغفران ذنبہ عام الحدیبیتہ فنسخ ذالک۔**

جب یہ آیت (ما ادری ما یفعل بی ولا بکم) نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم ہمارا اور محمد کا تو یکساں حال ہے ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں۔ اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتا ہوتا تو اس کو بھیجنے والا خدا اس کو بتادیتا کہ اس سے کیا معاملہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے **لیغفرلک**

الله ماتقدم الاٰیتہ نازل فرمائی۔ پس صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول الله علیہ السلام آپ کو مبارک ہو' آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ (اب ہمیں بھی بشارت دیجئے کہ) ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت جنّت** ۔ الاٰیتہ۔ داخل فرمائے گا الله مسلمان مرد اور عورتوں کو جنّتوں میں اور یہ آیت اُتری۔ **و بشّر المؤمنین بانّ لهم من الله فضلاً کبیرا**۔ اے میرے حبیب! مومنوں کو خوشخبری دیجئے کہ ان کے لئے الله کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ یہ حضرت انس اور حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ صحابہ کرام **علیهم** الرضوان کا ارشاد ہے' انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت (**ماادری مایفعل بی ولابکم**) اس سے قبل نازل ہوئی تھی جبکہ صلح حدیبیہ کے سال میں الله تعالیٰ نے **لیغفرلک الله ماتقدم من ذنبک الاٰیتہ**۔ نازل فرماکر حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو (بذریعہ وحی) مطلع فرمایا۔ پس یہ آیتہ (**ماادری مایفعل بی ولابکم**) منسوخ ہوگئی۔"

تفسیر صاوی جلد ۶۲ جلد نمبر۴ میں اسی طرح کے بیان کے بعد فرمایا **فما خرج صلی الله علیہ وسلم من الدنیا حتی اعلمہ الله فی القران مایحصل لہ' وللمومنین والکافرین فی الدنیا والاخرۃ اجمالا وتفصیلا**۔ "حضور اکرم علیہ الصلواۃ والسلام کے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے آپ کو الله تعالیٰ نے قرآن مجید میں اجمال اور پوری تفصیل کے ساتھ سب بتادیا جو کہ آپ سے اور مومنین کے ساتھ اور کافروں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ہونے والا ہے۔" ثابت ہوا کہ سرکار دوعالم صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم باعلام الٰہی نہ صرف اپنے متعلق بلکہ جملہ مومنین اور کفار کے ساتھ دنیا و آخرت میں ہونے والے معاملات سے اجمالا" و تفصیلا" باخبر ہیں مگر خوارج الاضلال وہابی آج تک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق دشمنان خدا اور رسول خدا کفار ومشرکین اور منافقین والے اسی عقیدہ پر قائم ہیں

کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو نہ اپنی عاقبت کے متعلق کچھ علم ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اس باطل عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کی خاطر اور مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے کے لئے نیز سرکار دوعالم صلی الله وسلم کی شان اقدس اور ان کے خداداد کمالات میں تنقیص و توہین کی خاطر ان خبثاء کی جدوجہد بھی قابل دید ہے کہ اپنے مذموم مقاصد کی خاطر کتنے پاپڑ بیلتے ہیں۔ آیات قرآن و روایات حدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ غلط تاویلات تلاش کرتے ہیں۔ معانی بگاڑتے ہیں۔ من گھڑت مفہوم نکالتے ہیں اور منسوخ شدہ آیات و روایات ڈھونڈ کران سے استدلال کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔ فقیر اتمام حجت کے پیش نظر۔ چند ایسی صحیح احادیث پیش کردینا ضروری سمجھتا ہے جن سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ

حضور علیہ الصلواۃ والسلام اپنے اور تمام لوگوں کے ساتھ ہونے والے سب معاملات کو جانتے ہیں

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم انا سید ولد اٰدم یوم القیمۃ و اول من ینشق عنہ القبر و اول شافع و اول مشفع۔ راوہ مسلم۔ حضرت ابوہریرہ رضی الله تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں پہلا وہ ہوں جس کی قبر کھلے گی اور میں پہلا شفاعت فرمانے والا ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا ہوا۔" شارح مسلم حضرت امام نووی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ **قال الهروی السید هوالذی یفوق قومہ فی الخیر وقال غیرہ هوالذی یفزع الیہ فی النوائب والشدائد فیقوم بامرهم ویتحمل عنهم مکارههم ویدفعها عنهم** (مسلم جلد نمبر۲ ص ۲۴۵) اور مسلم جلد اول ص ۱۱۱ پر ہے۔ **وقال القاضی عیاض قیل السید الذی یفوق قومہ' والذی یفزع الیہ**

فی الشدائد والنبی صلی اللہ علیہ وسلم سیّدھم فی الدنیا ولآخرۃ۔ محدث ھروی علیہ الرحمتہ نے فرمایا سید اسے کہتے ہیں جو بھلائی میں ساری قوم سے بلند وبالا ہو اور مشکلات ومصائب میں لوگ فریاد لے کر اس کے پاس جائیں اور وہ ان کی فریاد رسی کرے اور ان کی مشکلات اور تکالیف کو دور کرے اور استاذ المحدثین قاضی عیاض علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ سید وہ ہے جو ساری قوم سے بلند وبالا ہو اور سید وہ ہے کہ لوگ سختیوں (مصائب) کے وقت فریاد لے کر اس کے پاس جائیں اور اسی معنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں سب کے سردار ہیں۔" اس حدیث سے نجدیت وہابیت کے سارے ہوائی قلعے برباد ہوگئے۔ بلکہ پوری وہابیت کا بیڑا غرق ہوگیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سید ہوں اور سب لوگ میری بارگاہ میں فریادی ہوں گے اپنی مشکلات ومصائب میرے حضور عرض کریں گے اور میں سب کی فریادیں سن کر ان کی مشکلات حل کروں گا اور ان کے مصائب دور کردوں گا۔ محدثین عظام فرماتے ہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں سب کے سردار ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بھی لوگوں کی مشکلات حل فرماتے ہیں۔ ان کے مصائب دور کرتے ہیں اور قیامت میں بھی فرمائیں گے۔ وللہ الحمد

مذہب وہابیہ کی بنیاد ہی ان باتوں کی تردید وتکذیب پر قائم ہے' یہ لوگ ان باتوں کو شرک ٹھہراتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور محدثین عظام کے ارشاد سے یہ باتیں عین ایمان ثابت ہوگئیں تو پھر وہابیت کے ملعون و مردود ہونے میں کیا شک باقی رہا؟

عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اٰتی باب الجنتہ یوم القیٰمۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمّد فیقول بک امرت ان لاافتح لاحد قبلک رواہ مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر میں آؤں گا۔ دروازہ کھولنے کے لئے کہوں گا تو خازن جنت کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد ہوں۔ وہ عرض کرے گا مجھے آپ کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا شفیعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا ایسوا الکرامتہ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی (سنن دارمی۔ ترمذی جلد دوم ص ۲۰۱ اور مشکوۃ ص ۵۰۶)

میں سب سے پہلے روضہ اقدس وانور سے باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ اٹھائے جائیں گے اور میں ان کا پیشوا ہوں جب وہ حاضر بارگاہ ہوں گے۔ میں ان کا خطیب ہوں جب وہ دم بخود ہوں گے اور میں ان کا شفیع ہوں جب وہ محبوس ہوں گے اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہوں گے عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہیں اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔" شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اشعتہ اللمعات شرح مشکواۃ جلد ۴ صفحہ ۴۷۷ میں الکرامتہ والمفاتیح یومئذ بیدی کے ترجمہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ بزرگی دادن و کلید ہائے بہشت و ابواب رحمت آں روز بدست من است۔" بزرگی (عزت) دینا اور جنت اور رحمت کے دروازوں کی چابیاں اس (حشر کے) دن میرے ہاتھ (قبضہ) میں ہیں۔ اور حافظ الحدیث ابن حجر مکی محدث رحمتہ اللہ علیہ نے "الجواہر المنظم ص ۵۲ میں فرمایا۔ انہٗ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفتہ اللّٰہ الذی جعل خزائن کرمہ وموائد نعمہ طوع یدیہ وتحت ارادتہٖ یعطی منھا من یشآء ویمنع من یشاء۔" بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانوں اور اپنی

نعمتوں کے خوان آپ کے دست کرم (آپ کے قبضہ و اختیار) میں دے دیئے ہیں اور آپ کے ارادہ کے تحت کردیئے ہیں آپ (ان خزانوں اور نعمتوں میں سے) جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور جسے چاہیں محروم رکھیں۔" نیز۔ ترمذی شریف جلد نمبر۲ ص ۲۰۱ میں ایک روایت کے آخر میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **اذا کان یوم القیٰمتہ کنت امام النبیّن وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر** اور ترمذی شریف جلد نمبر۲ ص ۲۰۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **انا اول من تنشق عنہ الارض فاکسنی الحلتہ من حلل الجنتہ ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم فالک المقام غیری۔** جب قیامت کا دن ہوگا میں تمام انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام) کا پیشوا ہوں گا اور ان کا خطیب ہوں گا اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ بغیر فخر کے۔ یعنی میں یہ باتیں بطور فخر نہیں کہتا بلکہ اظہار حقیقت اور تحدیث نعمت کے لئے کہہ رہا ہوں اور فرمایا میں وہ پہلا ہوں جس کے لئے زمین شق ہوگی اور مجھے جنتی حُلّہ پہنایا جائے گا۔ پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور اس مقام پر میرے سوا مخلوقات میں سے کوئی نہ پہنچے گا۔" نیز صحیح بخاری جلد نمبر۲ ص ۱۱۰۸ اور ترمذی شریف جلد نمبر۲ ص ۱۴۳ میں ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن جب لوگ پریشان اور غمگین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرانے کی خاطر حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی حالت بیان کریں گے اور طالب شفاعت ہوں گے۔ آپ جواب میں فرمائیں گے **لست ھناکم** میرا یہ مقام نہیں کہ تمہارے لئے شفاعت کروں اور فرمائیں گے۔ تم سب کے سب نوح علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی جواب دیں گے **لست ھناکم** اور فرمائیں گے ابراہیم (علیہ الصلواۃ والسلام) کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ لوگوں کو یہاں سے بھی یہی جواب ملے گا **لست ھناکم** اور انہیں حضرت موسیٰ

علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس جانے کا ارشاد فرمائیں گے۔ وہاں سے یہی جواب پاکر آپ کے ارشاد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر طالب شفاعت ہوں گے تو وہ بھی یہی فرمائیں گے **لست ھناکم** میرا یہ مقام و منصب نہیں ہے۔ لیکن تم لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر طلب شفاعت کرو۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ پھر لوگ میری خدمت میں حاضر ہوں گے تو میں فرماؤں گا **انالھاہاں**۔ میرا منصب ہے میں تمہاری شفاعت کرتا ہوں پھر بہ اذن اللہ تعالیٰ بارگاہ الٰہی میں لوگوں کی شفاعت کروں گا اور لوگوں کو پریشانی اور مصیبت سے نجات دلاؤں گا اور دوزخیوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔" کتب حدیث میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کے اجتماعی لحاظ سے بھی سارے حالات کا علم ہے اور فردا" فردا" ہر ایک کے بارے میں بھی جانتے ہیں کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ بہت سے جنتیوں اور جہنمیوں کے نام لے کر حضور نے ان کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ترمذی شریف کی حدیث درج کی جاچکی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنتیوں اور جہنمیوں کو جانتے ہیں۔ سب کے ناموں' ان کے آباؤاجداد کے ناموں اور ان کے قبیلوں کے ناموں سے واقف ہیں مگر اشقیاء ازلی نجدی وہابیوں کو ایسی کوئی حدیث دکھائی نہیں دیتی۔ ان بدبختوں کو ان حدیثوں میں شرک سجھائی دیتا ہے۔ لہٰذا یہ شیطانی توحید کے ٹھیکیدار۔ ان حدیثوں کو نہ مانتے ہیں نہ ان پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی اسی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ "جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔" یعنی وہی مرغے کی ایک ہی ٹانگ ہے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**

نیز مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہرہ ور ہونے کے لئے مخلوق خدا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکرم کی محتاج ہے کہ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہوگا کہ میری مخلوق سختیوں میں گھری ہوئی ہے۔ سخت پریشان ہے۔ بدحال ہے۔ بڑی مصیبت میں ہے۔ مگر ان کو سختیوں سے نجات نہ دے گا۔ ان کی پریشانیوں کو رفع نہ کرے گا۔ ان کی بدحالی پر رحم اور فضل وکرم نہ فرمائے گا اور ان کو مصیبت سے نہ چھڑائے گا۔ جب تک کہ آدم علیہ **الصلواۃ** والسلام سے تا قیامت پیدا ہونے والے جن میں منکرین وہابی بھی شامل ہوں گے۔ سب لوگ جلیل القدر انبیاء ورسل علیہم **الصلواۃ** والسلام کے حضور فریاد نہ کرلیں۔ اور ان حضرات سے **لست ھناکم**۔ جواب سن کر۔ سرکار دوعالم، **خلیفتہ اللہ الاعظم**۔ رحمت مجسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچ کر ان سے فریاد نہ کرلیں، ان کا وسیلہ اختیار نہ کرلیں۔ ان سے استمداد نہ کرلیں۔ پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حالت زار پر رحم فرماکر اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کی شفاعت فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب علیہ **الصلواۃ** والسلام کی شفاعت قبول فرماکر لوگوں کو مصیبت اور پریشانی سے رہائی بخش دے گا۔ اس سے واضح ہوا کہ۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل۔ استمداد اور استغاثہ کو شرک وکفر قرار دینے والے منکرین ٹھنڈے دل سے سوچیں اور اس امر پر غور کریں کہ اگر یہ امور شرک وکفر ہیں تو حشر کے دن کیونکر جائز ہوسکتے ہیں؟ شرک بہرحال بہر مقام شرک ہی رہتا ہے جس کی معافی ہرگز، قطعاً" کسی صورت ممکن نہیں۔ پس منکرین کو یہ مشورہ مان لینا چاہئے۔

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

ثابت ہوا کہ محبوب خدا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ودیگر انبیاء علیہم **الصلواۃ** والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل ونداء واستغاثہ واستمداد۔ ایسے اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ومحبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے حصول کا مستحکم، یقینی ذریعہ ہیں۔ شیخ **المحققین** شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسراہ العزیز فرماتے ہیں۔ "**بحقیقت** دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ علیہ وسلم محبوب الٰہی و سرور کائنات و مظہر فیوض نامتناہی اوست جل وعلا و خلیفہ رب العالمین و نائب مالک یوم الدین است و مقامیکہ اوراباشد، ہیچ یکے را نہ باشد وجاہے کہ او راست کسے رانبود روز روز اوست و حکم حکم او بحکم رب العالمین۔" بہ حقیقت اس (قیامت کے) دن ظاہر ہوگا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور کائنات کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے فیوض نامتناہی کے مظہر ہیں اور رب العالمین کے خلیفہ اور نائب **مالک یوم الدین** آپ ہی ہیں (روز قیامت) جو مقام آپ کا ہوگا اور کسی کو حاصل نہ ہوگا اور جو جاہ و مرتبہ آپ کا ہے اور کسی دوسرے کا نہیں (روز قیامت) آپ ہی کا دن ہے اس دن باذن اللہ تعالیٰ آپ ہی کا حکم چلے گا۔"

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

وہابیہ کا سب سے بڑا گمراہ کن خطرناک حربہ

خوارج الاصل وہابیوں کے پاس مسلمانوں کو بہکانے اور گمراہی پھیلانے کے لئے دوسرے مخصوص ہتھکنڈوں کے علاوہ سب سے بڑا گمراہ کن

حربہ یہ ہے کہ سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ سے توسل، استمداد اور استغاثہ کو شرک و کفر ٹھہرانے کے لئے ان آیات قرآن مجید کو پیش کرتے ہیں جن آیات میں "**من دون اللہ**" ٹھہرا کر معبودان باطل بتوں، دیوی دیوتاؤں، جنوں اور بھوتوں میں شمار کرتے ہیں۔ ابو خالد وہابی نے اپنے پیشرو وہابیہ کی طرح اپنے کتابچہ میں بتوں کی تردید اور بت پرست کفار و مشرکین کی مذمت میں نازل شدہ آیات چن چن کر اور دہرا دہرا کر درج کی ہیں اور شیطانی توحید کے جوش میں بڑھ چڑھ کر بڑھکیں ہانکی ہیں۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ اس پر جنون سوار ہے۔ جامے سے باہر ہوا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ حق و صداقت سے تہی دامن ہے کوئی ڈھنگ کی بات لکھنے یا کوئی معقول دلیل پیش کرنے کے بجائے وہی حربہ استعمال کرتا ہے جو وہابیہ کا روایتی ہتھیار رہے۔ وہی فریب کارانہ طرز استدلال جسے بارہا رد کیا جاچکا ہے اور وہی گھسی پٹی باتیں جن کی تردید علماء حق سینکڑوں ہزاروں مرتبہ کرچکے۔ جن آیات قرآن کو منکرین وہابیہ پیش کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ سے توسل واستمداد اور استغاثہ کو شرک ٹھہراتے ہیں۔ **مثلاً**" **ومالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر۔ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیمۃ وھم عن دعائھم غافلون۔ انھم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ ویحسبون انھم مھتدون۔** اور **والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا" وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون۔** وغیرہ۔ ایسی تمام آیات میں انبیاء و اولیاء کی نفی نہیں بلکہ من دون اللہ کی نفی ہے جنہیں کفار نے از خود اپنے ناصر ومددگار بنا رکھا ہے۔ جیسے بت شیاطین وغیرہ۔ ولی اللہ وہ جسے اللہ تعالیٰ نے ناصر ومددگار بنایا جیسے انبیاء **علیھم الصلوٰۃ والسلام** اور اولیاء کرم قدسنا اللہ باسرارھم۔ گورنر وہ ہے جسے گورنمنٹ گورنر بنائے۔ اگر کوئی

شخص کسی کو ازخود گورنر مان لے تو وہ مجرم وباغی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون○ ومن یتول اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون** (المائدہ ع ۸) اے مسلمانو تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں (اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں) اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا مددگار (دوست) بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔" اس آیہ مبارک میں اللہ و رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں۔ ورنہ عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے کہ فرمایا ہے۔ **والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض۔** مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیھم السلام اور اولیاء اللہ۔ "**من دون اللہ**" نہیں۔ میرے اولیاء ہیں۔ میں نے ان کو تمہارے لئے وسیلہ، مددگار، شفیع بنایا ہے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے انبیاء واولیاء اللہ کو وسیلہ، مددگار، شفیع مان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بت **من دون اللہ** ہیں میں نے ان کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہیں بنایا۔ مسلمانوں نے بتوں کو وسیلہ، مددگار شفیع نہیں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لینا ہی حق اور عین ایمان ہے۔ مسلمان وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہو جیسا وہ حکم فرمائے مسلمان سر تسلیم خم کردے۔ لیکن اس کے برعکس۔ خدا نے مشرکین سے فرمایا۔ بتوں کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہ سمجھو، انہوں نے بتوں کو وسیلہ، مددگار، شفیع سمجھ کر سرتابی کی۔ خدا کے باغی ہوگئے۔ وہابیہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا انبیاء اولیاء کو من

دون اللہ قرار دے کر ان کو وسیلہ، مددگار، شفیع نہ سمجھا خدا کے باغی ہوگئے۔ پس مشرکین کفار اور نجدی وہابی انکار بغاوت میں یکساں ہیں۔

"من دون اللہ" کی وضاحت

"من دون اللہ" کی دو قسمیں ہیں۔ واقعی اور غیر واقعی۔ واقعی وہ ہیں جن کا تعلق، اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً منقطع ہے۔" معبودان باطل اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلوق کے لئے وسیلہ، مددگار، شفیع نہیں بنایا۔ انہیں کچھ اختیار نہیں۔ "دون" کے لغوی معنی "قصر" (مفردات راغب) یعنی علیحدگی، کٹ جانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومقصرین۔ لہٰذا **من دون اللہ** وہ ہے جو اللہ سے کٹا ہوا ہو، متعلق نہ ہو، یہ سب اولیاء اللہ نہیں بلکہ قطعا" **اولیاء من دون اللہ** ہیں۔ جیسے بت اور کفار کے اوتار۔ رام، لچھمن، کرشن، مہادیو وغیرہم۔ جن کی تردید قرآن و حدیث نے فرمائی۔ "غیر واقعی" وہ مقبول ہستیاں جنہیں کفار و مشرکین نے مستقل بالذات متصرف و صاحب قدرت مان لیا اور ان کو بھی معبود جان کر ان کی عبادت کرنے لگے۔ یا انہیں خدا کی بیٹیاں اور بیٹے جان کر انہیں خدائی میں شریک ٹھہرالیا اور ان میں خدائی مان لی۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ نے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو یہود نے خدایا خدا کا بیٹا مان کر معبود ٹھہرالیا۔ **یا بعض مشرکین** نے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں بنادیا۔ پس یہ نفوس قدسیہ از روئے عقیدہ کفار و مشرکین کے "من دون اللہ" ہیں مگر حقیقتاً" اولیاء اللہ ہیں۔ **حقیقتہ**" "من دون اللہ نہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی جو حقیقتہ" من دون اللہ ہیں۔ وہابی ان کی تردید کرتے ہیں جو حقیقتہ من دون اللہ نہیں ہیں اور نام لیتے ہیں قرآن وحدیث کا۔ شرم ان کو مگر نہیں آتی۔

ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ' الی یوم القیمتہ وھم عن دعائھم غافلون ○ واذا حشرالناس کانوالھم اعداء" و کانوا بعبادتھم کافرین (پ ٢٦ ع ١) اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے

(یعنی بتوں کو) جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں (کیونکہ وہ جماد بے جان ہیں) اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے (یعنی بت اپنے پجاریوں کے) اور ان سے منکر ہوجائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے انہیں اپنی عبادت کی دعوت نہیں دی درحقیقت یہ اپنی خواہشوں کے پرستار تھے۔"

نیز کفار کے معبودان باطل، بتوں کی تردید میں اللہ عزوجل نے فرمایا

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا" و ھم یخلقون○ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (پ ١٤ ع ٨) اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں (یعنی بتوں کو) وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور (بنائیں کیا کہ) وہ خود بنائے ہوئے ہیں (اور اپنے وجود میں بنانے والے کے محتاج ہیں اور وہ) مردے ہیں (بے جان) زندہ نہیں اور انہیں خبر تک نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔" ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پجاری مشرکین کفار کو بڑے ظالم اور گمراہ ٹھہرا کر تردید فرمائی اور بتوں کی مذمت میں فرمایا کہ ان کی حقیقت یہ ہے کہ مطلقاً" بے جان ہیں۔ اپنے بنانے والوں کے محتاج ہیں کہ مشرکین ان کو گھڑکر تراش کر بناتے ہیں اپنے پجاریوں کی عبادت سے بے خبر ہیں۔ اپنے پجاریوں کی بات سن بھی نہیں سکتے، اور انہیں خبر تک نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے اور جب حشر ہوگا اپنے پجاریوں سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے دشمن ہوں گے۔

تفسیر جلالین میں ہے

والذین یدعون۔ بالتاء والیاء۔ تعبدون۔ من دون اللہ۔ وھوالاصنام۔ لا یخلقون شیئا" و ھم یخلقون۔ یصورون من الحجارۃ وغیرھا۔ اموات۔ لا روح فیھم۔ خبرثان۔ غیراحیاء۔ تاکید۔ ومایشعرون۔ ای الاصنام۔ ایان۔ وقت۔ یبعثون۔ ای الخلق۔ فکیف یعبدون اذلا یکون الاھا" الاالخالق الحی العالم

بالغیب۔ اور وہ لوگ جو عبادت کرتے ہیں سوائے اللہ کے بتوں کی۔ یہ بت کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔ یعنی بتوں کو لوگ پتھر وغیرہ سے گھڑ کر بناتے ہیں' اموات ہیں ان میں مطلقاً" روح نہیں۔ غیر احیاء۔ تاکید کے لئے ہے۔ یہ بت نہیں جانتے کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔" اور حاشیہ میں ہے۔ ای الخلق۔ فالضمیر فی یشعرون للاصنام و فی یبعثون للخلق وقیل الضمیران للاصنام۔ ای لایعلمون وقت بعثھم ای اعادتھم فانھم تعادون کما قال اللہ تعالی۔ انکم و ماتعبدون من دون اللہ حصب جھنم۔ یعنی یشعرون میں ضمیر بتوں کے لئے ہے اور یبعثون میں مخلوق کے لئے اور بعض علماء نے فرمایا دونوں ضمیریں بتوں کے لئے ہیں۔ یعنی یہ بت نہیں جانتے کہ انہیں دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔ کیونکہ یقیناً بتوں کو بھی حشر میں اٹھایا جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد شاہد ہے۔ انکم وماتعبدون من دون اللہ حصب جھنم تم اور جن معبودان باطل کو تم اللہ کے سوائے پوجتے ہو سب کے سب جنم کا ایندھن ہیں۔

تفسیر خازن میں ہے

والذین تدعون من دون اللہ۔ یعنی الاصنام التی تدعونھا آلھۃ من دون اللہ۔ اموات۔ ای جمادات میتۃ لا حیاء فیھا غیر احیاء کغیرھا والمعنی لو کان ھذہ الاصنام الھۃ کما تزعمون لکانت احیاء غیر جائز الی الموت لان الالٰہ الذی یستحق ان یعبد ھو الحی الذی لا یموت وھذہ اموات غیر احیاء فلا یستحق العبادۃ فمن عبدھا فقد وضع العبادۃ فی غیر موضعھا۔ مایشعرون۔ یعنی ھذہ الاصنام۔ ایان یبعثون۔ یعنی متیٰ یبعثون وفیہ دلیل علی ان الاصنام تجعل فیھا الحیٰوۃ و تبعث یوم القیمۃ حتیٰ تتبرّأ من عابدیھا۔" اور وہ لوگ جو عبادت کرتے ہیں' سوائے اللہ کے بتوں کی الٰہ قرار دے کر اموات بے جان جمادات ہیں ان میں

(مطلقاً") زندگی نہیں ہے۔ غیر احیاء اپنے علاوہ دوسروں کی طرح۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ بت اللہ (خدا) ہوں جس طرح کہ (بت پرست) گمان کرتے ہیں تو ان (بتوں میں) وہ زندگی ہوتی جس کے لئے موت جائز نہیں اس لئے کہ قابل پرستش وہ خدا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کو موت نہیں ہے اور یہ (بت) بے جان ہیں ان میں مطلقاً زندگی نہیں ہے۔ پس اس لئے یہ بت عبادت کے مستحق نہیں ہیں۔ پس جس نے ان کی پرستش کی تو اس نے بلاشبہ غیر موضع عبادت میں عبادت کی۔ یہ بت نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا اور اس آیت مبارکہ میں اس امر پر دلیل ہے کہ بلاشبہ قیامت کے دن بتوں کو زندہ کرکے اٹھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ یہ اپنے پجاریوں سے برأت (بری الذمہ ہوئے) کا اظہار کریں گے۔"

تفسیر فتح البیان میں ہے

ان ھذہ الاصنام اجسادھا جماد ومیتۃ لا حیات لھا اصلا" نزاد قولہ' غیر احیاء لبیان انھا الاجساد التی یمیتون بعد ثبوت الحیات بھا بل لا حیات لھذہ الاصنام اصلا۔ ان بے جان مورتیوں کے جسم بے جان پتھر کے جسم ہیں انہیں بالکل کوئی زندگی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اموات کے آگے غیر احیاء کا جو اضافہ فرمایا وہ اسی حقیقت کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ یہ مورتیاں ان بعض اجسام کی طرح نہیں ہیں جو ثبوت حیات کے بعد مردہ ہوجاتے ہیں بلکہ یہ مورتیاں سرے سے کوئی حیات رکھتی ہی نہیں ہیں۔"

تفسیر عرائس البیان میں ہے

اموات غیر احیاء ومایشعرون ایان یبعثون۔ فمثالھم مثال اصنام التی لا ارواح فیھا ولا استعداد لھا بقبول الحیات (فکذالک اھل الجھل بہ لیس لھم

استعداد بقبول الحیواة المعرفتہ و روح المحبتہ لذالک اکدّ فی حق الاصنام بعد قولہ اموات بقولہ غیر احیاء قطع الحیوۃ الاصلیتہ عنہا وقطع عنہا ایضا" استعداد قبول الحیواۃ لانہا جمادات۔" (جن کی نسبت یہ حکم وارد ہوا ہے) ان کی مثال بتوں کی مثال ہے کہ ان میں کوئی روح نہیں ہے اور نہ ہی حیات ہونے کی استعداد رکھتے ہیں (ان میں زندگی قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے) پس ایسی ہی مثال اہل جہالت کی ہے کہ ان میں بھی معرفت کی زندگی اور محبت کی روح قبول کرنے کی استعداد نہیں اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بتوں کے بارے میں **اموات** فرمانے کے بعد **غیر احیاء** کے ارشاد سے تاکیدا" بتوں کی حالت بیان فرمائی کہ ان بتوں سے حیات اصلیہ قطع کردی گئی ہوتی ہے۔ زندگی قبول کرنے کی استعداد بھی ان میں ودیعت نہیں فرمائی گئی اور یہ اس لئے کہ یہ جمادات ہیں۔"

تفسیر بیضاوی میں ہے

"بتوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب ہوگی اور یہ کب اٹھائے جائیں گے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بتوں کو بھی حشر فرمائے گا۔ جن کے ساتھ شیاطین ہوں گے پس سب کو دوزخ میں ڈال دیئے جانے کا حکم فرمائے گا۔"

تفسیر خزائن العرفان میں ہے

انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام و اولیاء اللہ

من دون اللہ نہیں ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار سے مناظرہ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز کعبہ **معظمہ** میں داخل ہوئے اس وقت قریش کے سردار "**حطیم**" میں موجود تھے اور کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ **نضر** بن حارث' حضور کے سامنے آیا اور آپ سے کلام کرنے لگا' حضور نے اس کو جواب دے کر ساکت کردیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی **انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم** یہ فرماکر حضور تشریف لے آئے۔ پھر عبداللہ بن زبعری سہمی آیا اس کو ولید بن مغیرہ نے اس گفتگو کی خبر دی' کہنے لگا۔ "خدا کی قسم میں ہوتا تو ان سے مباحثہ کرتا۔" اس پر لوگوں نے حضور کو بلایا۔ ابن زبعری یہ کہنے لگا۔ "آپ نے یہ فرمایا ہے کہ تم اور جو کچھ اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہیں۔" حضور نے فرمایا۔ "ہاں۔" کہنے لگا یہود تو عزیر کو پوجتے ہیں اور نصاریٰ حضرت مسیح کو پوجتے ہیں اور بنی ملیح فرشتوں کو پوجتے ہیں؟" اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولائک عنہا مبعدون (پ ۱۷ ع ۷)** اور بیان فرمادیا کہ حضرت عزیر اور مسیح اور فرشتے وہ ہیں جن کے لئے بھلائی کا وعدہ ہوچکا اور وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔" اور حضور نے فرمایا درحقیقت یہود و نصاریٰ وغیرہ شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔" ان جوابات کے بعد اس کو مجال دم زدن نہ رہی اور وہ ساکت رہ گیا اور درحقیقت اس کا اعتراض کمال عناد سے تھا کیونکہ جس آیت پر اس نے اعتراض کیا اس میں **ماتعبدون** ہے اور "**ما**" زبان عربی میں غیر ذوی **العقول** کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے اس نے

اندھا بن کر اعتراض کیا۔ یہ اعتراض تو اہل زبان کی نگاہوں میں کھلا ہوا باطل تھا مگر مزید بیان کے لئے اس آیت میں توضیح فرمادی گئی۔"

مشہور متداول اور بلند پایہ تفاسیر قرآن اور حدیث سے واضح ہوا کہ "**من دون اللہ**" بت پرست مشرکین و کفار کے معبودان باطل بت اور ان کی وہ مزعومہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے وسیلہ ومددگار نہیں بنایا۔ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے منقطع ہے اور جن انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام یا فرشتوں کو کفار نے اپنے زعم فاسد سے ازخود معبود بنالیا ہے وہ بھی حقیقتہً "**من دون اللہ**" نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مقبولان بارگاہ رب العزت ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے واضح ہوا کہ انبیاء و فرشتگان کو معبود ٹھہرالینے والے درحقیقت شیطان کی پرستش کرتے ہیں لیکن نجدی وہابی کس قدر ظالم ہیں کہ وہ قرآن وحدیث کے منشا کے خلاف انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام، فرشتوں اور اولیاء اللہ کو "**من دون اللہ**" قرار دیتے ہیں، انہیں بتوں کے مقام میں شمار کرکے انبیاء و اولیاء سے توسل واستمداد اور استغاثہ کرنے والے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرکین وکفار کے زمرہ میں شامل کردیتے ہیں۔ حالانکہ کوئی مسلمان انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام و اولیاء کرام کو یا شہداء کو معبود نہیں جانتا اور نہ ہی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرتا ہے، مسلمان انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد کرتے ہیں اور محبوبان خدا سے توسل واستمداد قرآن وحدیث سے بالبداہت ثابت ہے جس پر خود ماحی شرک و کفر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین سے لے کر آج تک سب عمل پیرا ہیں اگر بقول وہابیہ، توسل واستمداد شرک ہے اور جس سے توسل کیا جارہا ہے اس کی عبادت کرنے کے مترادف ہے تو معاذاللہ، خاک بدہن وہابیہ خبیثہ۔ صاحب قرآن، جان ایمان۔ معلمؐ توحید و عرفان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرک ٹھہرے اور آسمان ہدایت کے

ستارے صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، سارے مفسرین و محدثین اور علماء و صلحاء امت علیہم الرحمتہ بلکہ پوری امت کے سب مسلمان، مشرک، کافر اور جہنمی ٹھہرتے ہیں۔ جس کے دل میں ذرہ بھرایمان یا کچھ بھی خوف خدا موجود ہو وہ یہ جسارت نہیں کرسکتا کہ وہ خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر توحید کا علمبردار و محافظ ٹھہرائے یا توحید وشرک کی مقتضیات کو ان سے زیادہ سمجھنے والا سمجھے۔ مگر یہ اہل اسلام کے لئے بڑا المیہ ہے کہ خوارج الاصل نجدی وہابی تقریر و تحریر کے ذریعہ خود کو **اللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ علیہ التحیہ والثناء** سے بڑھ کر توحید کے محافظ ٹھہراتے ہیں۔ کہ جن امور کو خدا اور رسول نے شرک نہ ٹھہرایا یہ ان امور کو کفر ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اللہ و رسول کے مقام سے اپنا مقام اونچا جانتے ہوئے ان کے احکام میں ترمیم کرتے اور قرآن وحدیث کی اصلاح کررہے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ **یحرفون الکلم عن مواضعہ** کے مرتکب ہوکر کفرصریح کا ارتکاب کرتے ہوئے بمصداق ارشاد سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ وصحبہ وسلم **یقرؤن القران لاتجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیتہ۔** اور۔ **یقرؤن القران لایجاوز حناجرھم یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیتہ۔** یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ نیز فرمایا۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرّض نہیں کریں گے اور وہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے پار نکل جاتا ہے۔" دین اسلام سے خارج ہوچکے ہیں۔

ضالّ و مُضِلّ ابوخالد کا متکبّرانہ انداز

کتابچہ۔ "قرآنی درس توحید" کا مولف ابوخالد وہابی لکھ وہی کچھ رہا ہے جو

اس کے پیشرو وہابی لکھتے اور علماء حق سے منہ کی کھاتے آئے ہیں لیکن اس کا انداز نیا اور ان سے زیادہ جارحانہ ہے۔ یہ بزعم خود خدائی فوجدار متکبرانہ تحکمانہ لہجہ میں یوں عنوانات جماتا ہے۔ "فرمان الٰہی خوب ہوشیار ہو کر سنئے۔" "کان کھول کر سنئے" "ہوشیار ہو کر غور کیجئے۔" آسمانی فیصلہ کارخانہ الٰہی میں کسی کو کچھ دخل نہیں۔ "غیراللہ کو مدد کے لئے پکارنا شرک ہے۔" "مردوں کو نبی بھی نہیں سنا سکتے" "ایک زبردست انکشاف شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس جنت میں زندہ ہیں قبروں میں نہیں" "آدم کا نبی کی ذات کو وسیلہ بنانے کی غلط روایت" "اللہ تعالیٰ کو کسی کے حق کا واسطہ دینا جائز نہیں۔" بت پرستی اور قبرپرستی کی ہمرنگی۔" وغیرہ وغیرہ۔ اور عنوانات کے تحت وہی **ابلیسانہ تلبیسات**، تحریف قرآن وحدیث، اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح احکام سے بغاوت، سیدالانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی شان میں دریدہ دہنی، تنقیص و توہین اور امت مرحومہ کو سواد اعظم کو مشرک کافر ٹھہرانے کی شیطانی حرکتیں ہیں جو وہابیہ کا مخصوص شعار اور مسلمانوں اور وہابیوں میں امتیازی نشان ہیں۔ چونکہ مذہب وہابیہ کا تمام تر زور اس بات پر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو من دون اللہ۔ ٹھہرا کر ان نفوس قدسیہ سے توسل و استمداد و استغاثہ کو شرک قرار دیں۔ لہٰذا فقیر نے اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے بیان کردینا ضروری سمجھا تاکہ "**من دون اللہ**" کی بخوبی وضاحت ہوجائے، مجھے امید ہے کہ قارئین اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔ اب فقیر اس عظیم الشان حدیث کی تحقیق پیش کرتا ہے جس سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم باعث تخلیق آدم (علیہ السلام) باعث ایجاد عالم، نورخلاق عالم رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شان وعظمت ظاہر و ثابت ہوتی ہے۔ مگر اس حدیث مبارکہ سے خبیث ابوخالد نجدی وہابی کو حد سے زیادہ تکلیف پہنچ رہی ہے، اس کی

تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ سے نہ صرف اس کے دل و دماغ کو سخت صدمہ لاحق ہے بلکہ اس کی جان و تن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جسے وہ برداشت نہیں کرپارہا اس لئے وہ اس حدیث مبارکہ کو غلط اور موضوع قرار دے کر سکون و راحت پانے کے لئے کوشاں ہے۔ چنانچہ اپنے کتابچہ کے ص ۳۳ پر یہ عنوان جماتا ہے۔

"آدم کا نبی کی ذات کو وسیلہ بنانے کی غلط روایت۔" اور اس کے تحت لکھتا ہے۔ "غضب تو یہ ہے کہ ایک ایسی روایت بھی لائی جاتی ہے جس میں آدم علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوجانے کا قصہ بھی بیان فرمایا گیا ہے اور یہ بھی کہ پھر ان کی توبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنے پر قبول ہوئی۔ پھر حدیث اور اس کا ترجمہ لکھنے کے بعد اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ **لولاک لما خلقت الافلاک** کہ اے نبی اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

اللہ اللہ! یہ اللہ تعالیٰ و رسول پر کس قدر شدید بہتان ہے۔ قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کے سلسلہ میں ارشاد فرماتا ہے۔ **فتلقّٰی آدم من ربّہ کلمات فتاب علیہ انہ ھوالتواب الرحیم**○ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کو توبہ کی دعا سکھائی اور اس کے برعکس یہ روایت کہتی ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دریافت کرنا پڑا کہ تم نے آخرکار محمد کا وسیلہ کیسے پکڑا۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ دعا جو اللہ تعالیٰ نے سکھائی اور جس کے ذریعہ توبہ قبول ہوئی قرآن میں بیان کردی گئی ہے اور وہ یہ ہے **قالا ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین**○

ترجمہ:۔ (آدم و حوانے) کہا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تم ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ

ہو جائیں گے۔" دوسرا ظلم اس روایت میں یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ قرآن فرماتا ہے۔ **وما خلقت الجن والانس الالیعبدون** ترجمہ۔ میں نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر اپنی بندگی کے لئے۔ ثابت ہوا کہ تخلیق کائنات کی غایت بندگی الٰہی ہے نہ کہ ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ خود ذات نبوی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس روایت کو ہر محدث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بتایا ہے اس میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم راوی ہے اور اس پر یہ حکم لگایا گیا ہے (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۰۶) انتہی کلامہ

اول الخلق، مقصود کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اجماع امت ہے کہ ۔

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا

یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہِ امم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

ہر اک سویدائے دل سے پیدا جھلک محمد کے میم کی ہے
اگر وہ خلوت سرا نہ ہوتا تو نقش یہ مرتسم نہ ہوتا

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّہم

یہ وہ عظیم الشان حقیقت ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں۔ "**ھوالاوّل والآخر والظاہر والباطن وھو بکلِ شئ علیم** (وہی ذات اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر شے کا جاننے والا ہے) یہ کلمات اعجاز اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں حمد وثناء پر بھی مشتمل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کے ذکر و بیان کے خطبہ

میں ارشاد فرمایا اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت کو بھی شامل ہیں، کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان اسماء وصفات کے ساتھ آپ کی توصیف فرمائی باوجودیکہ یہ اسماء منجملہ اسماء حسنیٰ بھی ہیں اور وحی متلو (جس کی تلاوت کی جاتی ہے جو کہ بواسطہ جبریل علیہ السلام خدا کا ارشاد ہوتا ہے) اور وحی غیر متلو (جس کی تلاوت نہ کی جائے جو بغیر کسی واسطہ کے القاء، خواب اور براہ راست کلام الٰہی کا نزول ہو) ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی قرار دے کر آپ کے حلیہ مبارک، حسن و جمال اور کمال و خصال کا آئینہ دار بنایا۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء صفات سے متخلّق و متصف ہیں اس کے باوجود خصوصیّت کے ساتھ ان میں سے کچھ صفات کو نامزد کر کے گنایا۔ مثلاً" نور، علیم، حکیم، مومن، مھیمن، ولی، ہادی، رؤف اور رحیم وغیرہ اور یہ چاروں مذکورہ اسماء صفات یعنی اول، آخر، ظاہر، باطن بھی انہی قبیل سے ہیں۔

حضور کی شان اولیت

اب رہا یہ امر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم صفت اول کیسے ہے؟ تو یہ اولیت اسی بناء پر ہے کہ آپ کی تخلیق، موجودات میں سب سے اول ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے **اول ما خلق اللہ نوری**۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا نمبر۲ یہ کہ آپ مرتبہ نبوت میں بھی اول ہیں چنانچہ حدیث پاک میں ہے کنت نبیاً **وّاٰدم لمنجدل فی طینتہٖ** (میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں ہی تھے) نمبر۳۔ یہ کہ آپ ہی روز میثاق سارے جہان سے پہلے جواب دینے والے تھے چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا **الست بربکم** (کیا میں تمہارا رب نہیں؟) **قالو بلیٰ** (سب نے کہا ہاں) نمبر۴ یہ کہ آپ ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں

چنانچہ فرمایا **وَاَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ** (اللہ پر جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اس کے حکم کی تعمیل کی ان میں سب سے پہلے مومن ہوں) نمبر۵ یہ کہ جب زمین شق ہوگی اور لوگ اس سے نکلیں گے تو میرے لئے سب سے پہلے زمین شق ہوگی نمبر۶ یہ کہ (روز قیامت) سب سے پہلے میں ہی سجدہ کرنے کی اجازت پاؤں گا۔ ۷ یہ کہ باب شفاعت سب سے پہلے میرے لئے ہی کھلے گا۔ ۸۔ یہ کہ سب سے پہلے میں ہی جنت میں داخل ہوں گا۔

حضور کی شان آخر

اس سبقت و اولیت کے باوجود بعثت و رسالت میں آپ آخر ہیں چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ** (لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں) اور نمبر۲ یہ کہ کتابوں میں آپ کی کتاب قرآن کریم آخری اور دینوں میں آپ کا دین آخری ہے چنانچہ فرمایا **نحن الآخرون السابقون** تمام سبقتوں کے باوجود بعثت میں ہم آخری ہیں۔ کیونکہ بعثت میں یہ آخریت و خاتمیت اور فضیلت میں اولیت و سابقیت کا موجب ہے اس لئے کہ آپ ہی گزشتہ تمام کتابوں اور دینوں کے ماحی اور ناسخ ہیں۔

شان ظاہر و باطن

اب رہا آپ کا ظاہر و باطن ہونا تو آپ ہی کے انوار نے پورے آفاق کو گھیر رکھا ہے جس سے سارا جہان روشن ہے کسی کا ظہور آپ کے ظہور کے مانند اور کسی کا نور آپ کے نور کے ہم پلہ نہیں اور باطن سے مراد آپ کے وہ اسرار ہیں جن کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے اور قریب اور بعید کے لوگ آپ کے جمال اور کمال میں کھو کر رہ گئے۔

ہر شے کے جاننے والے

وھو بکل شئ علیم (وہی ہر شے کا جاننے والا ہے) کا ارشاد بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہے کیونکہ فوق کل **ذی علم علیم** (ہر صاحب علم کے اوپر اور زیادہ جاننے والا ہے) کی صفات آپ ہی میں موجود ہیں **علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اتمہا واکملہا**۔ (مقدمہ مدارج النبوۃ)

لولاک لما خلقت الافلاک

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں **انت الذی لولاک ما خُلِقَ امرءٌ**
کلّا ولا خلق الورٰی لولاکا۔
(قصیدہ النعمان) آپ وہ ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کوئی شخص پیدا نہ کیا جاتا بلکہ آپ نہ ہوتے تو تمام مخلوق پیدا نہ ہوتی۔

اے خاتم پیغمبران اے باعث خلق جہاں
اے سرور والا نشاں اے شاہ لولاک لما
باعث نہ ہوتا تو اگر پیدا نہ ہوتا اک بشر
معدوم تھا سب سر بہ سر جز ذات پاک کبریا

محدث حاکم نے صحیح مستدرک میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے جب آدم علیہ السلام نے اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کے نام کے ساتھ عرش پر لکھا دیکھا تو عرض کیا الٰہی یہ کون ایسا ہے کہ جس کے نام کو تو نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھ رکھا ہے حکم ہوا کہ **لولا محمد ما خلقتک** وہ میرے نزدیک ایسا عزیز و مکرم ہے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔
میں نے خلق کو اسلیئے پیدا کیا کہ تیری عزت و منزلت انہیں جتلا دوں

صحیح حدیث میں ہے۔ **خلقت الخلق لا عرفھم کرامتک و منزلتک عندی و لولاک ماخلقت الدنیا** (ابن عساکر۔ مواھب اللدنیہ) اے میرے حبیب میں نے خلق کو اس لئے پیدا کیا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں انہیں اس کی پہچان کرادوں اور اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا۔" **عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اقترف آدم الخطیئتہ قال یارب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی۔ فقال اللہ یاآدم و کیف عرفت محمدا ولم اخلقہ قال یارب لِاَنَّک لِما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت راسی فرأیت علیٰ قوائم العرش مکتوبا لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انک لم تضف الیٰ اسمک الا احب الخلق الیک فقال اللہ صدقت یاآدم انہ لاحب الخلق الیّ ادعنی بحقہ فقد غفرت لک ولولا محمد ماخلقتک" اخرجہ الحاکم فی المستدرک و صححہ (جلد ۲ ص۶۵۱) ورواہ الحافظ السیوطی فی الخصائص النبویتہ وصححہ ورواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ وھولا یروی الموضوعات کماصرح بذالک فی مقدمتہ کتابہ وصححہ ایضا القسطلانی والزرقانی فی المواھب اللدنیہ۔ جلد۲ ص۶۲ والسبکی فی شفاء السقام قال الحافظ رواہ الطبرانی فی الاوسط و فیہ من لم اعرفھم (مجمع الزوائد جلد۸ ص ۲۵۳) وجاء من طریق آخر عن ابن عباس بلفظ فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنتہ ولا النار۔ رواہ الحاکم فی المستدرک (جلد۲ ص۶۵۱) وقال صحیح الاسناد و صححہ شیخ الاسلام البلقینی فی فتاویہ ورواہ ایضا الشیخ ابن الجوزی فی الوفا فی اول کتابہ نقلہ ابن کثیر فی البدایتہ (جلد اول ص ۱۸۰)** حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا کا ارتکاب ہوگیا تو انہوں نے عرض کی۔ یا رب میں تجھ سے بحق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کردیجئے۔ اللہ نے فرمایا۔ اے آدم تم

نے محمد کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ان کو ابھی (عالم بشریت میں) پیدا بھی نہیں کیا؟ عرض کی اے رب میں نے اس طرح پہچانا کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح مجھ میں پھونکی اور میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** سو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم تو نے سچ کہا واقعی وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے اور جب تو نے اس کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تیری مغفرت کردی اور اگر محمدؐ نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔" اسے حاکم علیہ الرحمتہ نے مستدرک میں روایت کیا اور روایت کو صحیح قرار دیا۔ اور اس روایت کو حافظ الحدیث جلال الدین سیوطی نے "خصائص نبویہ" میں روایت کیا اور اس روایت کو صحیح فرمایا اور اسے بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں روایت کیا اور امام بیہقی موضوع روایات کو روایت نہیں کرتے جیسے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں تصریح فرمائی ہے۔ اسی طرح امام قسطلانی اور امام زرقانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور امام سبکی نے شفاء السقام میں اس روایت کو صحیح فرمایا ہے۔ حافظ الحدیث نے فرمایا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے "**الاوسط**" میں صحیح فرمایا ہے۔ رحمتہ اللہ علیھم اجمعین۔ یہ حدیث دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اس لفظ سے **فلولا محمد ماخلقت آدم ولا الجنتہ ولا النار۔ رواہ الحاکم فی المستدرک** (جلد۲ ص ۶۵۱ اور فرمایا۔ یہ روایت صحیح الاسناد ہے شیخ الاسلام بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصحیح فرمائی اور اس حدیث کو شیخ ابن الجوزی نے اپنی کتاب "الوفا" کے شروع میں اور اسے نقل کیا ہے۔ ابن کثیر نے "بدایہ" میں (جلد اول ص ۱۸۰) رحمتہ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔ نیز اس حدیث کو مسند ابو نعیم اور مسند ابوالشیخ میں

روایت کیا گیا ہے۔ امام قاضی عیاض مالکی نے۔ الشفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ ص ۱۳۸ پر اور امام عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر فتح العزیز ص ۲۳۳ پر اس حدیث کو روایت فرمایا ہے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس حدیث مبارکہ کو مفسرین و محدثین کرام نے بہ طیب خاطر قبول کیا۔ اٰمنّا و صدقنا کہا۔ اپنی کتاب مبارکہ میں درج کرکے مسلمانان امت تک پہنچایا۔ الحاصل اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

بہت دانشمند علماء نے اور آئمتہ الحدیث نے اور ان حفاظ حدیث نے جن کا مقام جانا پہچانا ہے اور جن کا مقام عزت و مرتبہ عالی ہے اور یہ حضرات سنت نبویہ پر امین ہیں پس ان میں سے حاکم، سیوطی اور سبکی اور بلقینی ہیں اور اس حدیث کو بیہقی نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا جس نے یہ شرط عائد کر رکھی ہے کہ موضوعات کو اپنی کتاب میں درج نہیں کرے گا۔ (کذا فی شرح المواہب وغیرہ کتب حدیث) رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اکابر محدثین اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں لیکن "قرآنی درس توحید" کا مولف بدبخت ابو خالد اس حدیث کو موضوع قرار دے کر محدثین مفسرین کو جھٹلاتا ہے۔ حالانکہ اس کی علمی حیثیت "صفر" ہے اور دینی لحاظ سے مطلقاً بے دین ہے۔ اور اس کے باوجود اس قدر خود فریبی میں مبتلا ہے کہ دشمنئ رسول میں ڈوب کر حضرت آدم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوقیانہ، استہزائیہ انداز میں لکھتا ہے۔ اللہ اللہ یہ اللہ تعالیٰ و رسول پر کس قدر شدید بہتان ہے۔ اللہ تو فرماتا ہے کہ ہم نے آدم کو توبہ کی دعا سکھائی اور اس کے برعکس یہ روایت کہتی ہے کہ یہ آدم علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دریافت کرنا پڑا کہ تم نے آخرکار محمد کا وسیلہ کیسے پکڑا؟ دوسرا ظلم اس روایت میں یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق کا باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ٹھہرایا گیا ہے۔" مزید یہ کہ فن حدیث کے لحاظ سے بھی اس روایت کو ہر محدث نے موضوع (گھڑی ہوئی) بتایا

ہے۔" اس پر فقیر اسی پر اکتفاء کرتا ہے کہ فلعنتہ اللہ علی الکاذبین۔ اتمام حجت اور ابو خالد خارجی کی ناک خاک میں رگڑنے کے لئے۔

وہابیہ کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی گواہی

ملاحظہ ہو۔ ابن تیمیہ نے اس موضوع میں دو حدیثیں روایت کی ہیں اور استشہاد کے لئے صالح اور معتبر قرار دیا ہے اس لئے کہ محدثین کے نزدیک موضوع یا باطل حدیث سے استشہاد نہیں کیا جاتا۔ **روی ابو الفرج ابن الجوزی بسندہ الیٰ میسرة قال قلت یا رسول اللہ متیٰ کنت نبیا؟ قال لما خلق اللہ الارض واستویٰ الی السماء فسواهن سبع سمٰوٰت و خلق العرش کتب علی ساق العرش محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء و خلق اللہ الجنتہ التی اسکنہا آدم و حوّاء فکتب اسمی علی الابواب والاوراق والقباب والخیام، و آدم بین الروح والجسد، فلما احیاہ اللہ تعالیٰ نظر الی العرش فرای اسمی فاخبرہ اللہ انہ، سیّد ولدک فلما غرھما الشیطن تابا واستشفعا باسمی الیہ۔" ورواہ ابونعیم الحافظ فی کتاب دلائل النبوة ومن طریق الشیخ ابی الفرج حدثنا سلیمان بن احمد حدثنا احمد بن رشید حدثنا احمد ابن سعید الفہری حدثنا عبداللہ بن اسماعیل المدنی عن عبدالرحمن بن زید ابن اسلم عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اصاب آدم الخطیئتہ رفع رأسہ، فقال یارب بحق محمد الاغفرت لی فاوحیٰ الیہ وما محمّد؟ ومن محمد؟ فقال یا رب انک لما اتممت خلقی رفعت رأسی الیٰ عرشک فاذا علیہ مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، فعلمت انہ اکرم خلقک علیک اذ قرنت اسمہ مع اسمک فقال نعم، قد غفرت لک و ھو آخر الانبیاء من ذریتک ولولاہ ما خلقتک۔" فھذا الحدیث یؤیدالذی قبلہ وھما کالتفسیر للاحادیثہ الصحیحتہ (اھ من الفتاویٰ جلد۲ ص۱۵۰)** ابو الفرج ابن جوزی علیہ الرحمتہ نے

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ تک اپنی سند ملاتے ہوئے روایت فرماتے ہیں کہ میسرہ فرماتے میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نبی کب بنے تھے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب اللہ نے زمین کو پیدا فرما لیا اور آسمان کی جانب استویٰ فرمایا پس اس نے سات آسمان استوار فرمادیئے اور عرش کو پیدا کیا اور عرش کے پایہ پر لکھا محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء اور اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا جس میں آدم و حوا کو ٹھہرایا۔ پس جنت کے سب دروازوں اور جنت کے درختوں کے پتوں پر اور قبوں پر خیموں پر میرا نام لکھ دیا اور اس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو زندگی بخشی آدم نے عرش کی طرف دیکھا تو انہوں نے میرے نام کو دیکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خبردی کہ بے شک یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری اولاد کا سردار ہے۔ پس جب شیطان نے ان دونوں آدم وحوا کو بہکا دیا پھر انہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میرا نام لے کر شفیع بنایا۔

۲۔ اور حافظ الحدیث ابو نعیم علیہ الرحمتہ نے کتاب دلائل النبوۃ میں اور شیخ ابو الفرج کے طریق سے ہم سے حدیث بیان کی سلیمان بن احمد سے انہوں نے احمد بن رشید سے انہوں نے احمد بن سعید الفھری سے انہوں نے عبداللہ بن اسماعیل مدنی سے انہوں نے عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہم) سے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لما اصاب آدم الخطیئۃ رفع رأسہ فقال یارب بحق محمد الا غفرت لی فاوحیٰ الیہ وما محمدؐ؟ و من محمد؟ فقال یارب انک لما اتممت خلقی رفعت رأسی الیٰ عرشک فاذا علیہ مکتوب لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ فعلمت انہ اکرم خلقک علیک اذ قرنت اسمہ مع اسمک فقال نعم' قد غفرت لک و ھو آخر الانبیاء من ذریتک ولولاہ ماخلقتک فھذا الحدیث یؤید الذی قبلہٗ وھما کالتفسیر للاحادیث الصحیحتہ من الفتاوی۔** (ابن تیمیہ جلد نمبر۲، صفحہ۱۵۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا جب آدم سے لغزش واقع ہوگئی۔ اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا۔ اے رب میرے **بحق محمد** میری مغفرت فرمادیجئے اللہ نے ان کی طرف وحی فرمائی اور محمد کون ہے؟ اور محمد کیا ہیں؟ عرض کی۔ اے میرے رب جب تو نے میری تخلیق مکمل فرمائی میں نے اپنا سر تیرے عرش کی جانب اٹھایا تو اس پر لکھا پایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پس میں نے جان لیا کہ بے شک وہ تیرے نزدیک تیری ساری خلقت سے زیادہ مکرم و معزز ہے اسی لئے تو نے اپنا نام اس کے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ ہاں۔ میں نے تیری مغفرت فرمادی اور وہ تیری ذریت سے آخر الانبیاء ہے اور اگر وہ نہ ہوتا میں تجھ کو پیدا نہ کرتا۔" ان دونوں حدیثوں کو نقل کر کے ابن تیمیہ لکھتا ہے۔ "پس یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کی تائید کرتی ہے' اور یہ دونوں حدیثیں صحیح احادیث کی تفسیر کی طرح ہیں۔ فقیر عرض کرتا ہے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بلاشبہ یہ حدیث ابن تیمیہ کے ہاں۔ **صالح الاستشھاد والا اعتبار ہے۔** ابن تیمیہ نے اس سے استشہاد کیا اور اس موضوع پر دیگر احادیث کے لئے بہ منزلہ تفسیر قرار دیا ہے۔ اگر یہ حدیث موضوع گھڑی ہوتی یا غیر صحیح ہوتی تو ابن تیمیہ اس کی تصدیق و توثیق ہرگز نہ کرتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابو خالد خارجی کے دماغ میں نجدیت وہابیت کا کوئی خطرناک کیڑا (وائرس) گھس گیا ہے جب یہ کیڑا اس کے دماغ میں "چک" مارتا ہے اس کی ناقابل برداشت اذیت اس کے دل تک پہنچتی ہے تو وہ اپنے پیشرو وہابیہ سے زیادہ بڑھ چڑھ کر اچھل کود کرنے لگتا ہے اور میں نہ مانوں۔ میں نہ مانوں۔ کہتا ہوا قرآن و حدیث کے واضح ارشادات کو رد کردیتا ہے اور پھر اس پر یہ دعویٰ کہ ہم ہی سیدھی راہ پر ہیں۔ ہمارے علاوہ تمام مسلمان گمراہ ہیں یعنی صحابہ کرام علیھم الرضوان۔ تابعین۔ تبع تابعین۔ مفسرین' محدثین آئمہ مجتہدین سب مشرک تھے ان کے عقائد قرآن وحدیث کے خلاف تھے۔ الغرض اپنے کتابچہ میں قرآن وحدیث میں

تحریف کرتا ہوا۔ ان تمام عقائد و اعمال کو جن پر اجماع امت ہے شرک و کفر قرار دیتا چلا جاتا ہے اور ذرہ بھر نہیں شرماتا۔

گزشتہ صفحات میں فقیر اس کی متعدد غلط بیانیوں کی مکمل تردید کر چکا ہے۔ اب مزید دیکھئے کہ ابوخالد نجدی وہابی مسلمانوں کو مشرک ٹھہرانے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کی تنقیص و توہین اور ان کے خداداد فضائل و کمالات سے انکار کے لئے کس بے حیائی کے ساتھ آیات قرآن کے ترجمہ اور مطلب و مفہوم کو بگاڑ کر دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اپنے کتابچہ "قرآنی درس توحید" کے صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے۔ "فرمان الٰہی خوب ہوشیار ہو کر سنئے"

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون○ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون○ (سورہ النحل پ ۱۴۔ آیت ۲۰-۲۱) ترجمہ اور اللہ کے علاوہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی کے لئے) پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں (ان میں جان کی رمق تک نہیں ہے) انہیں اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے۔" اس ارشاد میں کسی کا کوئی اِستثنیٰ نہیں' نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا کتنے انبیاء ہیں جن کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارا گیا ہے۔ اگر انبیاء کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بیان کردیتا اور اس طرح عام اعلان نہ فرماتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔ اہل حق پر لازم ہے کہ وہ اس مسئلہ کو پوری طرح دنیا والوں پر واضح کردیں تاکہ جو زندہ رہے وہ حقیقت کو جان کر زندہ رہے اور جو مرے وہ انجان بن کر نہ مرے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی وہ کسوٹی ہے جو کھرا اور کھوٹا چھانٹ کر الگ کرسکتی ہے۔ اسی لئے سب

سے پہلے قرآن کی باتیں بتائی جارہی ہیں۔ کان کھول کر سنئے۔ **وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضر اللّٰہ شیئا وسیجزی اللّٰہ الشاکرین** (آل عمران آیت ۱۴۴) اس آیت کے بعد لکھتا ہے۔ "غور فرمائیے کیا قبر والوں کے ساتھ ہم جو کچھ کررہے ہیں وہ ہم کو اسلام سے الٹے پاؤں کفر شرک میں نہیں لے آیا۔ الخ۔"

ابوخالد وہابی کے دجل و فریب کا پوسٹ مارٹم

مفسرین عظام اور علمائے کرام بالاتفاق فرماتے ہیں کہ آیۃ مبارکہ۔ **والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون○ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون○** مشرکین کی مذمت اور بتوں کی تردید میں نازل ہوئی ہے۔ فقیر گزشتہ صفحات میں۔ "**من دون اللہ** کی وضاحت۔" میں متعدد تفاسیر کی عبارتیں درج کرچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ "مشرکین۔ اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں (یعنی بتوں کو) وہ کچھ بھی نہیں بناتے (اور بنائیں کیا کہ) وہ خود بنائے ہوئے ہیں (مشرکین نے بتوں کو پتھر یا لکڑی وغیرہ تراش کر بنایا ہے) اور وہ مردے ہیں (بے جان جماد ہیں) زندہ نہیں اور انہیں خبر تک نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔" لیکن ابوخالد نجدی وہابی حسب دستور وہابیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو رد کرتے ہوئے مشرکین کفار کی جگہ مسلمانوں کو شمار کرتا ہے' بتوں کی جگہ "دوسری ہستیاں" لکھ کر انبیاء و اولیاء مراد لیتا ہے جن کو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں۔ حالانکہ **یدعون۔ یعبدون** کے معنی میں ہے۔ عبادت کرتے ہیں۔ جب کہ کوئی مسلمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی عبادت نہیں کرتا۔ ذرا غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بت کچھ بھی نہیں بناتے وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ ابوخالد کہتا ہے۔ انبیاء و اولیاء کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بت مردے ہیں بے جان ہیں جماد ہیں۔ ابو خالد لکھتا ہے۔ انبیاء و اولیاء موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بتوں کو خبر تک نہیں "لوگ" کب اٹھائے جائیں گے۔ ابو خالد نجدی کہتا ہے۔ انبیاء و اولیاء کو اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔" **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** دیکھ لیجئے کہ ابو خالد وہابی۔ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں ڈٹا ہوا ہے۔ صریحاً" قرآن مجید میں تحریف بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی کمال ڈھٹائی سے یہ بھی لکھتا ہے کہ "اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی وہ کسوٹی ہے جو کھرا اور کھوٹا چھانٹ کر الگ کرسکتی ہے اسی لئے سب سے پہلے قرآن کی باتیں بتائی جارہی ہیں۔

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

خبیث ابو خالد وہابی۔ قرآن کی باتیں بتارہا ہے۔ یا قرآن کی باتیں رد کررہا ہے؟ قارئین خود ہی فیصلہ کریں۔

ابو خالد نجدی وہابی میں اگر کچھ بھی صداقت اور حیاء و شرم کی ایک رمق تک بھی باقی ہے تو وہ بتائے اور ثابت کرے کہ "دوسری ہستیاں جنکو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں۔" اور "موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک باقی نہیں ہے۔" آیتہ مبارکہ کے کن الفاظ کا ترجمہ ہے جو اس نے لکھا ہے؟ جبکہ آیت مبارکہ میں۔ "دوسری ہستیاں جن کو لوگ حاجت روائی کے لئے پکارتے ہیں۔" کا کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ نیز۔ آیت مبارکہ میں۔ نہ موت کا ذکر ہے اور نہ ہی موت کے بعد بالکل مردہ ہونے اور ان میں جان کی رمق تک باقی نہ رہنے کا بیان ہے۔ قرآن کے منشاء کے خلاف جو باتیں ابو خالد وہابی نے لکھی ہیں وہ بتائے کہ یہ باتیں اس نے کہاں سے اخذ کی ہیں؟ اپنے خبث باطن سے نکالی ہیں یا الہام شیطانی سے ہیں؟ ابو خالد وہابی مزید لکھتا ہے۔ "اس ارشاد میں کسی کا کوئی

استثنیٰ نہیں، نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا۔ اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا۔"

ابو خالد کی یہ عبارت بناء فاسد علی الفاسد کی بدترین مثال ہے کہ اول تو اس نے مشرکین اور بتوں کی مذمت اور تردید میں وارد آیت مبارکہ کو مسلمانوں اور انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام پر چسپاں کیا اور دوم کمال بے حیائی سے ترجمہ و مفہوم بگاڑ کر من گھڑت، بے بنیاد غلط مطلب نکالا کہ موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک نہیں ہے۔" اور پھر اس من گھڑت، بے بنیاد غلط مطلب کی بناء پر انبیاء و اولیاء کو بعد وفات مطلقاً بے جان مردہ قرار دے کر ان کی حیات، ان کے سماع اور ان کے حضور عرض اعمال کا انکار کررہا ہے۔ یہ ضال و مضل شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت میں اس قدر جری اور بے باک ہے کہ اپنے کتابچہ میں اندھا دھند تحریف قرآن کرتا چلا جارہا ہے چنانچہ انبیاء و اولیاء کو بعد وفات مطلقاً مردہ و بے جان ثابت کرنے کی دھن میں صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے۔" کان کھول کر سنئے۔ **وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم و من ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضرّ اللّٰہ شیئا و سیجزی اللّٰہ الشّاکرین** (آل عمران آیت ۱۴۴ پ ۴) یعنی محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزرے ہیں پس کیا اگر یہ مرجائیں یا شہید کردیئے جائیں تو تم الٹے پیروں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پیروں پھر جائے وہ اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکے گا اللہ تعالیٰ اپنے شکرگزار بندوں کو جزاء دے کررہے گا۔"

ابو خالد وہابی کا ترجمہ لکھنے کا گستاخانہ انداز دیکھئے کہ کس قدر خبث باطن کا آئینہ دار ہے۔ "محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں" لکھ کر اس نے حضور اکرم علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی رسالت کے علاوہ دیگر تمام فضائل کے انکار کا پہلو نکالا ہے۔ جبکہ آیت مبارکہ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے۔ نیز اس نے آیت مبارکہ

کا جو مطلب تحریر کیا ہے وہ بھی قطعاً" غلط اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے کہ لکھتا ہے۔" غور فرمایئے کیا قبروالوں کے ساتھ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ ہم کو اسلام سے الٹے پاؤں کفر شرک میں نہیں لے آیا۔""؟

ابو خالد نجدی وہابی بتائے کہ اس نے یہ مطلب کہاں سے اخذ کیا؟ جبکہ اس آیتہ کریمہ میں زیارت قبور کا ذکر تک نہیں ہے۔ اس آیتہ مبارکہ میں نہ تو زیارت قبور سے منع فرمایا گیا ہے نہ ہی اہل قبور کو سلام کہنے اور فاتحہ پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ اور نہ ہی مزارات انبیاء و اولیاء پر حاضر ہو کر ان نفوس قدسیہ' محبوبان خدا سے فیوض و برکات کے حصول اور توسل و استمداد کو کفر شرک ٹھہرایا گیا ہے۔ تو پھر ناقوس وہابیت ابو خالد نجدی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آیات قرآن میں تحریف کر کے مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرائے؟ اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا دین ہی دین اسلام سے جداگانہ ہے۔ اس آیتہ مبارکہ کا صحیح ترجمہ اور مطلب یہ ہے "اور محمد تو ایک رسول ہیں (اور رسولوں کی بعثت کا مقصود رسالت کی تبلیغ اور حجت کا لازم کر دینا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا) ان سے پہلے اور رسول ہو چکے (اور ان کے متبعین ان کے بعد ان کے دین پر باقی رہے۔" شان نزول۔ جنگ احد میں جب کافروں نے پکارا کہ محمد مصطفیٰ شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ مشہور کی تو صحابہ کو بہت اضطراب ہوا اور ان میں سے کچھ لوگ بھاگ نکلے جب نداء کی گئی کہ رسول کریم تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت واپس آئی۔ حضور نے انہیں ہزیمت پر ملامت کی انہوں نے عرض کیا "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا۔" اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء کے بعد بھی امتوں پر ان کے دین کا اتباع لازم ہوتا ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی حضور کے دین کا اتباع اور اس کی حمایت لازم رہتی) تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر

جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔ (تفسیر خزائن العرفان) صاف ظاہر ہے کہ ابو خالد نجدی وہابی۔ آیت کریمہ کے شان نزول اور صحیح مطلب کے برخلاف۔ غلط ترجمہ اور غلط مطلب بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نجدی وہابیوں کے مکرو فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ اجمعین۔

مسئلہ حیات و علم و سَمع وبصرِ موتیٰ کی تحقیق۔

علم و سَمع و بَصَرِ موتیٰ پر تمام اہلسنّت و جماعت کا اجماع ہے۔ اہل قبور۔ زیارت کے لئے آنے والوں کو دیکھتے پہچانتے اِن کا کلام سُنتے سلام لیتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ارواح مومنین کو اختیار رہتا ہے کہ زمین و آسمان میں جہاں چاہیں جائیں سیر کریں جولان فرمائیں یہاں تک کہ سنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ روح کا حال بدن کا سا نہیں وہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے۔ ارواح طیبہ کے لئے دیکھنے سننے میں دور و نزدیک سب یکساں ہے۔ سرکار دو عالم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **اتقوا فراستہ المومن فانہ' ینظر بنور اللہ۔** مومن کی فراستہ سے ڈرو کہ بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔" تو اللہ تعالیٰ کے نور کے لئے کوئی چیز حجاب نہیں بن سکتی۔ جب اولیاء احیاء کے دیکھنے کا یہ حال ہے تو وفات کے بعد تو جسم کی قید سے آزاد ہو کر روح کے ادراکات میں ترقی ہوتی ہے' موت کے بعد کیوں نہ دیکھتی ہو گی؟ ارواح قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔ ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انہیں سارا جہان یکساں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے روضہ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سنتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ خاصہ ملزومہ اولوہیت نہیں بلکہ بندوں کو اس کا حصول ممکن اور زیر قدرت الٰہی داخل ہے۔ پھر کسی کے لئے اس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے۔ وہابیہ جو حیات و سماع و بصر موتیٰ کے منکر ہیں ان کے مذہب نامہذب کی رو سے تو صحابہ کرام و تابعین۔ ائمہ مجتہدین۔ اولیاء کاملین۔ علمائے دین قرون ثلاثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ۔ مشرک کافر ٹھہرتے ہیں۔ جبکہ وہابیہ منکرین خود ہی اجماع امت کا انکار کر کے سبیل المومنین سے ہٹ کر سواد اعظم سے کٹ کر بمصداق آیت کریمہ۔ **و من یّشاقق الرسول من بعد ما تبیّن لہ الھدیٰ و یتّبع غیر سبیل المومنین نُوَلّہٖ ما تولّیٰ و نُصلِہٖ جھنّم و ساءَت مصیرا** (پ ۵ ع ۱۴) اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا۔ اور مسلمانوں کی راہ سے جدا چلے، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔" دین حق سے خارج ہو کر جہنم کا ایندھن بن چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا۔ **انا خلقنا الانسان من نطفتہ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعا" بصیرا"**۔ اور یہ امر بدیہات سے ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً" ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سمیع و بصیر فرمایا۔ آنکھ، کان کو نہیں اور باقی اعضاء جسم کا تو سمع و بصر سے کچھ تعلق نہیں تو صاف واضح ہے کہ سمیع و بصیر روح کو ہی فرمایا گیا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے۔ **ام لھم ارجل یمشون بھا ام لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین یبصرون بھا ام لھم اٰذان یسمعون بھا**۔ اللہ عزوجل نے افعال و سمع و بصر کی اضافت صاحب جوارح کی طرف فرمائی ہے اور جوارح (اعضاء بدن) پر بائے استعانت آئی تو ثابت ہوا کہ فاعل و سامع و بصیر روح ہے اور بدن صرف آلہ ہے۔ اسی طرح احوال برزخ کے متعلق قران و حدیث کی تمام نصوص آیات و روایات گواہ ہیں کہ بدن کے فنا

ہو جانے کے بعد بھی روح کے تمام ادراکات باقی رہتے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ **التحقیق۔ ان الانسان جوھر و ھو الفعّال وھو الدّرّاک وھو المومن وھو المطیع وھو العاصی وھذہ الاعضاء آلات و ادوات لہ فی الفعل فاضیف الفعل الیٰ الاٰلت فی الظاھر و فی الحقیقتہ یضاف الی ذالک الجوھر۔** تحقیق یہ ہے کہ بلاشبہ انسان جوہر (روح) ہے۔ او روہی فعال ہے اور وہی دراک (ادراک کرنے والی) ہے اور وہی مومن ہے اور وہی مطیع ہے اور وہی عاصی ہے اور یہ اعضاء فعل میں روح کے لئے آلات و ذرائع ہیں تو ظاہر میں فعل کی اضافت آلہ کی طرف کی جاتی ہے اور حقیقت میں فعل کی اضافت اسی جوہر (روح) کی طرف ہوتی ہے" احادیث سے ثابت ہے کہ موت سے روح متغیّر نہیں ہوتی اس کے علوم و ادراکات بدستور رہتے ہیں۔ روح کی حیات مستمرہ غیر منقطعہ ہے۔ موت کے بعد بدن گل سڑ کر خاک ہو جائے یا بدن بعد موت سلامت رہے۔ سنتی۔ دیکھتی۔ جواب سلام دیتی روح ہی ہے نہ کہ بدن۔ مردہ بدن ہے۔ روح مردہ نہیں۔

موت سے روح میں اصلاً" کوئی فرق نہیں آتا عقل و علم اور افعال قائم رہتے ہیں۔

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ "اے عمر۔ اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہو گی جب تم مرجاؤ گے اور لوگ تمہارے لئے ساڑھے تین ہاتھ لمبی اور اوڑیڑھ ہاتھ چوڑی قبر کی پیائش کریں گے پھر تمہارے پاس آکر تم کو غسل اور کفن دیں گے اور خوشبو ملیں گے پھر تم کو اٹھا کر لے جائیں گے یہاں تک کہ اس قبر میں رکھ دیں گے پھر تم پر مٹی ڈال دیں گے پھر جب لوگ چلے جائیں گے تو تمہارے پاس دو ممتحن (امتحان لینے والے) قبر کے یعنی منکر نکیر آپہنچیں گے جن کی آواز مثل گرج کے ہو گی اور آنکھیں مثل برق درخشاں کے ہونگی سو تم کو ہلا ڈالیں گے اور حاکمانہ گفتگو کریں گے اور ہول بٹھا دیں گے سو اس وقت اے عمر تمہاری کیا کیفیت ہو گی؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میری عقل اس وقت درست ہو گی۔؟ (یعنی دین و ایمان کی مضبوطی اور عقل سمجھ باقی رہے گی؟" فرمایا۔ ہاں۔ عرض کی کہ بس کام چلالوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کیا ہماری عقلیں ہماری طرف عود کر آئیں گی؟ فرمایا نعم کھیئتکم الیوم ہاں۔ تمہاری عقل کی جو آج حالت ہے اس وقت بھی وہی ہو گی۔ (ابو نعیم۔ ابن ابی الدنیا۔ بیہقی۔ احمد۔ طبرانی۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین)

میّت قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور جانتا پہچانتا ہے

عن عائشۃ قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وانی واضع ثوبی واقول انما ہو زوجی و ابی فلما دفن عمر معہم فواللہ ما دخلتہ' الا وانا مشدودۃ علیّ ثیابی حیاءً من عمر۔ رواہ احمد مشکوۃ صحیح مستدرک حاکم علیہم الرحمتہ) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اپنے اس گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بے لحاظ ستر و حجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی' وہاں کون ہے یہی میرے شوہر یا میرے باپ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ زوجہا ثم ابیہا ثم علیہا و بارک وسلم۔ پھر جب سے عمر دفن ہوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی عمر سے شرم کے باعث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ثابت ہوا کہ میت قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتا اور جانتا پہچانتا ہے۔ اگر ارباب مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنے تھے اور دفن عمر فاروق سے پہلے اس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں۔ غیر کون ہے؟ نیز واضح ہوا کہ قبر کی مٹی' تختے وغیرہ تو میت کی آنکھوں کے لئے حجاب نہیں بن سکتے مگر زائر کے جسم کا لباس ان کے لئے آڑ ہے لہٰذا میت کو زائر ننگا نہیں دکھائی دیتا ورنہ حضرت عائشہ کا چادر اوڑھ کر وہاں جانے کے کیا معنے تھے؟ یہ قانون قدرت ہے۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ باسرار العزیز اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔" دریں حدیث دلیلے واضح است بر حیات میت و علم وے و آنکہ واجب است احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً" صالحاں و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانچہ در حالت حیات ایشاں بود زیرا کہ صالحان را مدد بلیغ است مر زیارت کنندگان خود را بر اندازہ ادب ایشاں۔ کذافی شرح الشیخ۔ (اشعتہ اللمعات شرح مشکوۃ۔ کتاب۔ الجنائز باب زیارت القبور۔ فصل سوم) اس حدیث میں واضح دلیل ہے میت کے حیات ہونے اور علم رکھنے پر اور یہ کہ قبر کی زیارت کے وقت اصحاب قبور کے مراتب کے لحاظ سے ادب ملحوظ رکھنا واجب ہے جس طرح کہ ان کی دنیوی زندگی میں احترام کیا

جاتا تھا اس لئے کہ مزارات اولیاء کی زیارت کرنے والا جس قدر ادب و احترام کرنے والا ہوتا ہے اسی قدر اصحاب قبور اولیاء اللہ کی مدد اس زیارت کرنے والے کو پہنچتی ہے۔"

قبر میں میّت نے سُورہ الملک پڑھی صحابہ نے سُنی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ بعض اصحاب نے اپنا خیمہ اس جگہ نصب کیا جہاں ایک قبر تھی جو انہیں معلوم نہ تھی اور اس قبر کے مردے نے **سورہ تبارک الذی بیدہ الملک** پڑھ کر پوری کی۔ ان اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کیا تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا۔ "یہ سورہ انسان کو برائیوں سے روکنے والی اور عذاب سے بچانے والی ہے اس سورہ نے اس قبر والے کو اللہ کے عذاب سے نجات دلائی ہے۔" رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۱۸۷۔۱۸۸ جلد اول) معلوم ہوا کہ ان صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جیتے جاگتے اس قبر سے مردہ کی آواز سنی اور اس کی حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔ لیکن شیطانی توحید کے پجاری نجدی وہابی نہ صحابہ کرام کی بات مانتے ہیں اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہیں۔

اصحاب قبور۔ زائرین کو دیکھتے، سنتے، سمجھتے، جواب دیتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبد الحق علیہما الرحمۃ کتاب العاقبۃ میں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں۔ حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **مامن رجل یزور قبر اخیہ ویجلس علیہ الّا استانس وردّ علیہ حتّٰی یقوم۔** "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارت قبر کو جاتا اور وہاں بیٹھتا ہے میت کا دل اس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اٹھے مردہ اس کا جواب دیتا ہے۔" احیاء کے آنے۔ پاس بیٹھنے بات کرنے سے مردوں کا جی بہلنے میں ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے سنتے۔ سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا؟۔ ابو خالد نجدی وہابی۔ جواب دے۔

زیارت کے لئے آنے والے پیاروں سے قبر میں میّت کا جی بہلتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "**انس ما یکون المیت فی قبرہ اذا زار من کان یحبہ فی دار الدنیا (شفاء السقام امام سبکی۔ اربعین طائیہ۔ شرح الصدور امام جلال الدین سیوطی علیہم الرحمہ)** قبر میں مردے کا جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔"

اعزہ واحباب سے قبر میں مُردہ کو اُنس حاصِل ہوتا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ عبد اللہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا۔ "**اذا دفنتمونی فشنوا علیّ التراب شنّا" ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور و یقسم لحمها حتّٰی استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی۔**" جب مجھے دفن کرچکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں (منکرونکیر فرشتوں) کو کیا جواب دیتا ہوں۔" (صحیح مسلم)

لیکن ابو خالد خارجی کہتا ہے کہ موت کے بعد میت میں جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔ تو پھر یہ انس حاصل کرنا کیسا؟

مُردہ دیکھتا جانتا پہچانتا۔ سلام کا جواب دیتا ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "**اذا مرّ الرجل بقبر یعرفہ فسلّم علیہ ردّ علیہ السلام وعرفہ واذا مرّ بقبر لا یعرفہ فسلّم علیہ ردّ علیہ السلام۔**" (ابن ابی الدنیا۔ بیہقی۔ صابونی۔ ابن عساکر وخطیب بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) جب آدمی ایسی قبر پر گذرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اسے سلام کرتا ہے۔ میت جواب سلام دیتا اور اسے پہچانتا ہے اور جب ایسی قبر پر گذرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میت جواب سلام دیتا ہے۔"

صاحب قبر نے سوال کا جواب دیا۔

حضرت یحییٰ بن ایوب فزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نوجوان کی قبر پر جاکر اسے پکار کر فرمایا۔ "**یا فلان و لمن خاف مقام ربّہٖ جنّتان۔**" اے فلاں جو شخص اپنی زندگی میں اپنے رب سے ڈرتا رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو دو باغ دے گا۔" اس نوجوان نے اپنی قبر سے جواب دیا **یا عمر قد اعطانیھا ربّی فی الجنّتہ مرّتین۔**" اے عمر مجھے تو پروردگار نے جنت میں ایسے باغ دو مرتبہ عنایت فرمائے ہیں۔" (ابن عساکر۔ قرہ العنین)

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسَّلام مدفون صحابیہ سے ہمکلام ہوئے

حضرت ابو الشیخ علیہ الرحمتہ حضرت عبید بن مرزوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ ایک خاتون مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی۔ ایک روز حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی قبر کی طرف سے گذرے۔ پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ نے عرض کی۔ "امّ محجن کی۔" فرمایا۔ "وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔"؟ صحابہ نے عرض کی۔ "ہاں"۔ حضور نے صف باندھ کر نماز جنازہ پڑھائی پھر اس خاتون سے مخاطب ہوکر فرمایا "تونے کونسا عمل افضل پایا۔"؟ صحابہ نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! وہ سنتی ہے۔"؟ فرمایا۔ "تم کچھ اس سے زیادہ نہیں سنتے۔" پھر فرمایا۔ "اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔" (شرح الصدور۔ حیات الموات)

مرنے والا دیکھتا۔ سنتا۔ جانتا پہچانتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **ان المیت یعرف من یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ**

فی حفرتہ۔ (رواہ احمد۔ طبرانی۔ ابن ابی الدنیا۔ علیہم الرحمتہ) بے شک مردہ پہچانتا ہے اسے جو اس کو غسل دے۔ اور جو اسے اٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو اس کو قبر میں اتارے۔ اور حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مرنے والے کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں رہتی ہے اپنے جسم کو دیکھتی ہے کہ کیوں کر اس کو غسل دیا جاتا ہے کیوں کر کفن دیتے ہیں کیوں کر لے کر چلتے ہیں اور لاش ابھی تختہ ہی پر ہوتی ہے کہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ لوگ جو تیری تعریف کررہے ہیں سن لے۔" کہ بشارت عاجلہ مقدمہ ہے خیر آئندہ کا۔ **(اخرجہ ابو نعیم فی الحلیہ)**

قرآن وحدیث میں تحریف کرنے والا۔ منکر قرآن و حدیث ابو خالد نجدی وہابی۔ شیطانی بڑھک مارتے ہوئے۔ ص۳۱ پر بڑے زور سے عنوان جماتا ہے۔ ایک زبردست انکشاف۔ اس کے تحت دعویٰ کرتا ہے۔ شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس جنت میں زندہ ہیں قبروں میں نہیں۔ اور اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نقل کرتا ہے **ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولا کن لا تشعرون** (بقرہ ع ۱۹۔ آیت ۱۵۴ پ ۲) پھر لکھتا ہے۔ اوپر کی آیت سورۃ البقرۃ کی ہے۔ اس کے بعد کی آیتیں جو جنگ احد کے بعد سورہ آل عمران میں نازل ہوئی ہیں صاف بتاتی ہیں کہ یہ زندگی دنیا میں قبروں کے اندر زندہ درگور قسم کی نہیں بلکہ جنت میں عیش و آرام کی زندگی ہے۔" الخ۔ دراصل۔ **سفہام الاحلام** وہابی قرآن وحدیث کی تعلیم سے نابلد اور جاہل ہیں۔ فقیر طوالت سے بچنے کی خاطر۔ رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ارشادات اور واقعات جو لکھ کر نقل کرچکا ہے اس پر اکتفا کرتے ہوئے ذیل میں صرف ایک روایت حدیث مبارکہ نقل کردیتا ہے۔ جس سے ابو خالد بخدی وہابی کی بکواس کی صاف تردید ہوجاتی ہے۔

صحابہ کرام نے شہید کو قبر میں قرآن پڑھتے دیکھا۔

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (کسی میت کے لئے) قبر کھودی (اور اتفاقاً اس کے پاس پہلے سے ایک قبر تھی قبر کھودتے ہوئے اس پاس والی قبر میں اتفاقاً ایک چوڑا شگاف پڑگیا ایک طاق سا کھل گیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اس کے سامنے ایک قرآن رکھا ہے جسے وہ پڑھ رہا ہے اور اس کے پاس ایک سرسبز باغ ہے۔ یہ واقعہ احد کے مقام پر ظہور پذیر ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ شہدا میں سے ہے کیوں کہ ان صحابہ نے اس کے چہرے پر زخم بھی دیکھا۔" اس روایت کو سہیل علیہ الرحمتہ نے "دلائل النبوہ" میں نقل کیا اور محدث ابن حبان علیہ الرحمتہ نے اپنی تفسیر میں درج کیا نیز ایک حدیث میں ہے کہ

اولیاء قبروں میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ مومن (ولی اللہ) کو قبر میں مصحف (قرآن) دیا جاتا ہے اور وہ قبر میں تلاوت قرآن کرتا ہے۔" (ابن منذر) مقام غور ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے براہ راست فیض و تعلیم حاصل کرنے والے صحابہ کرام سچے ہیں یا یہ ابو خالد نجدی وہابی سچا ہے؟ کیا ضال و مضل وہابی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ توحید و شرک کے مقتضیات کو سمجھتے ہیں؟ حاشاوکلا۔ صحابہ علیہم الرضوان قرآن و حدیث کو صحیح معنوں میں سمجھنے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اھتدیتم۔** رواہ رزین (مشکوۃ) میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم

ان میں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔" لیکن۔ خوارج وہابیہ کے بارے میں فرمایا۔ **یقرون القران لا یجاوز حنا جرهم یقتلون اهل الاسلام ویدعون اهل الاوثان یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیته۔ الحدیث** (صحیح مسلم جلد اول ص ۲۴۰) وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہیں کریں گے اور وہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ (شکار) سے پار نکل جاتا ہے۔" یعنی یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے دل تعلیمات قرآن کو سمجھ نہیں سکیں گے۔ قرآن کے معنوں اور تاویل میں تحریف کریں گے غلط مطلب نکالیں گے نیز حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ **دعاۃ علی ابواب جهنم من اجابهم الیها قذفوه فیها۔** (صحیح بخاری و صحیح مسلم) دوزخ کے دروازوں پر بلانے والے۔ جو دوزخ کی طرف لے جانے والی ان کی باتیں مانے گا اسے دوزخ میں ڈال دیں گے یعنی ایسے پیشواء جو لوگوں کو ہدایت کے لباس میں گمراہی دیں گے۔ خیر دکھا کر شر دکھائیں گے۔ توحید کی آڑ میں گستاخی رسول کی تعلیم دیں گے شربت ظاہر کرکے زہر پلائیں گے یہ لوگ دوزخ میں بھیجنے کا سبب ہوں گے۔" ابو خالد وہابی ان ہی میں سے ہے جو آیات قرآن مجید میں تحریف کرکے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ **اعاذنا اللہ من تلبیسات الوہابیہ۔**

یہ مخالفین حق وصداقت' محرفین قرآن وسنت' سفہاء الاحلام وہابی زندگی اور موت کی حقیقت سے بھی بے خبر ہیں اور مقتضاء توحید وشرک سے بھی نا آشنا ہیں۔ ان کی دانست میں "موت" عدم محض کا نام ہے کہ مرنے والا جمادات کی مثل ہوجاتا ہے۔ حالانکہ

موت عدم محض کا نام نہیں

حضرت امام قرطبی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ "موت عدم محض کا نام نہیں موت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا ہے اور دلیل یہ ہے کہ شہداء قتل ہوجانے اور موت واقع ہوجانے کے بعد بے شک وشبہ حیات ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دئے جاتے ہیں اور یہی صفت دنیاوی زندگی کی ہے۔ پس جب شہداء کا زندہ ہونا ثابت ہے تو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام جو کہ شہداء سے افضل ہیں شہداء کی زندگی سے زیادہ مکمل زندگی کے مستحق ہیں اور انبیائے کرام کے حیات ہونے کے بارے میں نصوص علماء بکثرت ہیں۔" (قرطبی)

موت نیست ونابود ہوجانے کا نام نہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "**لا تظن ان العلم یفارقک بالموت فالموت لا یهدم محل العلم اصلا و لیس الموت عدما" محضا" حتی تظن انک اذا علمت اذا صفتک۔**" یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہوجائے گا کہ موت محل علم یعنی روح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی نہ وہ نیست ونابود ہوجانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم وادراک بھی نہ رہا۔" (احیاء العلوم)

موت کے بعد روح کا تعلق بدن کے ساتھ متصل رہتا ہے۔

زہر الربیٰ شرح سنن نسائی میں مرقوم ہے۔ روح کی شان جدا ہے۔ باآنکہ ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھی چیز کو محسوسات پر قیاس کرکے روح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو تو اسی وقت دوسرے مکان میں نہیں ہوسکتا حالانکہ یہ محض غلط ہے۔"

موت کے بعد روح کا تعلق بدن کے ساتھ قائم رہتا ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواھب میں فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ روح وبدن سے ہے اور انبیاء وشہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے کہ روحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انہیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں' ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ وجمعہ وشنبہ میں ان دنوں کی بہ نسبت اتصال زیادہ قوی تر ہے۔"

اموات قیامت تک سلام کا جواب دیں گی

حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا **والذی نفسی بیدہ لا یسلم علیھم احد الا ردوا الیٰ یوم القیمۃ** "قسم اس

کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔" (طبرانی معجم اوسط صحیح مستدرک حاکم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

شہداء قیامت تک سلام کا جواب دیں گے

حضرت عبداللہ بن ابی فردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارت شہداء احد کو تشریف لے گئے اور عرض کی۔ **اللھم ان عبدک و نبیک یشھد ان ھولاء شھداء وانہ من زارھم اوسلم علیھم الیٰ یوم القیمۃ ردوا علیہ۔** اے اللہ! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔" (صحیح مستدرک حاکم۔ دلائل النبوۃ بیہقی۔)

میت قبر سے ہروقت اپنے جنتی یا دوزخی ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے۔

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشیّ ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار فیقال ھذا مقعدک حتیٰ یبعثک اللہ الیہ یوم القیمۃ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو صبح شام اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا رہتا ہے۔ اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانا اور اگر دوزخیوں میں سے ہے تو دوزخ کا ٹھکانا پھر اس سے

کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے تا آنکہ قیامت کے دن اللہ تجھے ادھر بھیجے گا۔" یہاں صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے یعنی میت قبر سے ہر وقت اپنے جنتی یا دوزخی ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے۔ اس کی تائید اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے۔ **النار یعرضون علیھا غدوًّا وّعشیًّا"۔ جہنمیوں پر دن رات جنہم کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے۔** (از مرقاۃ شرح مشکوۃ۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمتہ)

وفات کے بعد طویل گفتگو

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار تھا۔ میں نے کہا۔ لاؤ اتنی دیر میں دو رکعت نفل پڑھ لیتا ہوں۔ ادھر میں نماز میں لگا اور ادھر زید بن خارجہ نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا کر کہا۔ "**السلام علیکم یا اھل البیت۔**" سب لوگوں سے اس کی گفتگو ہو رہی تھی اور میں سجدہ میں **سبحان ربّی الاعلیٰ** پڑھ رہا تھا۔ زید بن خارجہ نے اپنی دوران گفتگو میں کہا۔ "لوگو! بالکل خاموش ہوجاؤ اور سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے سچے پہلے شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جو جسمانی طور پر دبلے پتلے تھے مگر اللہ کے احکام کے اجراء میں بڑے طاقتور اور قوت دار تھے اور اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ سچے تھے وہ جس طرح مضبوط البدن آدمی تھے اسی طرح احکام خدا کے اجراء میں بھی بڑے سخت اور بہت کڑے تھے اور اب حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) جن کی خلافت کے دو برس بیت گئے اور چار سال باقی ہیں یہ بھی سچ اور صداقت کا مجسمہ ہیں ان کے دور خلافت میں تمام معاملات اور اشیائے محفوظہ پر فتنوں کا دباؤ ہے اور

اریس کے کنواں کو تو تم لوگ جانتے ہی ہو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی حضرت عثمان کے ہاتھ سے گر گئی تھی اور اسی دن سے فتنہ وفساد کے دروازے کھل گئے تھے اور اے عبداللہ بن رواحہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو کیا تم کو خارجہ اور سعد کے حالات معلوم نہیں؟" اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہوگئے۔ میں تو نماز سے فارغ ہو کر یہ تمام باتیں سن ہی رہا تھا کہ حضرت عثمان نے تشریف لا کر نماز جنازہ پڑھا دی (**تہذیب التہذیب** جلد ۳ ص ۴۱۰) اس روایت کو ابن سعد' ابن ابو حاتم' امام ترمذی' یعقوب بن سفیان' امام بغوی' طبری اور ابو نعیم نے بھی بیان کیا ہے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ **علیہم اجمعین۔**

روضۂ رسول اللہ پر بھوکے کی فریاد۔ حضور نے دودھ پلایا

حضرت شیخ ابو عبد اللہ بن محمد بن ابی الامان علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ "میں مدینہ میں محراب فاطمہ کے پیچھے تھا اور شریف مکہ قاسمی بھی وہاں کھڑا تھا اس نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں فاقہ سے تھا میں اپنے گھر سے نکل کر بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا **فاستغثت بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم وقلت انی جائع فنمت فرایت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاعطانی قدح لبن فشربت حتّیٰ رویت وھذا ھو فبصق اللبن من فیہ فی کفی و شاھدنا من فیہ۔**" (وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۲۷) پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا اور عرض کی میں بھوکا ہوں پھر میں سوگیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے مجھے دودھ کا پیالہ عطا فرمایا پس میں نے دودھ پیا یہاں تک کہ میں شکم سیر ہوگیا اور وہ یہ ہے۔ اس نے میری ہتھیلی پر دودھ تھوک کر دکھایا اور ہم نے اس کے منہ سے دودھ کا مشاہدہ کیا۔"

روضۂ رسول اللہ پر درخواست۔ یا رسول اللہ بھوک لگی ہے۔

امام ابوبکر بن مقری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ۔ ”میں اور محدث طبرانی اور محدث ابو الشیخ تینوں حرم شریف نبوی میں تھے کہ بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اور اسی حالت میں دو دن گذر گئے جب عشاء کا وقت ہوا تو میں نے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر صرف اتنا عرض کیا۔ **یارسول اللہ الجوع**۔ یا رسول اللہ بھوک لگی ہوئی ہے اور اس کے علاوہ کوئی کلمہ نہ کہا اور چلا آیا۔ پھر میں اور ابو الشیخ سوگئے اور محدث طبرانی انتظار میں جاگتے رہے ناگاہ ایک مرد علوی نے دروازہ کھٹکھٹایا اس کے ہمراہ دو غلام تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک زنبیل تھی طعام سے بھری ہوئی۔ ہم نے دروازہ کھول دیا۔ وہ آیا بیٹھ کر کھانا ہمارے آگے رکھا اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوا اور جو کچھ بچ گیا ہمارے پاس چھوڑ کر اٹھ گیا اور کہنے لگا۔ اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ اس وقت میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا حضور نے مجھے حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔“ (جذب القلوب شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز)

روضۂ اقدس پر درخواست۔ یا رسول اللہ! میں آپ کا مہمان ہوں۔

حضرت ابوالخیر اقطع علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا میں فاقہ سے تھا وہاں میں نے پانچ روز قیام کیا اور کچھ نہ کھایا **فتقدمت الی القبر و سلّمت علی النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم وَ عَلیٰ ابی بکر و عُمر رضی اللّٰہ عنہما و قلت انا**

ضیفک یارسول اللہ۔ پھر میں وہاں سے ہٹ کر روضہ اقدس کے قریب سوگیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کے دائیں جانب حضرت ابوبکر کو اور بائیں جانب حضرت عمر کو اور سامنے حضرت علی کو دیکھا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) حضرت علی نے مجھے اشارہ کیا اور فرمایا۔ تو کھڑا ہو جا۔ **قد جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقمت الیہ و قبّلت بین عینیہ فدفع الیّ رغیفا فاکلت نصفہ وانتبھت فاذا فی یدی نصف رغیف** (وفاء الوفا جلد دوم ص ۴۲۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں پس میں ان کی طرف کھڑا ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان چوم لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ کو ایک روٹی عطا کی میں نے آدھی روٹی کھائی اور جاگ اٹھا تو باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔“

ایضاً

حضرت ابن الجلاء علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ اور مجھے فاقہ تھا **فتقدمت الی القبر و قلت انا ضیفک فغفوت فرأیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاعطانی رغیفا فاکلت نصفہ وانتبھت وبیدی نصف الآخر** (وفاء الوفاء جلد دوم ص ۴۲۶ مطبوعہ مصر) تو میں قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کی۔ ”میں آپ کا مہمان ہوں“ پھر میں سوگیا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے مجھ کو ایک روٹی عطا فرمائی۔ میں نے آدھی روٹی کھائی اور جاگ پڑا اور میرے ہاتھ میں آدھی روٹی موجود تھی۔“

حضورؐ نے درہم عطا کئے جاگ آئی تو ہاتھوں میں موجود تھے۔

حضرت صوفی احمد بن محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں تین دن بیابان میں گذار کر مدینہ شریف حاضر ہوا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر سلام

عرض کیا پھر میں سوگیا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور نے فرمایا۔ "اے احمد تو آگیا؟" میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ **وانا جائع فی ضیافتک قال التح کفّیک ففتحتھما فملاء ھما دراھم فانتبھتُ و ھما مملوئتان وقمت فاشتریت خبزا جواری وفالو ذجا واکلت وقمت للوقت ودخلت البادیہ** (وفاء الوفا جلد ۲ ص۴۲۶) اور میں آپ کی ضیافت میں بھوکا ہوں۔" فرمایا۔ اپنے دونوں ہاتھ کھول۔" میں نے دونوں ہاتھ کھول دیئے۔ حضور نے دونوں ہاتھ درہموں سے بھر دیئے۔ میں بیدار ہوا تو میرے دونوں ہاتھ درہموں سے بھرے تھے میں نے بازار میں جاکر سفید میدہ کی دو روٹیاں اور فالودہ خرید کیا اور اسی وقت جنگل کو چلا گیا۔"

روضۂ حضور پر فریاد و استغاثہ

امام محمد بن منکدر محدث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص میرے باپ کے پاس اسی (۸۰) دینار امانت رکھ کر جہاد کو چلا گیا اور اذن دے گیا کہ اگر تم کو ضرورت پڑے تو اس میں سے خرچ کرنا۔ میرے والد نے وہ سب دینار اپنی ضروریات میں خرچ کر ڈالے۔ جب وہ شخص آیا اور اسنے اپنے دینار طلب کئے تو میرا والد ادا کرنے سے عاجز ہوا۔ پس میرے والد نے اس شخص سے کہا "توکل آنا" رات کو میرا والد مسجد نبوی میں گیا اور غایت اضطراب سے کبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبر شریف کے مقام پر حاضر ہو کر اور کبھی روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر آپ سے فریاد و استغاثہ کرتا۔ ناگاہ تاریکی شب میں ایک مرد ظاہر ہوا اور اسی (۸۰) دینار کی تھیلی میرے والد کے ہاتھ میں دے کر چلا گیا۔ انہوں نے یہ اسی دینار اس شخص کو ادا کئے اور زحمت مطالبہ سے نجات پائی۔ (جذب القلوب۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدسنا اللہ العزیز)

یارسول اللہ آپ کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ ظلم!

حافظ الحدیث ابو القاسم ابن عساکر علیہ الرحمتہ اپنی تاریخ میں روایت فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے مدینہ طیبہ میں روضہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب صبح کی اذان کہی۔ اس میں الصّلوٰۃ خیر من النوم بھی کہا تو مسجد نبوی کے خدام میں سے ایک خادم آیا اور اس کو ایک تھپڑ مارا۔ تو یہ شخص رونے لگا اور قبر مبارک پر حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ ! **فی حضر تک یفعل بی ھذا۔** حضور کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ کچھ کیا گیا۔ **ففلج الخادم و حمل الیٰ دارہٖ فمکث ثلاثتہ ایام ومات۔** وہ خادم فالج میں مبتلا ہو گیا اور اسے اٹھا کر اس کے مکان میں لے گئے وہ تین دن زندہ رہا پھر مرگیا (وفاء الوفاء صفحہ ۴۲۶ جلد دومؒ)

نانا جان! میں آپ سے طعام ثرید کھانے کا متمنی ہوں۔

حضرت ابو محمد عبدالسلام بن عبدالرحمٰن حسینی علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ میں تین دن مدینہ میں مقیم رہا اور کچھ نہ کھایا تو میں نے منبر نبوی کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور عرض کی۔ **یا جدّی جعتُ واتمنّیٰ علیک ثردۃ۔** اے میرے نانا جان میں بھوکا ہوں اور آپ سے طعام ثرید کھانے کا متمنّی ہوں۔ پھر میں سوگیا۔ ایک شخص نے مجھے بیدار کیا اس کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک برتن تھا جس میں ثرید اور گھی اور گوشت تھا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ کھاؤ۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا تین دن سے میرے چھوٹے بچے اس طعام کی خواہش رکھتے تھے آج اللہ نے اس کی توفیق دی۔ پھر میں سوگیا تو فرائیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم **وھو یقول ان احد اخوانک تمنّیٰ علیّٰ ھذا الطعام فاطعمہ منہ** (وفاء الوفاء

جلد دوم صفحہ ۴۲۷) نیند میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور انہوں نے فرمایا۔ تیرے بھائیوں میں سے ایک نے مجھ سے اس طعام کی تمنا کی ہے پس تو اس طعام میں سے اسے بھی کھلا دے"

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری   بدرگاہش بیا و ہرچہ مے خواہی تمنا کن۔

اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے تو ان کی درگاہ میں آ اور جو کچھ تو چاہتا ہے اس کی تمنا کر کے حاصل کر لے۔ بحمدہ تعالیٰ قرآن و حدیث سے واضح ہوا کہ سرکار دو عالم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشک و شبہ حیات ہیں' پوری کائنات آپ کے پیش نظر ہے۔ زائرین کو دیکھتے جانتے پہچانتے ہیں۔ فریادوں کو سنتے قبول فرماتے حاجت روائی مشکل کشائی فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ انور کی حاضری کے لئے جانا۔ یارسول اللہ کہکرؐ آپ سے حاجات طلب کرنا۔ مشکلات و مصائب عرض کر کے استمداد و استعانت کرنا سنت صحابہ ہے تابعین' تبع تابعین مفسرین و محدثین' اولیاء کاملین اور علمائے دین اس پر عامل ہیں نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ اپنی قبروں میں تلاوت قرآن کرتے ہیں' زائرین کو دیکھتے جانتے پہچانتے ہیں۔ سلام و کلام سنتے اور جواب دیتے ہیں' حاجت روائی' مشکل کشائی کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ موت عدم محض کا نام نہیں۔ میت جمادات کی مثل نہیں ہو جاتا۔ جسم سے روح کی علیحدگی کا نام موت ہے۔ روح کو فناء نہیں ارواح کا علم و شعور' اور ادراک بحال رہتا ہے۔ ارواح خواہ علیین میں ہوں یا سجین میں یا دیگر مقامات میں کہیں بھی ہوں ان کا اپنے اجسام کے ساتھ تعلق برقرار رہتا ہے۔

سند المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"و بہ تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و او را علم و شعور بزائران و احوال ایشاں ثابت است و ارواح کاملاں قربے و مکانتے در جناب

حق ثابت است چنانکہ در حیات بود یا بیشتر ازاں و اولیاء را کرامات و تصرف در اکوان حاصل است و آں نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح باقی است و متصرف حقیقی نیست مگر خدا عزشانہ' وہمہ بقدرت اوست و ایشاں فانی اندر در جلال حق در حیات و بعد از ممات پس اگر دادہ شود مراحدے را چیزے بوساطت یکے از دوستان حق و مکانتے کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانکہ در حالت حیات بود و نیست فعل و تصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہ و عم نوالہ و نیست چیزے کہ فرق کند میان ہر دو حالت و یافتہ نہ شدہ است دلیلے بر آں۔" (اشعۃ اللمعات جلد اول باب زیارت القبور صفحہ ۷۶۲ - ۷۶۳)

آیات اور احادیث کی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ روح باقی ہے اور اس کو زیارت کے لئے آنے والوں اور ان کے احوال کا علم و شعور حاصل ہے اور ارواح کاملین (اولیاء اللہ) کو حق تعالیٰ کی جانب میں جو قرب اور عزت و مرتبہ حیات دنیوی میں حاصل تھا ویسا ہی یا اس سے بھی زیادہ قرب اور عزت و مرتبہ بعد وفات بھی ثابت ہے اور اولیاء اللہ کو کرامات اور اکوان میں تصرف حاصل ہے اور یہ ان کی روحوں کو ہی حاصل ہے اور ارواح باقی ہیں اور متصرف حقیقی اللہ عزشانہ' ہی ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت سے ہے۔ اور اولیاء اللہ دنیوی زندگی اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں جلال حق میں فانی ہیں پس جیسے کہ ان کی دنیوی زندگی میں ان کے اس قرب و عزت و منزلت کی وساطت سے جو انہیں عنداللہ حاصل ہے لوگوں کو عطا و بخشش کی جاتی تھی اسی طرح اگر بعد وفات کسی ولی اللہ کے عنداللہ قرب و عزت و مرتبہ کی وساطت سے کسی کو کوئی چیز عطا کی جائے تو یہ حقیقت سے بعید نہیں ہے۔ اور اولیاء اللہ کی حیات و موت دونوں حالتوں میں ان کا فعل و تصرف حق تعالیٰ ہی کا فعل و تصرف ہے۔ جل جلالہ' و عم نوالہ' اور ایسی کوئی چیز نہیں جو ان کی دونوں حالتوں میں فرق کرے اور اس پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے مزارات میں بحیات حقیقی زندہ ہیں۔

قرآن و حدیث کے مطابق امت کا اس پر اجماع ہے کہ جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے مزارات میں بہ حیات حقیقی یعنی جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی روحیں قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت دے رکھی ہے کہ قبروں سے نکل کر سیر فرمائیں جہاں چاہیں جائیں بعینہ یا بمثالہ لیکن ہر حال میں ہروقت اپنی قبروں کے ساتھ ایک خصوصی نسبت اور تعلق قائم رہتا ہے۔ بہ الفاظ دیگریوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مزارات مقدسہ اور زمین و آسمان کے درمیان سے تمام پردے اٹھا دیئے ہیں اور ان کو اتنا تصرف و نفوذ حاصل ہے کہ بلا انتقال مکانی جہاں چاہیں جلوہ گر ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ **الانبیاء احیاء فی قبورھم یُصلّون۔** انبیاء حیات ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں کہ نماز پڑھنا جیتے جسم کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرت علامہ تقی الدین سبکی رحمتہ اللہ علیہ "**الانتباہ الاذکیا لحیوۃ الانبیاء للسیوطی**" میں فرماتے ہیں "**حیوۃ الانبیاء والشھداء فی القبر کحیٰوتھم فی الدنیا و یشھد لہ صلوٰۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسدا**"۔" انبیاء وشہداء کی زندگی قبرمیں اسی طرح ہے جس طرح وہ دنیا میں زندہ تھے اور اس بات پر حدیث شاہد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبرمیں نماز پڑھتے دیکھا پس نماز پڑھنا اس امر کا مقتضی ہے کہ نماز پڑھنے والا جسم اور روح کے تعلق کے ساتھ زندہ ہو۔" حضرت امام

جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ "کتاب التنویر" میں فرماتے ہیں "بے شک نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جسم اور روح کے تعلق کے ساتھ حیات ہیں اور جس طرح کہ حضور کو وفات سے پہلے اطراف زمین اور ملکوت میں چلنے پھرنے کی قدرت حاصل تھی اسی طرح اب بھی اسی طرح زمین میں چلتے پھرتے اور اطراف زمین اور عالم ملکوت میں تصرف فرماتے ہیں ان امور میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اجازت دے رکھی ہے کہ قبروں سے نکل کر سیر فرمائیں اور ملکوت علوی و سفلی میں تصرف فرمائیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے روضہ اطہرمیں حیات ہیں اسی طرح سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حیات ہیں۔ یہ بات ہمارے نزدیک علم قطعی سے ثابت ہے اس لئے کہ اس کے ثبوت میں قطعی دلائل اور حجتیں موجود ہیں اور متواتر حدیثیں وارد ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء زندہ ہیں قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ اجساد انبیاء کو کھائے۔"

لیکن خوارج الاصل وہابی کسی کی بات نہیں مانتے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، یہ ہٹ دھرم اپنی رٹ لگاتے ہوئے اتنے منہ پھٹ ہو چکے ہیں کہ ڈٹ کر قرآن و حدیث کی تردید کرتے ہیں محبوبان انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو **من دون اللہ** کہکر کفار و مشرکین کے بتوں میں شمار کرتے ہیں۔ بے جان۔ جماد محض۔ چنانچہ ناقوس وہابیہ ابو خالد نجدی۔ بتوں کی تردید میں نازل آیت کریمہ **والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا و ھم یخلقون ○ اموات غیر احیاء و ما یشعرون ایان یبعثون** سے انبیاء و اولیاء کی تردید کرتا ہے۔ لکھتا ہے "اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں' نہ انبیاء اور نہ اولیاء کا اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی رمق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع اور عرض اعمال

کا اثبات کیسا؟" **نعوذ باللہ من هفوات الوہابیہ۔** گذشتہ اوراق میں قرآن و حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ حیات ہیں۔ زائرین کو دیکھتے پہچانتے۔ سلام و کلام سنتے۔ جواب دیتے ہیں قبل اس کے کہ فقیر مسئلہ عرض اعمال کی وضاحت کرے۔

ابو خالد نجدی کے مزید دجل و فریب

کا پردہ چاک کردینا ضروری سمجھتا ہے۔ ابو خالد وہابی اپنے کتابچہ کے صفحہ ۳۵ پر بڑی بے حیائی کے ساتھ عنوان جماتا ہے "مردوں کو نبی بھی نہیں سنا سکتے۔" اور اس کے تحت۔ **وما انت بمسمع من فی القبور۔** (پارہ ۲۲ رکوع ۱۵ سورہ فاطر) ترجمہ (اے نبی) آپ قبر میں پڑے ہوؤں (یعنی مردوں) کو سنا نہیں سکتے۔ ایک آیت میں ہے **فانک لاتسمع الموتیٰ** (پارہ ۲۱ رکوع ۸ سورہ روم) ترجمہ (اے نبی) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ ان آیات اور ان جیسی اور بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ مردے نہیں سنتے۔" لکھ کر اس کی تائید میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ۔ سے منسوب ایک غلط' بے بنیاد' جھوٹا واقعہ درج کر کے مسلمانوں کو دجل و فریب سے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ فقیر اس واقعہ کے جھوٹا ہونے کے اثبات میں اتنا عرض کردینا کافی سمجھتا ہے کہ آپ کے جلیل القدر تلامذہ و متبعین میں سے کسی نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ خود امام اعظم ابو حنیفہ اور انکے تلامذہ و متبعین کی جملہ کتب میں استحباب توسل کی تصریحات موجود ہیں۔"

اور ابو خالد نجدی نے حسب دستور وہابیہ آیات مبارکہ "**وما انت بمسمع من فی القبور**" اور **فانک لا تسمع الموتیٰ۔**" کا غلط مطلب بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ فقیر پوری آیات لکھ کر ان کا صحیح ترجمہ اور مطلب عرض کردیتا

ہے تاکہ مسلمان "وہابیہ" کے دجل و فریب سے محفوظ رہیں۔

۱۔ **انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ ومن تزکیٰ فانما یتزکیٰ لنفسہٖ والی اللہ المصیر○ وما یستوی الاعمیٰ والبصیر○ ولا الظلمٰت ولا النور ○ ولا الظل ولا الحرور○ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور○ ان انت الا نذیر○ انا ارسلنٰک بالحق بشیرا" ونذیرا"** (پ ۲۲ ع ۱۵) اے محبوب! تمہارا ڈر سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو ستھرا ہوا (یعنی بدیوں سے بچا اور نیک عمل کئے) تو اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا (اس نیکی کا نفع وہی پائے گا) اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے اور برابر نہیں اندھا اور انکھیارا (یعنی جاہل اور عالم یا کافر اور مومن) اور نہ اندھیریاں (یعنی کفر) اور اجالا (یعنی ایمان) اور نہ سایہ (یعنی حق یا جنت) اور نہ تیز دھوپ (یعنی باطل یا دوزخ) اور برابر نہیں زندے اور مردے (یعنی مومنین اور کفار یا علماء اور جہال) بے شک اللہ سناتا ہے جسے چاہے (یعنی جس کی ہدایت منظور ہو تو اس کو توفیق قبول عطا فرماتا ہے) اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں یعنی کفار کو۔ اس آیت میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح مردے سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور پند پذیر نہیں ہوتے بد انجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت و نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں اور نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر راہ یابی کا نفع مرتب ہو۔ رہا مردوں کا سننا وہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔" (خزائن العرفان)

۲ ۔ **فانک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین ○ وما انت بھٰدی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بایٰتنا فھم مسلمون** (پ ۲۱ ع ۸)

اس لئے کہ تم مردوں کو نہیں سناتے (یعنی جن کے دل مرچکے اور ان سے کسی طرح قبول حق کی توقع نہیں رہی) اور نہ ہی بہروں کو پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دے کر پھریں (یعنی حق کے سننے سے بہرے ہوں اور بہرے بھی ایسے کہ پیٹھ دے کر پھر گئے ان سے کسی طرح سمجھنے کی امید نہیں) اور نہ تم اندھوں کو (جو دل کے اندھے ہیں) ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ تو تم اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں" جو لوگ اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں قرآن و حدیث میں تحریف کرتے ہیں کیونکہ یہاں مردوں سے مراد کفار ہیں جو دنیوی زندگی تو رکھتے ہیں مگر پند و موعظت سے نفع نہیں اٹھاتے اس لئے انہیں اموات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو اس دنیا سے مر کر گزر چکے ہیں ان کو پند و نصیحت کرنا کیا معنے رکھتا ہے؟ بکثرت احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اور یہ بھی کہ قبر پر آنے والوں کو مردے دیکھتے پہچانتے سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں۔

۳۔ انک لا تسمع الموتیٰ ولا تسمع الصّم الدعاء اذا ولّوا مدبرین وما انت بھٰدی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بایٰتنا فھم مسلمون (پ ۲۰ ع ۲) بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے (مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں جن کے دل مردہ ہیں چنانچہ اسی آیت کے مقابل اہل ایمان کا ذکر فرمایا۔ اور ان سے بھی مطلقاً" ہر کلام کے سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ پند و موعظت اور کلام ہدایت کے بہ سمع قبول سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ اس آیت کے معنے یہ بتانا کہ مردے نہیں سنتے بالکل غلط ہے۔ صحیح احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے) اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر (معنے یہ ہیں کہ کفار غایت اعراض و روگردانی سے مردے اور بہرے کے مثل ہو گئے ہیں کہ انہیں پکارنا اور حق کی دعوت دینا کسی طرح نافع نہیں ہوتا) اور اندھوں کو (جن کی بصیرت جاتی رہی اور دل اندھے ہو گئے) گمراہی سے تم ہدایت

کرنے والے نہیں تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (جن کے پاس سمجھنے والے دل ہیں اور جو علم الٰہی میں سعادت ایمان سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں اور مسلمان ہیں۔" (تفسیر بیضاوی۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر ابو السعود۔ اور تفسیر مدارک (تفسیر خزائن العرفان)

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان (مقتولین کفار) سے زیادہ نہیں سنتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر والوں کے متعلق خبریں دیتے ہوئے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ایک دن پہلے کفار کے قتل گاہ دکھاتے تھے' فرماتے تھے کہ انشاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہو گی اور انشاء اللہ کل یہ جگہ فلاں کی قتل گاہ ہو گی (اس فرمان عالی میں تین غیبی خبریں ہیں۔ ا۔ وقت موت کی خبر کہ فلاں شخص کل مرے گا۔ ۲۔ جگہ موت کی خبر کہ فلاں جگہ مرے گا۔ نوعیت موت کی خبر کہ کفر پر مرے گا نہیں بلکہ ہمارے ہاتھوں مارا جائے گا غرضکہ علوم خمسہ میں سے تین چیزوں کی خبر حضور نے دے دی بلکہ لکیر کھینچ کر بتا دیا کہ فلاں کافر اس کے اندر مارا جائے گا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگ ان حدود سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی بالکل نہ ہٹے (یعنی اس دائرہ اس حد کے اندر ہر شخص قتل ہوا جہاں حضور انور نے دائرہ کھینچ کر جگہ مقرر فرمائی تھی) پھر وہ اوپر تلے ایک کنویں میں ڈال دیئے گئے۔ پھر رسول اللہ وہاں تشریف لے گئے۔ فرمایا۔ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں کیا تم نے وہ سب باتیں درست پائیں جن کا تم سے اللہ اور رسول نے

وعدہ کیا تھا کیونکہ میں نے وہ سب درست پایا جو مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں تو فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے بجز اس کے کہ وہ مجھے کچھ جواب نہیں دے سکتے۔" (صحیح مسلم) یہ روایت صحیح بخاری میں حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بہ روایت طویل مروی ہے۔ یہی حدیث طبرانی میں بہ سند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ثابت ہوا کہ ہر میت مومن ہو یا کافر مرنے کے بعد زندوں کا کلام سنتی ہے لیکن زندوں کی طرح جواب نہیں دے سکتی کیونکہ اب وہ ایسی آواز سے بولتے ہیں جنہیں یہ کان سن نہیں سکتے۔ اہل اللہ مردوں کی آواز سن لیتے ہیں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زندہ بزرگوں کا مردوں کی آوازیں سننا ثابت ہے۔

منکرین وہابی جواب دیں۔

کہ آیا اللہ تعالیٰ نے **ماانت بمسمع من فی القبور** اور **انک لاتسمع الموتٰی**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید کے لئے آیات نازل فرمائیں کہ حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام فرماتے ہیں۔" میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔" اور اس کی تردید اللہ فرماتا ہے کہ اے نبی آپ قبر میں پڑے ہوئے (مردوں) کو سنا نہیں سکتے۔ اے نبی آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے۔" کیا معاذ اللہ۔ قرآن عظیم اپنے رسول کی تکذیب کے لئے اترا؟ ایسا لکھتے ہوئے وہابیہ کے ہزماسٹروائس ابو خالد نجدی وہابی کو۔ اللہ و رسول سے کچھ شرم و حیاء نہ آئی۔ ؟ مگر۔ شرم چہ کتی است کہ پیش وہابیہ آید۔؟

مسئلہ حیات الموات اور سماع موتیٰ کی تحقیق و توضیح کے بعد اب فقیر

مسئلہ عرض اعمال بعد وفات کی وضاحت

کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ حسب معمول و شعار وہابیہ ابو خالد نجدی وہابی تحریف قرآن کرتے ہوئے عرض اعمال بعد وفات کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے۔: اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثناء نہیں' نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا اور جب وفات کے بعد کسی میں بھی جان کی ایک رمق بھی باقی نہیں رہتی پھر حیات سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا""؟

قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم **الصلوٰۃ** والسلام اپنی امتوں پر گواہ ہیں' ان کے ایمان و کفر و نفاق اور نیک و بد اعمال کی گواہی دینے والے ہیں۔ اور سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب انبیاء اور ان کی امتوں پر بھی اور اپنی امت مرحومہ پر بھی گواہ ہیں یعنی ساری مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام کی امت ہے۔ اور شاہد یعنی گواہ کے لئے ضروری ہے کہ موقعہ پر حاضر ہو اور واقعہ کو دیکھنے والا ہو۔ مفردات راغب میں ہے۔: **الشهود والشهادة الحضور مع المشاهدة اما بالبصر او بالبصيرة**" یعنی۔ شہود اور شہادت کے معنے ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ کی رسالت عامہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیراً** (پ ۱۸ ع ۱۶) بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر (یعنی محمد مصطفیٰ پر) جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔" آیت مبارکہ میں

حضور کے عموم رسالت کا بیان ہے کہ آپ تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں جنّ ہو یا بشر یا فرشتے یا دیگر مخلوقات سب آپ کے امتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ارسلت الی الخلق کافۃ (مشکوٰۃ) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے" اور حضور تمام مخلوق پر گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **انا ارسلنٰک شاھدا" و مبشّرا" و نذیرا" لتومنوا باللّٰہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ بکرۃ" واصیلا"** (پ ۲۶ ع ۹) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر (اپنی امت کے اعمال و احوال کا تاکہ روز قیامت ان کی گواہی دو) اور خوشی اور ڈر سناتا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنابک علیٰ ھٰؤلآء شھیدا"** (پ ۵ ع ۳) تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے (اس نبی کو اور وہ اپنی امت کے ایمان و کفر و نفاق اور تمام افعال پر گواہی دیں گے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے افعال سے باخبر ہوتے ہیں) اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔" کہ تم نبی الانبیاء ہو اور سارا عالم تمہاری امت (خزائن العرفان) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کے احوال و اعمال سے باخبر ہیں اور سب پر گواہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **حیاتی خیر لکم تحدثون و یحدث لکم و وفاتی خیر لکم تعرض اعمالکم علیَّ فما رأیت من خیر حمدت اللّٰہ وما رأیت من شر استغفرت لکم"**۔ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (**قال الحافظ الھیثمی فی مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۴ رواہ البزار و رجالہ رجال الصحیح و صححہ الحافظ السیوطی فی المعجزات والخصائص و کذا القسطلانی شارح البخاری و نص المناوی فی فیض القدیر جلد ۳ صفحہ ۴۰۱ بانہ' صحیح و کذا الزرقانی فی شرح**

المواہب القسطلانی و کذا الشہاب الخفاجی فی شرح الشفا قاضی عیاض جلد اول صفحہ ۱۰۲ و کذا الملا علی قاری فی شرح الشفا جلد اول ۱۰۲ وقال رواہ ایضا" الحارث بن اسامۃ فی مسندہ بسند صحیح و ذکرہ ابن حجر فی المطالب العالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۲

میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم نئے نئے کام کرتے ہو اور تمہیں حکم بیان کیا جاتا ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اچھے اعمال دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور برے اعمال دیکھ کر تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کروں گا۔

میری (دنیاوی) زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم بات چیت کرتے ہو اور تم سے بات چیت کی جاتی ہے) یعنی تم مجھ سے احکام و مسائل پوچھ لیتے ہو اور میں تمہیں احکام و مسائل بتا دیتا ہوں) اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر عرض کئے جاتے ہیں پس میں جو اچھی بات دیکھتا ہوں اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں اور جو بری بات دیکھتا ہوں اس پر تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں" ثابت ہوا کہ ہمارے اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عرض کئے جاتے ہیں اور جو کچھ اچھے برے کام ہم کرتے ہیں وہ ہمارے ان تمام اعمال کو جانتے ہیں پس ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ اختیار کرتے رہیں اور آپ کی شفاعت طلب کرتے رہیں حضور ہماری شفاعت کرتے رہیں ہمارے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں اس لئے کہ حضور کو یہ مقام شرف و کرامت حاصل ہے کہ آپ شفاعت فرمانے والے ہیں آپ کی شفاعت مقبول ہے' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت پر گواہ ہیں یہ ارشاد باری تعالیٰ اس امر کا متقاضی ہے کہ ان پر امت کے اعمال عرض کئے جاتے رہیں تاکہ جو حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا اور جانا اس پر گواہی دیں۔

حضرت ابن المبارک محدث علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ ہمیں قبیلہ منھال کے انصاری شخص ابن عمرو علیہ الرحمتہ نے حدیث سنائی کہ انہوں نے حضرت سعید ابن المسیبؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا۔: ایسا کوئی دن نہیں جو خالی جائے۔ ہر روز حضور نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم پر ان کی امت کے اعمال رات دن پیش کئے جاتے رہتے ہیں پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو پہچانتے ہیں ان کے ناموں اور ان کے اعمال کو جانتے پہچانتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان شاہد ہے کہ فرمایا۔ **فکیف اذا جئنا من کل امتہ بشھید و جئنابک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا"** **(مفاہیم یجب ان تصحح صفحہ ۱۷۳۔ تالیف' استاذ العلماء حرمین الشریفین محمد علوی مالکی مکی الحسنی)**

عن اوس ابن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعتہ فیہ خلق ادم و فیہ قبض و فیہ النفختہ و فیہ الصعقتہ فاکثر وا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضتہ علیّ قالوا یارسول اللہ و کیف تعرض صلوٰتنا علیک و قد ارمت قال یقولون بلیت قال ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔ رواہ ابو داود و النسائی و ابن ماجہ والدارمی والبیہقی فی الدعوات الکبیر۔ (مشکوٰۃ باب الجمعتہ) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے' اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی میں صور پھونکنا ہے اور اسی میں بیہوشی ہے لہٰذا اس دن میں مجھ پر درود زیادہ پڑھو کیونکہ تمہارے درود مجھ پر خصوصی طور پر پیش ہوتے ہیں (علامہ علی قاری علیہ الرحمتہ محدث فرماتے ہیں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں کہ ہمیشہ ہی درود شریف حضور پر پیش ہوتا ہے مگر جمعہ کے دن خصوصی پیشی ہوتی ہے اور خصوصی قبولیتؓ۔") لوگ بولے یا رسول اللہ! ہمارے درود آپ پر کیسے پیش ہوں گے۔ آپ تو رمیم ہو چکے

ہوں گے (یعنی گلی ہڈی) (یہ سوال بطور انکار نہیں بلکہ کیفیت پوچھنے کے لئے ہے یعنی آپ کی وفات کے بعد ہمارے درود کی پیشی فقط آپ کی روح پر ہو گی یا روح مع الجسم پر) فرمایا۔ اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسم حرام کر دیئے ہیں۔" لہٰذا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام زمین کھا ہی نہیں سکتی اور وہ گلنے سے محفوظ ہیں پس مجھ پر درود روح مع الجسم پر ہوتا ہے۔ علامہ قاری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ "اولاد کے اعمال ماں باپ پر پیش ہوتے ہیں' مرید کے شیخ پر مگر وہاں پیشی کبھی کبھی ہوتی ہے وہ بھی فقط روح پر اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیشی ہر وقت ہوتی ہے اور روح مع الجسم پر" مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (مرآت شرح مشکوٰۃ)

ابن ابی الدنیا علیہ الرحمتہ اور طبرانی علیہ الرحمتہ نے مرفوعاً" یہ روایت نقل کی ہے کہ زندوں کے اعمال مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں اگر اچھی بات معلوم ہوتی ہے خوش ہوتے ہیں اور اس کی تکمیل کی دعا کرتے ہیں۔ اور بری بات معلوم ہوتی ہے تو (رنجیدہ ہو کر) توفیق عمل کی دعا کرتے ہیں۔"

عن ابی الدرداء' قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعتہ فانہ' مشھود یشھدہ الملائکتہ وان احدا لم یصلّ علیّ الا عرضت علیّ صلوتہ' حتیّٰ یفرغ منھا قال قلت و بعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق (رواہ ابن ماجہ صفحہ ۱۱۸۔ مشکوٰۃ باب الجمعتہ) ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور مجھ پر کوئی درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے حتیٰ کہ اس سے فارغ ہو جائے۔ ابو درداء فرماتے ہیں میں نے عرض کی۔ کیا موت کے بعد بھی؟۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی

دیئے جاتے ہیں۔"

مگر نجدی وہابی۔ دعوائے اسلام بھی رکھتے ہیں "سیدھی راہ۔" پر چلنے کے مدعی بھی ہیں۔ اور قرآن و حدیث پر ایمان رکھنے کے دعویدار بھی ہیں لیکن قرآن و حدیث کی واضح تعلیمات کو جھٹلاتے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کو مانتے بھی نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدیہ وہابیہ کا دعوائے اسلام جھوٹا ہے۔ "سیدھی راہ" سے ہٹے ہوئے بھٹکے ہوئے ہیں۔ قرآن و حدیث کے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف ہیں، دشمن ہیں = اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے مکر و فریب سے بچائے۔ آمین۔

ثبوت توسّل و نداء و استمداد بہ آیات قرآن مجید

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

(۱) **قال اللہ عزوجل۔ یاایھاالذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون** (پ سورہ المائدہ۔ پارہ نمبر۶) اللہ عزوجل نے فرمایا۔ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔"

اس آیۃ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب فرمایا لہٰذا ایمان سے وسیلہ مراد لینا ممکن نہیں اور نہ اعمال صالحہ مراد وسیلہ ٹھہرتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں داخل ہیں اور تقویٰ عبارت ہے **امتثال اوامر اور اجتناب عن نواہی** سے۔ اس لئے کہ قاعدہ عطف کا **مغایرت بین المعطوف والمعطوف الیہ** کا مقتضی ہے اور وسیلہ سے مراد "جہاد" بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بھی اعمال صالحہ کے ساتھ تقویٰ میں داخل ہے۔ پس "**وابتغوا الیہ الوسیلۃ**" میں اللہ تعالیٰ نے جس وسیلہ کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنا ہے کہ آپ ہی خالق و مخلوق کے درمیان حقیقی وسیلہ ہیں اور آپ کی اتباع میں مرشد کامل وسیلہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ مرشد کامل کے وسیلہ سے حضور نبی کریم علیہ **التحیۃ والتسلیم** کی بارگاہ عالیہ تک رسائی حاصل کریں اور حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام کے وسیلہ سے تقرب الٰہی حاصل کریں۔ پس خوش نصیب ہیں وہ مومن جو تقرب الٰہی کے حصول کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے اور اولیاء اللہ سے توسل کرتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ یہ حکم الٰہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی میں بھی یہی حکم تھا اور حضور اکرم کی رحلت کے بعد بھی یہی حکم ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں آپ سے توسل جائز تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد جائز نہیں تو یہ لوگ تفسیر قرآن بالرائے کے مرتکب ہوتے ہیں جو صریحاً "حرام" جرم شرعی ہے اور اس پر سخت وعید ہے۔

(۲) **قال اللّٰہ تعالیٰ۔ اولائک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ ایّھم اقرب** (پ ۱۵۔ س بنی اسرائیل ع ۶) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔" اس آیۃ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تک پہنچنے کے لئے (تقرب الٰہی کے لئے) وسیلہ ڈھونڈنا اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو شخص توسل کا منکر ہے وہ قرآن مجید کا منکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے طریقہ کا مخالف ہے۔

(۳) **قالہٗ اللّٰہ تعالیٰ۔ ولو انھم اذظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توّابا رحیما** (پ ۵ سے النساء ۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔"

اس آیہ مبارک سے معلوم ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا ہماری دعاؤں کی بارگاہ الٰہی میں مقبولیت اور ہماری حاجت روائی کا ذریعہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا تقرب اور رحیم ہونا آپ کی شفاعت پر موقوف ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت مبارکہ میں ظلم، ظالم اور زمان میں کسی قسم کی قید نہیں۔ کوئی جرم ہو، کسی بھی قسم کا مجرم ہو اور خواہ کسی زمانہ میں ہو۔ مجرم اپنے گناہوں پر نادم ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو۔ آپ کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی میں اپنی معافی کے لئے درخواست پیش کرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی معذرت کو قبول فرما کر قابل معافی

جان کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس کے لئے شفاعت فرمادیں تو بیڑا پار ہے اور "**جاؤک**" میں یہ قید نہیں کہ "مدینہ منورہ" میں ہی حاضر آستانہ ہو بلکہ کہیں بھی ہو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہونا اور آپ کو وسیلہ پکڑنا بھی آپ کی بارگاہ میں حاضری ہے اور اگر مدینہ مطہرہ کی حاضری نصیب ہو جائے تو زہے نصیب۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ اقدس واطہر کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا۔ (یعنی قرآن مجید) اس میں یہ آیت بھی ہے۔ **ولوانھم اذظلموا انفسھم جاؤک** الآیت۔ میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔" اس پر روضہ اقدس سے ندا آئی "قدغفرلک" تیری بخشش کردی گئی۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔ دوم یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ کی حاضری بھی "جاؤک" میں داخل اور سنت صحابہ کرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ۔ سوم یہ کہ انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارھم مزارات مقدسہ میں حیات ہیں۔ زائرین کو دیکھتے پہچانتے اور ان کے کلام کو سنتے ہیں اور صاحب نسبت خوش نصیبوں سے ہم کلام بھی ہوتے ہیں۔ چہارم، یہ کہ نفوس قدسیہ محبوبان بارگاہ الٰہی کو ان کی وفات کے بعد "یا" صیغہ حاضر سے ندا کرنا جائز ہے۔ پنجم، یہ کہ محبوبان بارگاہ الٰہی مدد طلب کرنے والوں کی مدد فرماتے ہیں اور ان کی شفاعت اور دعاؤں سے متوسلین کی مطلب برآری اور حاجت روائی ہوتی ہے۔ **فالحمدللہ علیٰ ذالک**

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اللہ تعالیٰ کے واضح ارشادات' آیات قرآن مجید کی تعلیم کے منکرین' نجدی وہابی' رسول کریم علیہ التحیہ والتسلیم اور اولیاء اللہ سے توسل واستمداد کو شرک قرار دیتے ہیں۔ کتابچہ "قرآنی درس توحید" کا مولف ابوخالدنجدی ص ۱۷ پر لکھتا ہے۔ "**ادعوا ربکم تضرعا وخفیتہ** (سورہ اعراف آیت ۵۵) پکارو رب اپنے کو عاجزی سے اور چپکے۔" **وادعوہ خوفا وطمعا** (سورہ اعراف آیت ۵۶) اور پکارو اس کو (اس کے عذاب کے) خوف اور (اس کی رحمت کی) امید سے۔

مسلمان بھائیو! غور کرو کہ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں پکارنے والے کی ہرپکار کو قریب اور پاس ہونے کی صورت میں خود آپ سنتا اور جواب دیتا ہوں لیکن برہمنیت اور پاپائیت کہتی ہے کہ جب تک برہمن اور پوپ کا دامن توسل نہ پکڑو گے نہ خدا تمہاری سنے گا اور نہ جواب دے گا۔ جب تک پیر خوش نہ ہوگا خدا راضی نہ ہوگا۔ مرشد مہربان نہ ہوگا خدا رحم نہ کرے گا۔ ولیوں' بزرگوں اور شہیدوں کی منظوری میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا راز مضمر ہے۔ یاد رکھیں یہ عقیدہ فاسد سراسر قرآنی تعلیم کے منافی ہے۔ درحقیقت خدائے سمیع ومجیب اور اس کی مخلوق کی دعاوپکار کے درمیان کوئی درودیوار اور اوٹ و آڑ اور پردہ نہیں ہے۔" سوچنے کا مقام ہے کہ ابوخالدنجدی وہابی نے آیات مبارکہ۔ **ادعوا ربکم تضرعا وخفیتہ** اور۔ **وادعوہ خوفا وطمعا** لکھ کر ان آیات مبارکہ کا جو مطلب و مفہوم نکالا ہے یہ سراسر تحریف قرآن ہے یا نہیں؟ ان دونوں آیات کا مطلب و مفہوم ہرگز وہ نہیں جو اس نے تحریر کیا ہے۔ ان آیات کا صحیح ترجمہ اور مطلب و مفہوم یہ ہے۔ **ادعوا ربکم تضرعا وخفیتہ ط انہ لایحب المعتدین○ ولاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحها وادعوہ خوفا وطمعا ط ان رحمتہ اللہ قریب من المحسنین○** اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند

نہیں (تضرع سے اظہار عجز وخشوع مراد ہے اور ادب دعا میں یہ ہے کہ آہستہ ہو) اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ (کفرومعصیت و ظلم کرکے) اس کے سنورنے کے بعد (انبیاء کے تشریف لانے حق کی دعوت فرمانے' احکام بیان کرنے' عدل قائم فرمانے کے بعد) اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے بے شک اللہ کی رحمت نیکوں کے قریب ہے۔" ثابت ہوا کہ ابوخالدنجدی کی ان آیات مبارکہ کے تحت لکھی ہوئی عبادت سراسر من گھڑت اور اس کے وہابیانہ خبث باطن کی آئینہ دار اور تعلیمات قرآن کے صریحا" خلاف ہے۔ بدبخت ابوخالدنجدی نے قرآن وحدیث کی تعلیمات کا کھلم کھلا مذاق اڑایا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ تابعین۔ تبع تابعین' مفسرین' محدثین' تمام علمائے حق کے مذہب و مسلک کو برہمنیت اور پاپائیت ٹھہرایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ کو برہمن اور پوپ قرار دیا ہے کہ تمام مسلمان انہی سے توسل واستمداد کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے۔ **یاایہاالذین امنوا اتقواللہ وابتغوا الیہ الوسیلتہ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون** اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔" نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **ولوانہم اذظلموا انفسہم جاؤک فاستغفرواللہ واستغفرلھم الرسول لوجدواللہ توابا رحیما۔** اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔" ان آیات مبارکہ کی تفسیر و تشریح فقیر عرض کرچکا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک سب مسلمان ان احکام خداوندی کے تحت محبوبان خدا سے توسل واستمداد کو سبیل المومنین ہونے کا عقیدہ رکھتے اور اس پر عامل ہیں مگر شیطانی توحید کا علمبردار ابوخالدنجدی بڑی بے شرمی و

ڈھٹائی کے ساتھ لکھتا ہے۔" یاد رکھیں یہ عقیدہ فاسد سراسر قرآنی تعلیم کے منافی ہے۔"

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے گناہ گار معافی حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ کے حضور میں حاضر ہوں' پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے۔" مگر وہابی کہتے ہیں کہ براہ راست اللہ سے مانگو۔ کسی نبی یا ولی کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنا شرک ہے۔ اگر محمد رسول اللہ کا وسیلہ بھی اختیار کروگے تو مشرک ہوجاؤگے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں شرک کی تعلیم دے رہا ہے اور نجدی وہابی "توحید" کی تعلیم دے رہے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر وہابیوں کو "توحید" کی زیادہ فکر ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عرضداشتیں پیش کرنے کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے دعائیں مانگی جائیں لیکن وہابیہ نجدیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے ابوخالد نجدی اس طریقہ کی تردید کرتا اور مذاق اڑاتا ہوا۔ اس طریقہ کو **دفتری کارروائی کا طلسم** ٹھہراتا ہے اور اس عنوان کے تحت انتہائی بے حیائی کے ساتھ توہین آمیز انداز میں لکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ جس طرح بادشاہوں' راجاؤں' نوابوں سے کوئی رعایا کا آدمی براہ راست نہیں مل سکتا اور نہ ہی اپنی فریاد اور درخواست سیدھی پہنچا سکتا ہے' بلکہ شاہی دربار تک عوام کی رسائی اور ان کے درخواست کا پہنچنا درجہ بدرجہ بتوسل ہوسکتا ہے' دفتری کارروائی لازمی ہے' اسی طرح خدا بھی بزرگوں کے وسیلہ سے سنتا اور مانتا ہے۔ خدا کی جناب میں ضرور سفارشی ہیں' اس کا مقرب بنادینے والے اس کے پیارے جن کی روحیں ان کے بتوں میں آتی ہیں برحق ہیں۔ اس عقیدے کے ابطال کے لئے حضرت صالح نے ان سے برملا کہا۔ **یٰقوم اعبدوا اللہ**

مالکم من اللہ غیرہ ط ھو انشأکم من الارض واستعمرکم فیھا فاستغفروہ ثم توبوا الیہ ط اِنّ ربّی قریب مجیب۔ پ ١٢ ع ٦۔ غور فرمائیں کہ اس آیت میں حضرت صالح نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے پر توجہ دلائی اسی کے در پر جھکنے کی تعلیم دی' بغیر اپنے واسطے' وسیلے کے سیدھا اس کو پکارنے' بلانے' دعا کرنے' بخشش مانگنے اور تا زیست اس کے در اجابت کو توبہ کی دستک دینے کا حکم دیا اور **اِنّ ربّی قریب مجیب** کی ضرب سے صنموں' وثنوں' تھانوں' مکانوں' تمثالوں' چلوں' قدموں' تبرکوں' روضوں اور مزاروں کی دفتری کارروائی کا طلسم توڑ کر رکھ دیا۔ بے شک رب میرا ہر ایک کے قریب اور اس کی گریہ وزاری کا مجیب ہے۔ افسوس! سمیع وعلیم اور قریب ومجیب خدا کے لئے لوگوں نے مثالیں تصنیف کیں' کہاوتیں گھڑیں' اور ان کی مثالوں اور کہاوتوں کی اوٹ میں خدا کے "گماشتے" اور مختار کار بٹھادئے' "ایجنسیاں" کھول لیں۔ کمیشن اور آڑھت کا کاروبار شروع کردیا۔ دوم۔ اپنے ارادے سے تصرف کرنا' اپنا حکم جاری کرنا' اپنی خوشی سے مارنا جلانا' رزق کی کشادگی یا تنگی' تندرستی یا بیماری' خوشی یا غمی' قحط یا ارزانی' اقبال یا ادبار' فتح یا شکست' مشکل کشائی' حاجت روائی سب کچھ اسی قادر قیوم کے قبضہ قدرت میں ہے اور کسی کے نہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبی' ولی' پیر' شہید' غوث' قطب کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ازخود ہے یا اللہ پاک نے ایسی قدرت ان کو بخشی ہے وہ شخص ازروئے کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ مشرک ہوجاتا ہے۔ یہ شرک فی التصرف ہے۔" (قرآنی درس توحید ص ١٧۔ ١٨۔ ١٩)

ابوخالد نجدی وہابی کی مندرجہ بالا عبارت بھی وہابیانہ **خبث باطن** کی آئینہ دار ہے۔ اس نے اس عبارت میں **مسلمانوں** کو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم **ثمود کفار** کی طرح بت پرست ٹھہرایا ہے حالانکہ کوئی مسلمان نہ بت تراشتا ہے نہ بت پرستی کرتا ہے۔ ابوخالد نجدی وہابی نے آیتہ مبارکہ۔ **یٰقومِ اعبدوا اللہ مالکم من اللہ غیرہ**

ہو انشاکم من الارض واستعمر کم فیہا فاستغفروہ ثم توبوا الیہ ان ربی قریب مجیب سے حسب معمول وہابیہ غلط استدلال کرکے، مفہوم فاسد نکال کر تحریف قرآن کا ارتکاب کیا ہے۔ توسل واستمداد کو شرک کہہ کر پوری امت مرحومہ کو مشرک ٹھہرایا اور محبوبان خدا انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام اور اولیاء اللہ کی سخت توہین کی ہے اور ان نفوس قدسیہ کا انتہائی سوقیانہ انداز میں مذاق اڑایا۔ یہ سب امور صراحتہ کفروجحود میں داخل ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ

اس آیتہ مبارکہ کا صحیح ترجمہ و مفہوم یہ ہے۔ (حضرت صالح علیہ السلام نے) کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو (اور اس کی واحدنیت کو مانو) اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں (صرف وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ) اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس میں تمہیں بسایا تو اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔" اس آیت مبارکہ میں انبیاء و اولیاء سے توسل واستمداد کی ممانعت ہرگز نہیں ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت مان کر اسی کی عبادت کرو صرف اللہ تعالیٰ ہی تمہارا معبود ہے اور وہی مستحق عبادت ہے اس سے معافی چاہو اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک اللہ قریب ہے دعا سننے والا۔"

اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنے، اس کی طرف رجوع لانے اور دعا کی مقبولیت کے لئے طریقہ۔ اس آیتہ مبارکہ **ولوانہم اذظلموا انفسہم جاوک فاستغفرواللہ واستغفرلہم الرسول لوجدواللہ توابا رحیما۔** میں ارشاد فرمایا ہے۔ "اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔" ان اندھے متعصب وہابیہ بشمول ابوخالد نجدی وہابی کو یہ آیتہ مبارکہ قرآن مجید میں کیوں دکھائی نہیں دیتی؟ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ۔

بے ان کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

یہ کس قدر ضلالت اور رذالت ہے کہ ابوخالد نجدی وہابی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اپنی دعائیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ و ضابطہ کے تحت پیش کرنے کو بکمال بے شرمی و بے حیائی۔ "دفتری کارروائی کا طلسم" قرار دیتا ہے۔

حضور کی تشریف آوری سے قبل حضور سے توسل صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) **قال اللہ عزوجل۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین** (پ ا ع ۱۱) اللہ جل جلالہ، وعم نوالہ، کا ارشاد۔ اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔" جب کبھی اہل کتاب مشرکین سے جنگ کرتے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعائے نصرت کرتے تھے کہ خدایا! اس نبی آخرالزمان کے طفیل ہمیں فتح دے رب انہیں فتح دیتا تھا۔ کیونکہ گزشتہ کتب اور پہلے نبیوں نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کا غلغلہ دنیا میں پھیلادیا تھا۔ اس آیت پاک میں وہ واقعات یاد دلائے جارہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے۔ اب جب وہ تشریف لے آئے تو تم ان کے منکر ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے توسل سے دعائیں مانگنا بڑی پرانی سنت ہے اور ان کے وسیلہ کا منکر یہود ونصاریٰ سے بدتر ہے اور حضور کے وسیلہ سے پہلے ہی خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے توسل کو برا نہ فرمایا۔ وہ تو محبوب چیز ہے بلکہ

انکار رسول پر لعنت کی۔ اس لئے علیھم نہ فرمایا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وسیلہ پکڑنے پر لعنت فرمائی گئی (نور العرفان) تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت مرقوم ہے۔ بنی اسرائیل اس طرح دعا کئے کرتے تھے۔ **یقولون اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث آخرالزّمان**۔ یا اللہ! آخر زمانہ میں مبعوث ہونے والے نبی کے صدقے میں ہمیں فتح دے اور ہماری مدد فرما۔" تفسیر کبیر میں ہے۔ **ان الیھود من قبل مبعث محمد علیہ السلام و نزول القران کانوا یستفتحون ای یسئالون الفتح والنصرۃ وکانوا یقولون اللّٰھم افتح علینا وانصرنا بالنّبی الامّی و رابعُھا نزلت فی بنی قریظۃ والنضیر کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ قبل البعث**۔ بے شک یہودی لوگ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے مبعوث ہونے اور نزول قرآن سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح ونصرت حاصل ہونے کی دعا مانگا کرتے تھے۔ یا اللہ! نبی امی کے وسیلہ سے ہمیں فتح دے اور ہماری مدد فرما اور اس آیت کے شان نزول میں چوتھی بات یہ ہے کہ "بنی قریظہ" اور "نضیر" قبیلوں کے لوگ "اوس اور خزرج" قبیلوں پر فتح حاصل ہونے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے آپ کی بعثت سے پہلے دعائیں مانگا کرتے تھے"۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنے والے یہودیوں پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمانے کے بجائے ان کے عمل توسل کو بطور احسان ذکر فرماتا ہے کہ تم میرے محبوب رسول کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تو ان کے وسیلہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور میں ان کے صدقے میں تمہاری دعائیں قبول فرماتا تھا لیکن تم کس قدر احسان فراموش ہو کہ میرے حبیب کی دنیا میں تشریف آوری اور بعثت کے بعد ان کی رسالت ہی کے منکر ہو گئے تو تم منکروں پر میری لعنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل واستمداد اور استعانت اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب عمل ہے۔ بہ قول نجدیہ

وہابیہ۔ شرک و کفر ہرگز نہیں ہے۔ منکرین نجدی وہابی بتائیں کہ کیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ شرک وکفر کی تائید کر رہا ہے؟ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین**

واضح رہے کہ توسل واستمداد واستعانت کے ثبوت میں مزید آیات کریمہ پیش کی جاسکتی ہیں مگر طوالت سے بچنے کی خاطر فقیر اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ منصف مزاج متلاشیٔ حق کے لئے اس قدر بھی کافی ہے۔

اس مقام پر فقیر ضروری سمجھتا ہے کہ اولیاء اللہ کے بارے میں وہابیہ خبیثہ" کی خرافات کا رد بھی قرآن مجید کی روشنی میں کردیا جائے۔ نجدی وہابی اولیاء اللہ کے فضائل وبرکات، ان کے علوم لدنیہ اور تصرفات وکرامات کا انکار کرتے ہیں جبکہ قرآن مجید میں **اللہ تعالیٰ، اولیاء کرام کے فضائل، علوم لدنیہ اور ان کی کرامات بیان فرماتا ہے۔ اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم**

قال اللہ عزوجل۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون○ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ط لا تبدیل لکلمات اللہ ذالک ھو الفوز العظیم (پ ۱۱ ع ۱۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انہیں خوش خبری ہے۔ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔"

متقی ہی اولیاء اللہ ہو سکتے ہیں۔ **ان اولیاء ہ الا المتقون ولا کن اکثرھم لا یعلمون○** (پ ۹ ع ۱۸) اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں۔

متقیوں کا دوست اللہ

واللہ ولیُّ المتّقین○ (پ ۲۵ ع ۱۸) اور ڈر والوں کا دوست اللہ۔

اولیاء اللہ کے صدقے میں بلائیں دور ہوتی ہیں۔ **ولولا دفع اللہ الناس بعضھم**

ببعض لفسدت الارض ولا کن اللہ ذوفضل علی العالمین(پ ۲ ع ۱۷) اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہوجائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ نیکوں کے صدقے میں دوسروں کی بلائیں بھی دفع فرماتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک صالح مسلمان کی برکت سے اس کے پڑوس کے سو گھروالوں کی بلا دفع فرماتا ہے۔ **سبحان اللہ!** نیکوں کا قرب بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ تفسیر خازن (خزائن العرفان)

اولیاء اللہ کی دوستی قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہے

الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدوٌ الا المتقین○ یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون(پ ۲۵ ع ۱۲) گہرے دوست اس (قیامت کے) دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (یعنی دینی دوستی اور وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کے لیے تھی باقی رہے گی ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو) **الذین اٰمنوا باٰیٰتنا وکانوا مسلمین○ ادخلوا الجنتہ انتم و ازواجکم تحبرون○** (پ ۲۵ ع ۱۳) وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں اور تمہاری خاطریں ہوتیں۔" یعنی جنت میں تمہارا اکرام ہوگا نعمتیں دی جائیں گی۔ ایسے خوش کئے جاؤ گے کہ تمہارے چہروں پر خوشی کے آثار نمودار رہوں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

اللہ اور اس کے رسول اور اولیاء مسلمانوں کے مددگار ہیں

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون○ ومن یتول اللہ ورسولہ والذین اٰمنو فان حزب اللہ ھم الغالبون۔ (پ ۶ ع ۱۲) اے مسلمانو! تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکواۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں (اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں) اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا مددگار (دوست) بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔" اس آیتہ مبارکہ میں اللہ و رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں ورنہ عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ ہے کہ فرمایا ہے۔ **والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض۔** مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

اولیاء کو اللہ تعالیٰ علم لدنی عطا فرماتا ہے

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون "مجمع البحرین" کے مقام پر پہنچے۔ **فوجدا عبدا من عبادنا اٰتینٰہ رحمتہ من عندنا وعلمناہ من لدنا علما** تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا (جو چادر اوڑھے آرام فرمارہا تھا یہ حضرت خضر تھے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔" یعنی غیوب کا علم مفسرین نے فرمایا علم لدنی وہ ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہیں۔ (خزائن العرفان)

اولیاء اللہ کی قوت تصرف و علم و کرامات

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بلانے پر جب ملکہ سبا بلقیس حاضر ہونے کے لئے تیار ہوئی تو اس نے اپنا تخت جو اسی (۸۰) گز طویل اور چالیس (۴۰) گز عریض اور تیس (۳۰) گز اونچا تھا سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع تھا اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ کر کے تمام دروازے مقفل کر دیئے اور دروازوں پر مسلح پہرے دار مقرر کر دیئے اور بھاری لشکر ساتھ لے کر روانہ ہوئی۔ ملکہ سبا جب تین میل دور رہ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ **یاایھاالملاء ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین۔** اے درباریو! تم میں کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔" ایک بڑا جن جس کا نام عمرہ تھا بولا کہ "میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں (آپ کا اجلاس صبح سے دوپہر تک ہوتا تھا) اور میں بے شک اس پر قوت والا اور امانت دار ہوں (یعنی مجھے اس تخت کے لانے کی طاقت بھی ہے اور امانت دار بھی ہوں کہ اس تخت میں جو موتی، جواہرات، زمرد اور سونا چاندی جڑے ہیں ان کو احتیاط کے ساتھ کسی قسم کی خیانت کئے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ اس جن کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نظر پہنچتی تھی وہاں ہی وہ اپنا قدم رکھتا تھا۔ اس نے حضرت سے اپنی رفتار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں جلد ہی تخت لے آتا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے بھی زیادہ جلد لانے والا شخص ہو اس پر آپ کے وزیر آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اللہ کا اسم اعظم جانتے تھے۔ **قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔** اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا "میں ملکہ سبا کے تخت کو آپ کے پلک جھپکنے سے بھی پہلے حضور میں حاضر کر دوں گا۔" (وہ تخت دوماہ کے طویل سفر کے فاصلے پر تھا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ "لاؤ حاضر کرو۔" حکم ملتے ہی حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے وضو کیا اور سجدہ میں جا کر دعا کی اور کہا۔ **یاحی یاقیوم۔** بلقیس کا تخت فوراً" آموجود ہوا۔ **فلما راٰہ مستقرا عندہ** حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب دیکھا تو تخت کو اپنے پاس موجود پایا۔ (پ۱۹ ع۱۸) قرآن مجید سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ ایک مقام پر رہ کر دور دراز مقامات پر تصرف فرما سکتے ہیں۔ نیز لفظ "اٰتیک بہ۔" "میں اس تخت کو آپ کے حضور لے آؤں گا۔" سے ملکہ سبا بلقیس کے تخت والے محل میں جانا بھی ثابت اور تخت لے کر آنا بھی۔ مگر حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار سے گئے نہ کہیں سے آئے اس سے تجدد امثال ثابت ہوا۔ جب بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کے امتی اولیاء اللہ کی یہ شان ہے تو سید الرسل امام الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اولیاء اللہ کی شان کس قدر بلند ہوگی؟ فتدبر۔ عارف باللہ مولانا رومی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز فرماتے ہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند زراہ

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو راستہ ہی سے واپس لوٹا دیں۔ علامہ اقبال علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔

نہ تیغ و تبر میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا۔
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

فضائل و کمالات و کرامات اولیاء اللہ کے بارے میں قرآن مجید میں اور بھی بہت آیات مبارکہ ہیں۔ فقیر بہ نظر اختصار اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ مسلمان صاحب

ایمان کے لئے اتنا کافی ہے۔

لیکن وہابی کس قدر ظالم ہیں کہ وہ قرآن وحدیث کی تعلیمات حقہ کے برخلاف انبیاء **علیہم الصلوٰۃ والسلام** اور اولیاء اللہ قدسنا اللہ باسرارھم العزیز کو من دون اللہ قرار دیتے ہیں۔ محبوبان بارگاہ رب العزت نفوس قدسیہ کو بتوں کے مقام میں شمار کرکے ان سے توسل واستمداد کرنے والے مسلمانوں کو مشرکین وکفار کے زمرہ میں شامل کردیتے ہیں۔ تمام وہابیوں کا پیشوا اسماعیل دہلوی "تقویتہ الایمان" میں کفارومشرکین کی مذمت اور بتوں کی تردید میں وارد آیات قرآن نقل کرکے لکھتا ہے۔ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے گو کہ یہی جان کر اس کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور ناشکر۔" نیز لکھتا ہے۔ "اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کرسکتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تے بلکہ اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننا اور نذر نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی ان کا کفروشرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا گو اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے، سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔" مزید لکھتا ہے۔ "اور اس بات میں اولیاء وانبیاء میں اور جنّ وشیطان میں اور بھوت وپری میں کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہوجائے گا خواہ انبیاء واولیاء سے خواہ پیروں وشہیدوں سے خواہ بھوت وپری سے (تقویتہ الایمان ۱۸، ۱۹)

اور نقال وہابیہ۔ ابوخالد نجدی وہابی اپنے کتابچہ قرآنی درس توحید ص۱۹ پر لکھتا ہے۔ "اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبی کا ولی، پیر، شہید، غوث، قطب کو بھی عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ازخود ہے یا اللہ پاک نے ایسی قدرت ان کو بخشی ہے وہ

شخص ازروئے کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ مشرک ہوجاتا ہے۔ یہ شرک فی التصرف ہے۔ قرآن حکیم ملاحظہ کیجئے ہوشیار ہوکر غور کیجئے۔" اور ابوخالد نجدی وہابی اس کے آگے دستور وہابیہ کے مطابق کفارومشرکین کی تردید اور بتوں کی مذمت میں وارد آیات قرآن لکھنی شروع کردیتا ہے۔ فقیر، وہابیہ کے اس فریب کا پردہ چاک کردینے کے لئے۔ اولیاء اللہ کے فضائل کے باب میں وارد سینکڑوں روایات حدیث میں سے چند احادیث بھی پیش خدمت کردیتا ہے۔ تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہ جائے۔

قیامت کے دن انبیاء، علماء اور شہداء شفاعت کریں گے

عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع یوم القیمتہ ثلاثتہ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء (ابن ماجہ) امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین (گروہ) شفاعت کریں گے۔ (پہلے) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پھر علماء (علماء حق) پھر شہداء **وعن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من امتی من یشفع للفئام ومنھم من یشفع للقبیلتہ و منھم من یشفع للعصبتہ ومنھم من یشفع الرجل حتی یدخلوا الجنتہ** (ترمذی۔ مشکوٰۃ) حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ میری امت سے کچھ ایسے (صالحین) ہیں کہ ان میں سے کوئی جماعتوں کے لئے شفاعت کریں گے۔ اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ایک قبیلہ کے لئے شفاعت کریں اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو دس سے چالیس افراد کے لئے شفاعت کریں اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ایک شخص کے لئے شفاعت کریں گے حتی کہ اسی طریقہ سے سارے امتی جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

صالحین، اولیاء، جہنّمیوں کو جنتی بنائیں گے

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یصف اهل النار فیمربهم الرجل من اهل الجنته فیقول الرجل منهم یا فلان اما تعرفنی انا الذی سقیتک شربته وقال بعضهم انا الذی وهبت لک وضوء فیشفع له فیدخله الجنته (ابن ماجہ۔ مشکواۃ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنّمیوں کی قطار بنائی جائے گی پھر ان کے سامنے سے ایک جنّتی شخص گزرے گا تو ان جہنّمیوں میں سے ایک شخص کہے گا اے فلاں کیا تو مجھ کو پہچانتا نہیں میں وہی ہوں جس نے تجھے پینے کی چیز پلائی تھی اور ان جہنّمیوں میں سے کوئی کہے گا میں وہی ہوں جس نے تجھے وضو کرنے کو پانی دیا تھا تو وہ جنّتی اس جہنّمی کے لئے شفاعت کرے گا اور اس کو جنّت میں داخل کردے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقراء کی جان پہچان کثرت سے رکھا کرو اور ان پر احسانات کیا کرو۔ ان کے پاس بڑی دولت ہے۔ کسی نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! وہ دولت کیا ہے؟" فرمایا ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں کوئی ٹکڑا کھلایا ہو یا پانی پلایا ہو یا کپڑا دیا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچادو۔" (طبرانی) مگر بدبخت وہابی کہتے ہیں کہ جو اولیاء اللہ کو سفارشی۔ شفاعت کرنے والا سمجھے وہ مشرک ہے جہنمی ہے اور شرک میں ابوجہل کے برابر ہے۔ ببیں تفاوت رہ کز کجاست تا بہ کجا۔

اولیاء اللہ کے ذریعہ خلق کی حیات وموت، نعمتوں کا ملنا، مصیبتوں کا دفع کرنا ہوا کرتا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے قلب (دل) قلب آدم پر ہیں اور چالیس کے دل قلب موسیٰ اور سات کے دل قلب

ابراہیم اور پانچ کے دل قلب جبرئیل اور تین کے دل قلب میکائیل اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے۔ **علیہم الصلوٰۃ والسلام**۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان تین میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے **فبهم یحی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء** انہی تین سو چھپن (۳۵۶) اولیاء کے ذریعہ خلق کی حیات وموت، مینہ کا برسنا، نباتات کا اگنا بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے (ابن عساکر اور ابونعیم فی الحلیہ)

اولیاء ابدال کے وسیلہ سے بارش اور مدد ملتی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **الابدال فی امتی ثلاثون بهم تقوم الارض وبهم تمطرون وبهم تنصرون** (معجم کبیر طبرانی) ابدال میری امت میں تیس ۳۰ ہیں انہی سے زمین قائم ہے انہی کے وسیلے سے تمہیں بارش نصیب ہوتی ہے اور انہی کے وسیلہ سے تمہیں مدد ملتی ہے۔"

نیز ایک روایت میں ہے۔ **هل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم** (صحیح بخاری ص ۳۹۴/۱۲) کیا تمہیں مدد اور رزق کسی اور سبب سے بھی ملتا ہے سوا اپنے ضعیفوں کے؟" ضعیفوں سے مراد فقراء و اولیاء ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لن تخلو الارض من اربعین رجلا مثل خلیل الرحمن فبهم تسقون وبهم تنصرون** (رواه الطبرانی فی الاوسط) زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء سے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے پرتو پر ہونگے انہی کے سبب تمہیں مینہ ملے گا اور انہی کے سبب مدد پاؤ گے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ **فبهم یحی ویمیت و یمطر وینبت ویدفع البلاء** (ابونعیم فی الحلیہ) انہی کے ذریعہ حیات

وموت، بارش کا برسنا، نباتات کا اگنا اور بلاؤں کا دور ہونا ہوا کرتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واولیاء سے محبت ذریعہ نجات ہے

عن انس رضی اللّٰہ عنہ انّ رجلا سأل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الساعۃ فقال متی الساعۃ قال وما ذا اعددت لھا قال لا شئی الّا انی احب اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انت مع من احببت قال انس فما فرحنا بشی فرحنا بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انت مع من احببت قال انس فانا احب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر وارجوا ان اکون معھم بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم (صحیح بخاری ص ۵۲۱ جلد اول اور صحیح مسلم ص ۳۳۲ جلد دوم) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا۔ "یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟" حضورؐ نے فرمایا اور تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی؟ وہ بولا کچھ بھی نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔" حضرت انس فرماتے ہیں ہمیں اور کسی چیز سے اس قدر خوشی نہ ہوئی جتنی خوشی حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے انت مع من احببت فرمانے سے ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ پس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے محبت رکھنے کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میں انہی کے ساتھ ہوں گا اور اگرچہ ان کے اعمال کے مثل عمل نہ کروں۔"

۹۹، قتل کرنے والے کی مغفرت کا قصہ

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قتل تسعۃ وتسعین انسانا ثم خرج یسال فاتیٰ راھبا فسالہ فقال ھل توبۃ قال لا فقتلہ فجعل یسال فقال لہ رجل ائت قریۃ کذا وکذا فادرکہ الموت فناء بصدرہ نحوھا فاختصمت فیہ ملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب فاوحی اللہ الی ھذہ ان تقربی واوحی الی ھذہ ان تباعدی وقال قیسوا ما بینھما فوجد الی ھذہ اقرب بشبر فغفرلہ (صحیح بخاری جلد اول ص ۴۹۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جو ننانوے (۹۹) انسانوں کو قتل کر چکا تھا پھر اپنے کئے پر نادم ہو کر لوگوں سے پوچھتا پھرتا تھا کہ میں کس کے پاس ہو کر توبہ کروں؟ تو وہ ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے جرائم کا ذکر کرنے کے بعد پوچھا۔ کیا میرے لئے توبہ کی کچھ گنجائش ہے؟

راہب بولا۔ نہیں۔ تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر ڈالا اور پھر لوگوں سے اپنے جرائم کی بخشش کے متعلق پوچھتا پھرا۔ ایک شخص نے اس سے کہا تو فلاں بستی (گاؤں) میں چلا جا کہ وہاں ایسا صالح مرد ہے جہاں تیری توبہ قبول ہو جائے گی۔ یہ سن کر وہ اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا لیکن راستے ہی میں اسے موت آپہنچی اور وہ زمین پر گرا اور اس نے مرتے مرتے اپنے سینہ کے بل اس گاؤں کی جانب خود کو گھسیٹا۔ اس کے مرنے کے بعد رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ چونکہ یہ شخص فلاں صالح مرد (ولی اللہ) کے ہاں جا رہا تھا اس لئے یہ شخص رحمت کا مستحق ہے اور عذاب کے فرشتوں کا کہنا تھا کہ چونکہ یہ شخص اس ولی اللہ کے حضور میں پہنچا نہیں اس کے جرائم ابھی معاف نہیں ہوئے اس لئے یہ عذاب کا سزاوار ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے

اس گاؤں کی جانب کی زمین کو حکم فرمایا کہ میت کے قریب ہوجا اور دوسری طرف کی زمین کو حکم فرمایا کہ تو اس میت سے دور ہوجا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب سے فرمایا کہ دونوں جانب کے فاصلے کی پیمائش کرو۔ جب انہوں نے پیمائش کی تو میت اس گاؤں کی جانب بالشت بھر قریب نکلی اس پر اس کی مغفرت کردی گئی۔

آیات قرآن مجید اور احادیث مبارکہ فضائل اولیاء اللہ کے بارے میں اس قدر واضح ہیں کہ ان کی مزید توضیح تحصیل حاصل ہے۔ مگر وہابیہ' نجدیہ' اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ شرک و کفر قرار دے کر رد کردیتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا مذہب دین اسلام سے جداگانہ ہے **اللھم احفظنا من شرور الوہبتہ النجدیہ۔ امین**

احادیث سے توسل واستمداد واستغاثہ ونداء غائبانہ اور حیات الانبیاء والاولیاء کا ثبوت

مالک و مختار شریعت سرکار دوعالم محمد رسول اللہ کا عمل مبارک۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ نے وفات پائی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص مبارک کا کفن دیا اور قبر تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ جب قبر کھودی گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ مبارک سے لحد کھودتے اور مٹی باہر نکالتے رہے۔ آپ لحد میں لیٹ گئے اور دعا فرمائی۔ **اللّٰھم اغفر لاُمّی فاطمۃ بنت اسد وَوَسِّع علیھَا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک انت ارحم الرّاحمین۔**" یا اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اس کے لئے اس کی قبر کو کشادہ کردے اپنے نبی (محمد) کے صدقہ میں اور ان انبیاء کے صدقہ میں جو مجھ سے قبل گزر چکے۔ پس بیشک تو ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔" صحابہ کرام علیھم الرضوان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ نے ان کو اپنی قمیص کا کفن کس لئے دیا؟ فرمایا۔ **البستھا لتلبس من ثیاب الجنتہ واضطجعت معھا فی قبرھا لا خففہ عنھا ضغطتہ القبر۔** میں نے اپنی قمیص کا کفن انہیں اس لئے دیا تاکہ (اس کے صدقہ میں) انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور میں ان کی قبر میں ان کے ساتھ اس لئے لیٹا تاکہ انہیں تنگی قبر کے عذاب سے نجات دلاؤں۔" اس روایت کو ابو نعیم نے "معرفتہ الصحابہ" اور دیلمی نے "مسند الفردوس" اور طبرانی نے "جامع کبیر" اور "اوسط" میں اور ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ یہ بیان صحیح ہے۔ نیز علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے "شواہد الحق" میں اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے "جذب القلوب" میں نقل فرمایا۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔ اس

حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ سیدالرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے لئے مستحکم وسیلہ ہیں۔ ۲۔ رحمت للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اختیار کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ۳۔ رحمتہ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ اختیار کرنے سے دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ عذاب الٰہی سے نجات ملتی ہے اور مصیبتیں بلائیں دور ہوتی ہیں۔ ۴۔ وفات پائے ہوئے مقبولان الٰہی انبیاء و اولیاء اللہ سے توسل کرنا سنت ہے۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں بحق محمد رسول اللہ کہنا یا بحق انبیاء و اولیاء کہنا سنت ہے۔ شرک ہرگز نہیں ہے جیسا کہ نجدی وہابی کہتے ہیں۔ اگر بحق فلاں کہنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی** کہہ کر دعا کیوں مانگتے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو شرک کے مٹانے والے ہیں۔ وہابیہ خبیثہ کے شیطانی فتویٰ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشرک ٹھہرتے ہیں۔ **نعوذباللہ من ذالک**

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل مبارک سے توسل غائبانہ کو جائز و مستحسن اور سنت قرار دے دیا ہے۔ اور وہابیہ نجدیہ اسے شرک قرار دیتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہابی کلمہ محمد رسول اللہ پڑھ کر محمد رسول اللہ کے باغی نافرمان ہیں۔ حضورؐ کی رسالت کے منکر ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے دعوائے ایمان میں سچے، مخلص ہوتے تو توسل کو ہرگز شرک نہ ٹھہراتے ۷۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نفوس قدسیہ کے مستعمل کپڑے بھی دافع البلاء ہیں۔ **والحمدللہ علی ذالک**

والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً" اولیاء امت سے توسل کی تعلیم دی ہے

عن امیۃ خالد بن عبداللہ بن اسید عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یستفتح ای یطلب الفتح والنصرۃ علی الکفار من اللہ تعالیٰ بصعالیک المہاجرین (مشکوٰۃ، شرح السنۃ، طبرانی)

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے کفار کے مقابلہ کے وقت کفار پر فتح و نصرت حاصل ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد پنجم میں حضرت علامہ علی قاری محدث علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ **ای بفقرائہم وبرکتہ دعائہم وفی النہایۃ ای یستنصر بہم ومنہ قولہ تعالیٰ ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح وقال ابن الملک بان یقول اللہم انصرنا علی الاعداء بحق عبادک الفقراء المہاجرین وفیہ تعظیم الفقراء والرغبۃ الی دعائہم والتبرک بوجوہہم۔**" حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کفار پر فتح و نصرت طلب کرتے تھے فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے اور ان کی دعا کی برکت سے اور "نہایہ" میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذریعہ سے مدد چاہتے تھے اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح** اور ابن الملک نے فرمایا کہ آپ یوں فرماتے۔ یا اللہ ہمیں فتح و نصرت دے اپنے بندوں فقراء مہاجرین کے صدقہ میں اور اس میں فقراء کی تعظیم اور ان کی دعاؤں کی طرف رغبت اور ان کے چہروں سے برکت چاہنے کی تعلیم دینا مقصود ہے۔" ناظرین انصاف کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسلمانوں کو اپنے عمل مبارک سے یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ اولیاء اللہ کا وسیلہ اختیار کیا جائے۔ حل مشکلات اور دفعیہ مصائب کے لئے اولیائے کرام سے دعائیں کرائی جائیں۔ اولیاء اللہ کے چہروں

سے برکت چاہی جائے اور ان نفوس قدسیہ سے تبرک و توسل کیا جائے۔ لیکن اس کے برعکس منکرین وہابی ہیں کہ بتوں اور کافروں کے حق میں نازل شدہ آیات قرآن کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ پر چسپاں کرکے انبیاء و اولیاء کو بتوں کی صف میں شمار کریں اور مسلمانوں کو مشرک کافر ٹھہرائیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدی وہابی قرآن وحدیث کے صریحاً منکر ہیں۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے آیات قرآن کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ قرآن میں تحریف کے مرتکب ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ جن آیات قرآن کی آڑ میں یہ بدبخت وہابی انبیاء و اولیاء سے وسیلہ اختیار کرنے کو شرک ٹھہراتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صاحب قرآن ہیں۔ جن پر قرآن نازل ہوا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یعلمھم الکتاب والحکمتہ** رسول اللہ لوگوں کو قرآن وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ خود ان آیات قرآن سے ناواقف تھے؟ کہ انہوں نے اپنے عمل وارشادات سے انبیاء و اولیاء سے توسل واستمداد کی تعلیم دی۔ وہابیہ کے اس طرز عمل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہ قرآن کو مانتے ہیں۔ نہ حدیث کو۔ بلکہ اللہ و رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ جن امور کی اللہ و رسول تعلیم دیں۔ اس کی تردید وتکذیب کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے خلاف شیطانی توحید کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یہ لوگ توحید کے جاننے والے اور توحید کے محافظ ہیں؟ **نعوذباللہ من ھفوات الوہابیہ**۔ ان بدبخت وہابیہ کو کیا حق حاصل ہے کہ جن امور کو اللہ و رسول عین ایمان قرار دیں ان امور کو یہ لوگ شرک وکفر ٹھہرائیں۔ ببیں تفاوت رہ کز کجاست تابکجا۔

مزید ملاحظہ ہو۔

حدیث میں۔ یارسول اللہ پکار کر استمداد و توسل کی تعلیم

عن عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رجلا ضریرا البصراتی النبی صلی

اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت دعوت ان شئت صبرت فھو خیرلک فقال فادعہ قال فامرہ ان یتوضاء یستحسن الوضوء ویدعوا بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمتہ یا محمد انی توجھتہ بک الی ربی لیقضی لی فی حاجتی ھذہ اللھم فشفعہ فی (یہ روایت مشکوٰۃ، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، حصن حصین، الترغیب والترھیب، طبرانی، بیہقی، نسائی، ابن خزیمہ، منذری اور دیگر کتب حدیث میں بھی منقول ہے) ترجمہ۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لئے دعا فرمائے کہ اللہ مجھے بینائی عطا فرمائے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں۔ اگر تو چاہے تو صبر کرے کہ یہ تیرے حق میں بہتر ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیں پس آپ نے اسے حکم فرمایا کہ بہت اچھی طرح وضو کر اور یہ دعا مانگ۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی محمد نبی الرحمتہ کے وسیلے سے یا محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس لئے متوجہ ہوتا ہوں کہ اللہ آپ کے صدقہ میں میری اس حاجت کو پورا فرمائے یا اللہ تو ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔"

حضرت ملا علی قاری محدث قدس سرہ العزیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ **واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمتہ ای دافع الزحمتہ و کاشف الغمہ وشفیع الامتہ المنعوت بکونہ رحمتہ للعالمین المرسل الی امتہ مرحومتہ من عند ارحم الراحمین۔ قال ابن حجر رحمتہ اللہ تعالی علیہ وفی روایتہ یا محمد انی توجھت بک الی ربی لیقضی بالغیبہ ای ربی وقیل بالخطاب لتوقع القضاء سأل اللہ اولا بطریق الخطاب ثم توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم علی طریقتہ الخطاب ثانیا (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب ورواہ ابن ماجہ والحاکم**

فی مستلوکہ) ترجمہ۔ اور میں متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی محمد نبی الرحمتہ یعنی جو زحمت کو دور کرنے والے اور غم سے نجات دینے والے اور امت کی شفاعت فرمانے والے ہیں، جن کی شان میں رحمتہ للعالمین وارد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ امت مرحومہ کی طرف۔ ابن حجر علیہ الرحمتہ نے فرمایا ایک روایت میں **یامحمد انی توجھت بک** اور **لیقضی غائب کا صیغہ** ہے یعنی رب تعالیٰ میری اس حاجت کو پورا فرمائے اور بعض علماء نے فرمایا **لتقضی** خطاب کے صیغہ سے ہے یعنی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میری اس حاجت کو پورا فرمائیں۔ پھر علامہ قاری نے بطور نص کے فرمایا کہ اس صحابی نے سیدعالم علیہ الصلواۃ والسلام کے ارشاد کے بموجب آپ کے ساتھ توسل کیا پھر رسول اللہ کو مخاطب کرکے آپ سے توسل کیا۔"

نیز۔ **حصن** حصین کی شرح "حرز ثمین" میں حضرت علامہ قاری علیہ رحمتہ الباری فرماتے ہیں۔ **و فی نسختہ بصیغتہ الفاعل ای لتقضی الحاجتہ لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی و وصول مرادی فاسناد مجازی** اور ایک نسخہ میں **لتقضی بصیغتہ الفاعل** ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ندا کرکے عرض کیا گیا ہے کہ یا رسول اللہ آپ میری حاجت روائی فرمائیں، تو معنی یہ ہوں گے کہ یا رسول اللہ آپ میری مراد کے حاصل ہونے اور حاجت کے پورا ہونے میں سبب اور وسیلہ بن جائیں۔ پس آپ کی طرف حاجت روائی کی نسبت مجازی ہے۔" واضح رہے کہ اس فرمان نبوی کے بموجب قیامت تک کے لئے جواز ہے کہ مومن اس پر عمل کریں۔ کہیں بھی ہوں کسی زمانہ میں ہوں آپ کے وسیلہ سے اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا رسول اللہ" سے خطاب کرکے اپنی حاجات کے پورا ہونے کے لئے شفیع بنائیں اور اپنے دامن گوہر مراد سے بھرتے رہیں۔

صحابہ کرام کا عمل توسل غائبانہ

محدث طبرانی علیہ الرحمتہ معجم کبیر میں سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی حاجت روا کرانی تھی مگر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی طرف رغبت نہ فرماتے۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور حاجت روائی کی تجویز پوچھی۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ تو وضو کرکے مسجد میں جا اور دو رکعت نماز پڑھ اور کہہ "اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمتہ یا محمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھٰذا لیقضی لی اللّٰھم فشفعنی فی اور اپنی حاجت بیان کر۔" اس نے اسی طرح عمل کیا اور حضرت عثمان غنی امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ دربان نے آگے بڑھ کر لیا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ اندر لے گیا۔ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے فرش خاص پر بٹھایا اور پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے جو حاجت تھی عرض کی آپ نے

روا فرمائی اور پھر فرمایا۔ اس کے بعد جو حاجت تم کو ہوا کرے ہمارے پاس آیا کرو ہم روا کر دیا کریں گے۔" پھر اس نے یہ معاملہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو یہ دعا فرمائی تھی سو اسی حدیث پر عمل کر کے یہ دعا میں نے تم کو بتائی ہے ورنہ میں نے تمہاری بابت کوئی سفارش نہیں کی ہے۔"

اس حدیث کو محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا۔ اس کے فوائد بیان فرمائے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز "جذب القلوب" میں فرماتے ہیں۔ اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اور اکثر تابعین نے اس پر عمل فرمایا ہے۔" ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے توسل غائبانہ اور یا رسول اللہ کہہ کر اپنی مشکلات کے حل اور قضائے حاجات کے لیے آپ کی خدمت میں شفاعت کے لیے عرض کرنا سنت ہے۔ پس جو شخص توسل غائبانہ کو ناجائز اور شرک بتاتا ہے وہ خود خلاف سنت اور منکر حدیث و قرآن ہے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید : ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

جو کچھ چاہو مجھ سے مانگو

صحیح مسلم ص ۱۹۳ جلد اول۔ سنن ابو داؤد۔ سنن ابن ماجہ

معجم کبیر طبرانی اور مشکوٰۃ المصابیح باب السجود و فضلہ میں روایت ہے سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل (ولفظ الطبرانی، فقال یوما یا ربیعۃ سلنی فاعطیک) قال فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ فقال اوغیر ذالک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کو حاضر رہتا۔ ایک دفعہ جب کہ میں آپ کے لیے وضو کرنے کے لیے پانی اور ضرورت کی چیزیں لے کر حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا۔ "اے ربیعہ جو کچھ تو چاہے مجھ سے مانگ لے تاکہ میں تجھے عطا فرماؤں۔" میں نے عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔" حضور نے فرمایا۔ "اس کے علاوہ کچھ اور بھی چاہتا ہے (تو وہ بھی مانگ لے) میں نے عرض کی۔ "میری تمنا تو بس یہی ہے۔" حضور نے فرمایا۔ "پس تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔" مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حضرت علامہ علی قاری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ یوخذ من اطلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر بالسوال ان اللہ تعالیٰ مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مانگنے کا حکم مطلقاً دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بے شک اللہ نے آپ کو عام قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے

خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں"۔ اور شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ از اطلاق سوال کر فرمود سل و تخصیص نہ کرد بہ مطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کار ھمہ بدست ھمّت وکرامت اوست ہرچہ خواہد ہرکرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسی چیز کی تخصیص فرمائے بغیر مطلقاً فرمانا کہ مانگ (سوال کر) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کے کام حضور کے دستِ ہمت وکرامت (اختیار) میں ہیں جو کچھ چاہیں، جس کو چاہیں باذن اللہ عطا فرمائیں۔ اور یہ شعر تحریر فرماتے ہیں ؎

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا وہرچہ مے خواہی تمنا کن

اے مسلمان اگر تجھے دنیا و آخرت کی بہتری مطلوب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو اور جس چیز کی تجھے تمنا ہے حضور سے مانگ لے۔ اس کے بعد قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر نقل فرمایا

فَاِنَّ من جودک الدنیا وضرّتها
ومن علومک علم اللوح والقلم

یا رسول اللہ بے شک آپ کی عطا و بخشش اس قدر وسیع ہے کہ اگر آپ کسی کو تمام دنیا بخش دیں تو یہ آپ کی بخشش و عطا میں سے ایک حصہ ہے اور لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کی وسعت کے مقابلہ

میں بمنزلہ ایک سطر کے ہیں، بے شک دنیا اور اس کی سوت جس کا دنیا کے ساتھ جمع ہونا محال ہے منجملہ آپ کی عطا کے ہے۔ نہ آپ ہوتے نہ دنیا و آخرت پیدا ہوتی۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لولاک لما اظہرت الربوبیۃ ولولاک لما خلقت الافلاک"

اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا"۔ اور منجملہ آپ کے علوم و معلومات کے علم لوح وقلم ہے۔ سبحان اللہ! کیا ہی پاکیزہ عقائد ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان اور محدثین و علماء حق کے۔ لیکن نجدی وہابی چونکہ ابن عبد الوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کی اندھی تقلید میں گرفتار ہیں اس لیے ان عقائد حقّہ کے منکر ہیں۔ انہی کی طرح محبوبان خدا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء اللہ کی تنقیص و توہین کے مرتکب ہو کر بمصداق ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

یخرجون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ

دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔ دین حق سے خارج ہو چکے ہیں۔ ان کو قرآن وحدیث کی واضح تعلیمات میں شرک ہی شرک سجھائی دیتا ہے۔ قرآن وحدیث میں محبوب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے توسل و ندا، استغاثہ واستمداد اور مزارات مقدسہ سے حصول فیوض و برکات اور حاجت روائی کے لیے ان سے استعانت کی واضح تعلیم موجود ہے مگر یہ سب امور تعزیرات وہابیہ کی رو سے شرک و کفر میں داخل ہیں۔ دراصل

وہابیوں کے دل و دماغ پر شیطان مسلّط ہے اور اسی نے ان کو توحید رحمانی سے نکال کر شیطانی توحید کے چکر میں ڈال رکھا ہے۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے بھی ان کے جرائم کی پاداش میں ان سے حق و باطل میں تمیز کرنے کی استعداد و صلاحیت سلب کر لی کہ محبوبانِ الٰہی کی شان میں تنقیص و توہین کرنے والے کہیں عذاب جہنم سے بچ نہ جائیں۔ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "ثم لا یعودون" یہ لوگ دین سے نکل جانے کے بعد دوبارہ دین میں لوٹ کر نہ آئیں گے۔ یعنی انہیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہ دی جائے گی اور مرتے وقت تک ان کو توبہ کرنے کی توفیق حاصل نہ ہوگی۔"
اعاذنا اللہ من ذالک

استمداد و استعانت و ندائے غائبانہ

محدث طبرانی "معجم صغیر" میں، شارح صحیح بخاری امام قسطلانی "مواہب اللدنیہ" میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہم) النبوۃ میں روایت فرماتے ہیں: "حضور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے کہ آپ نے لبیک، لبیک، لبیک تین بار فرمایا۔ اور میں نے آپ کو تین بار نُصِرتَ، نُصِرتَ، نُصِرتَ (تیری مدد کی گئی، تیری مدد کی گئی) فرماتے سنا۔ حضور وضو فرما کر تشریف لائے تو میں نے عرض کی "یارسول اللہ! میں نے سنا کہ حضور کلام فرما رہے تھے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی فریاد کرنے والا مجھ سے بنی کعب سے

ہے۔ خزاعیوں سے کہ مجھ سے نصرت طلب کرتا ہے، کہتا ہے کہ قریش نے بنی بکر کی اعانت کی اور ہم پر شب خون مارا۔ تین دن کے بعد عمر بن خزاعی چالیس سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آیا کہ جو کچھ گزرا اس کی آپ کو خبر دے اور امداد چاہے اور نصرت طلب کرے (طبرانی ص۔۲۰۱)

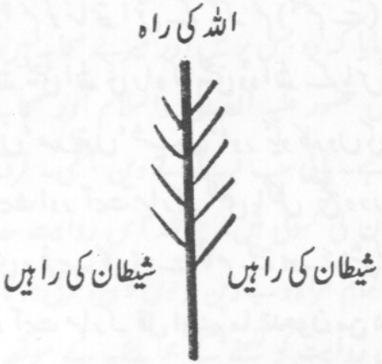
اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور دراز مقامات سے پکارنا۔ آپ سے فریاد کرنا۔ آپ سے مدد طلب کرنا ثابت ہوا۔ نیز یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دور دراز سے پکارنے والوں کی پکار و فریاد کو سنتے اور امداد فرماتے ہیں نیز یہ کہ دور دراز مقامات سے استمداد و استعانت کرنے والوں کے نام، ان کے حسب و نسب اور ان کے احوال کو جانتے ہیں۔ یہ تمام امور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان محدثین و علمائے امت علیہم الرحمتہ کا بالاتفاق ان امور پر ایمان و یقین ہے لیکن بدبخت وہابی ان امور کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منکرین وہابیہ کا دین و ایمان وہ نہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور جس پر تمام امت قائم ہے۔ وہابیہ نجدیہ کا اسلام، قرآن و حدیث کے بیان کردہ اسلام کے مخالف ہے۔ اللہ جل شانہ، فرماتا ہے۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاٰخرة من الخٰسرین (پ۳ ع۱۷) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے"۔ تو وہابیہ منکرین کا دعوائے اسلام

نامقبول و مردود ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان سے بچ کر رہیں ان کی خرافات پر کان نہ دھریں۔ ان دین و ایمان کے راہزنوں سے اپنا دین و ایمان بچائیں۔

دین و ایمان کے راہزن نجدی وہابی مکاری و فریب کاری سے کام لیتے ہوئے قرآن و حدیث میں تحریف کرتے ہیں قرآن و حدیث کی بتائی ہوئی سیدھی راہ (صراط مستقیم) سے ہٹا کر گمراہی کی شیطانی راہ دکھاتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دے کر ان کا دین و ایمان برباد کردینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابو خالد نجدی وہابی کی مکاری و فریب کاری

دیکھئے کہ اس نے اپنے کتابچہ: "قرآنی درس توحید" کے صفحہ ۹ پر زیر عنوان: سیدھی راہ لکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بڑے خیر خواہ تھے حضور نے ہر طریقے سے امّت کو نیکی کی طرف بُلایا۔ بھلائی کی دعوت دی اور سیدھی راہ بتائی۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس لکیر کے داہنے ترچھی لکیریں کھینچیں اور بائیں بھی ترچھی لکیریں کھینچیں۔ اس طرح۔ (صفحہ نمبر ۱۰ پر)



اس کی حدیث اس طرح ہے۔ **و عن عبد اللہ ابن مسعود قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا ثم قال ھذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن یمینہ و عن شمالہ و قال ھذہ سبل علی کل سبیل منھا شیطان یدعوا الیہ و قرا ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ الایہ** (احمد، نسائی، دارمی) عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے ایک (سیدھا) خط کھینچا پھر فرمایا راہ یہ اللہ کی ہے (یعنی اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے) پھر آپ نے اس (سیدھے) خط کے دائیں اور بائیں چند (ترچھے) خط کھینچے اور فرمایا۔ یہ راہیں ہیں ان میں سے ہر راہ پر شیطان ہے پکارتا ہے اس راہ کی طرف۔ پھر آپ نے

قرآن کی یہ آیت پڑھی **وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔** اور تحقیق یہ ہے راہ میری سیدھی پس پیروی کرو اس کی۔" یعنی حضور نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور اس کے داہنے اور بائیں کئی ترچھی لکیریں کھینچیں پھر درمیانی لکیر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا۔ یہ راہ اللہ کی ہے اور ترچھی راہوں کو شیطانوں کی راہیں فرما کر یہ آیت پڑھی۔ **وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون** (پ ۸ ع ۶) الانعام۔ اور (خدا نے فرمایا) کہ یہی (پیغمبر کی تابعداری) ہے راہ سیدھی میری پس چلو اسی پر اور مت چلو اور راہوں پر کہ (یہ راہیں) تم کو خدا کی راہ سے (بھٹکا کر) تتر بتر کردیں گی یہ بات (نصیحت) کی ہے کہ حکم دیتا ہے خدا تم کو ساتھ اس کے تاکہ تم (جہنم سے) بچ جاؤ۔" حضور نے درمیانی لکیر کو سبیل اللہ یعنی اللہ کی راہ کہا یعنی وہ اللہ کے پاس پہنچانے والی ہے یہی نجات پانے والوں نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، اور نیکو کاروں کی راہ ہے۔" ابو خالد نجدی وہابی نے جو حدیث اور آیت مبارکہ لکھی بالکل صحیح و درست ہے مگر اس کے آگے پھر وہابیانہ مکاری و فریب کاری سے کام لیتے ہوئے مشرکین و بتوں کی تردید و مذمت میں نازل شدہ آیت مبارکہ **قل ارئیتم ما تدعون من دون اللہ ارونی ماذا خلقوا من الارض ام لھم شرک فی السموات ایتونی بکتاب من قبل ھذا او اثٰرۃ من علم ان کنتم صٰدقین ○ و من اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہٗ الی یوم القیمۃ وھم عن دعاۂم غفلون** (الاحقاف پ ۲۶) لکھ کر محبوبان خدا انبیاء و اولیاء کو بتوں کی جگہ اور مسلمانوں کو مشرکین میں شمار کرنے کی شیطانی حرکت کر دی ہے جو کہ تمام نجدیہ وہابیہ کا باطل و مذموم طریقہ ہے۔ نجدی وہابیوں کا مسلمانوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کرنے کا یہی وہ طریقہ ہے جسے بعض کم علم و کم فہم مسلمان نہ سمجھتے ہوئے ان کے شیطانی فریب میں آجاتے اور اپنا دین و ایمان برباد کر بیٹھتے ہیں۔ **نعوذ باللہ من مکائد الوہابیہ۔**

ابو خالد نجدی اگر صاحب ایمان ہوتا تو سیدھی راہ اختیار کرتا۔ ترچھی لکیروں والی حدیث کے ساتھ اس کی تشریح کرنے والی حدیث کو لکھتا جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا **وان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین و سبعین ملۃ و تفترق امتی علیٰ ثلاث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی رواہ الترمذی (مشکوٰۃ باب الاعتصام)**

یقیناً بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی سوائے ایک فرقہ کے سب دوزخی۔ صحابہ نے پوچھا وہ ایک کون فرقہ ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔" یعنی جس فرقہ کے عقائد و اصول اعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ علیہم الرضوان کے مطابق ہوں وہ جنتی ہے۔ باقی سب فرقے بے دین جہنمی۔ فرقہ ناجیہ ہونے کے لئے حضور اور صحابہ ایمان کی کسوٹی ہیں۔ چونکہ اس روایت حدیث سے خارجیت۔ نجدیت وہابیت وغیرہ تمام گمراہ و بے دین فرقوں کا بیڑہ غرق ہوتا ہے اس لئے ابو خالد نجدی وہابی نے اس روایت کو لکھنے کے بجائے۔ بے موقعہ و بے محل دو آیات مبارکہ جو مشرکین اور بتوں کی تردید و مذمت میں نازل ہوئیں لکھ کر کمال مکاری و فریب کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان سے واضح ہے کہ شاہراہ اسلام، صراط مستقیم، اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی سیدھی راہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی راہ ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت فرقہ ناجیہ ہیں کہ اسی راہ پر قائم ہیں۔ نجدی وہابی اس سیدھی راہ کو شرک و کفر ٹھہراتے ہیں اس لئے جہنمی ہیں۔ بمصداق حدیث۔ **یخرجون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔** دین اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ اہل اسلام پر لازم

ہے کہ ان سے دور رہیں۔ ان کو اپنے قریب نہ آنے دیں نہ ان کی بات سنیں نہ ان کی تقریر و تحریر پر یقین کریں کہ یہ لوگ مسلمانوں کو جہنم کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو ان کی بات مانے گا یہ اسے جہنم میں دھکیل دیں گے۔"

احادیث سے "سیدھی راہ" کی توضیح مزید

گذشتہ صفحات میں قرآن مجید و حدیث شریف سے توسل و استمداد، استغاثہ و نداء کا ثبوت واضح کیا جا چکا ہے۔ تائید و توضیح مزید کے لئے مزید چند احادیث صحیحہ درج کی جاتی ہیں تاکہ منکرین پر اتمام حجت ہو جائے اور مسلمانوں کا ایمان تازہ ہو۔

بیہقی نے سند صالح کے ساتھ "دلائل النبوۃ" میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے حاضر ہو کر یوں فریاد کی ہے۔

اتیناک والعزراء یدمی لبانہا
و قد شغلت ام الصبی عن الطفل
والقت بکفیہا الفتیٰ لاستکانۃ
من الجوع ضعفا لایمر ولا یحل
و لیس لنا الا الیک فرارنا
واین فرار الخلق الا الی الرسل

یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں شدت قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنہیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری

کے باعث خادمہ رکھنے کی طاقت نہیں، کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہو گئے) ان کی چھاتیوں سے خون بہہ رہا ہے۔ مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں۔ جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعف گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسے گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی کوئی بات نہیں نکلتی اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں؟ اور خود مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں۔"

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فریاد سن کر بعجلت منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا۔ ابھی آپ کے ہاتھ مبارک جھک کر گلوئے پر نور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ امڈا اور بیرون شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ۔ یا رسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "**حوالینا لاعلینا۔**" (اے بادل) ہمارے ارد گرد برس ہم پر نہ برس۔" فوراً ابر مدینہ پر سے کھل گیا۔ آس پاس گھرا تھا اور مدینہ پر سے کھلا ہوا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور مسکرائے اور فرمایا : اللہ کے لئے ہے خوبی ابو طالب کی اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے۔"؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے عرض کی۔: یا رسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابو طالب نے آپ کی نعت میں عرض کئے تھے۔"

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ
ثمال الیتامیٰ عِصمۃٌ للارامل
تلوذبہ الھلال من اٰل ھاشم
فھم عندہ فی نعمۃ وفواضل

وہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے،

یتیموں کی جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں۔ ان کے پاس ان کی نعمت و فضل میں بسر کرتے ہیں۔" اشعار سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : **اجعل فالک اردت۔**" ہاں۔ یہی نظم ہمیں مقصود تھی۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلاء اور جائے پناہ اور **حلّ المشکلات** کا ذریعہ اور مددگار جانتے اور ان القابات کے ساتھ آپ کے حضور میں مشکل کشائی کی درخواستیں عرض کرتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ یہ شرکیہ عقائد ہیں۔ میرے پاس کیا لینے آتے ہو؟ مجھ سے کیوں فریاد کرتے ہو؟ براہ راست اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ بلکہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ علیہم الرضوان کے ان امور پر ناراض ہونے کے بجائے خوش ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے حاجت براری کرا دیتے اور مشکل کشائی فرماتے۔ **فللّٰہ الحمد و صلی اللّٰہ تعالی علیہ و علیٰ الہ واصحابہ وسلم اجمعین۔**

نیز ملاحظہ ہو۔ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۳۹ اور مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۹۴)

حدیث مبارکہ کا ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پس لوگ آپ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہوئے (اور شدت تکلیف سے فریاد کرتے ہوئے) چیخ اٹھے اور انہوں نے عرض کی۔ : یارسول اللہ ! بارش بند ہے (جس کی وجہ سے قحط پڑ گیا ہے) اور درخت خشک ہو کر ان کا رنگ بدل گیا) سرخ ہو گئے' مویشی ہلاک ہو گئے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ بارش برسائے۔ پس حضور نے فرمایا : یا اللہ ہمارے لئے بارش برسا دے (اس طرح) دو بار فرمایا اللہ تعالیٰ کی

قسم (اس وقت حالت یہ تھی کہ) ہمیں آسمان میں بادل کا نشان تک دکھائی نہ دیتا تھا پس (حضور کے اس طرح فرمانے سے) بہت عظیم بادل چھا گیا اور (فی الفور) برسنے لگا۔ حضور منبر سے اترے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ پس جب لوٹے تو بارش بند نہ ہوئی دوسرے جمعہ تک برستی رہی پس جب (دوسرے جمعہ کے روز) حضور خطبہ ارشاد فرمانے لگے تو لوگ چیخ اٹھے اور فریاد کی۔ "مکان گر گئے (زیادہ پانی کی وجہ سے) راستے بند ہو گئے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہم سے بارش کو روک دے۔" پس حضور مسکرائے اور فرمایا : اے اللہ ! ہمارے گرد و نواح میں' نہ ہم پر پس (فورا") مدینہ پر سے بادل چھٹ گیا۔" (ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام بادل کو انگلی کے اشارے سے جس طرف ہٹنے کا اشارہ فرماتے بادل اسی طرف ہٹ جاتا) پس بارش ہمارے گرد و نواح میں برسنے لگی اور مدینہ منورہ پر ایک قطرہ بارش کا نہ گرتا۔ پس میں نے مدینہ منورہ کو دیکھا کہ گویا وہ تاج پہنے ہوئے ہے" کیونکہ مدینہ منورہ کے گردا گرد بادل چھایا ہوا تھا اور مدینہ پر سورج چمک رہا تھا جس کی کرنوں سے بادل مختلف رنگوں میں چمکتا ہوا نظر آرہا تھا۔" اس حدیث سے چند باتیں واضح ہوئیں۔ اول یہ کہ مشکل کے وقت مشکل کشائی کے لئے بارگاہ رسالت میں اجتماعی طور سے فریاد کرنا سنت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ دوم یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی **شفاعت** اس دنیا میں بھی ہماری مشکل کشائی اور حاجت روائی کا ذریعہ ہے اور آپ کا وسیلہ پکڑنے سے مخلوق کی پکار اور فریاد یقیناً سنی جاتی اور مقبول ہوتی ہے۔ سوم یہ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو براہ راست پکارنے کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی حاجات عرض کر کے حاجت روائی کے لئے آپ سے التجا کی جائے کہ حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام ہمارے لئے **شفاعت** فرمائیں۔ چہارم یہ کہ بارگاہ رسالت میں عرض معروض کے لئے قیام کرنا سنت ہے کہ صحابہ

کرام بیٹھے ہوئے خطبہ سن رہے تھے مگر درخواست پیش کرتے وقت بیٹھے نہ رہے بلکہ کھڑے ہوگئے اور حضور نے یہ نہ فرمایا کہ بیٹھے بیٹھے عرض کرو کھڑے کیوں ہوتے ہو؟ پنجم یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عُلُوِّ شان کا مظاہرہ منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھنے اور جاننے کے باوجود کہ مخلوق بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کی مصیبت میں مبتلا ہے ان پر رحم فرما کر بارش نہ برسائی جب تک صحابہ کرام نے بارگاہ رسالت میں مل کر فریاد نہ کرلی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخش کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت نہ فرمائی اور جب حضور کی شفاعت سے بارش نازل ہوئی تو اس طرح برسی کہ ایک ہفتہ تک مسلسل برستی ہی رہی۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھنے اور جاننے کے باوجود کہ کثرت بارش کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے' مکان گر رہے ہیں' راستے مسدود ہوگئے' بارش کو موقوف نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پھر بارگاہ رسالت میں قیام کرکے فریاد کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی عرض قبول کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں ان کی شفاعت فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے بارش کو روک دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بے شک غفور الرحیم ہے مگر ان صفات کا ظہور و صدور حضور پرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اور ان کی رضا پر موقوف ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط' غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

سواد بن قارب نے یہ قصیدہ رسول اللہ کے سامنے پڑھا

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدہ جس کو طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے۔ و رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ و ابن عبدالبر فی الاستیعاب۔ یہ قصیدہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر سنایا تھا اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ
وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ
وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً
اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے اور اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر غیب پر امین بنایا ہے' اے کریم ترین اور پاکیزہ ترین ہستیوں کے لخت جگر اور نور نظر آپ اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں سب انبیاء و مرسلین کی نسبت اقرب و اقدم وسیلہ ہیں۔"

فَمُرْنَا بِمَا يَاْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ
وَاِنْ كَانَ فِيْمَا فِيْهِ شَيْبُ الشَّوَائِبِ

لہٰذا ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے احکام کا امر فرمائیں۔ اے سب رسولوں سے بہتر و برتر اگرچہ ان نازل شدہ احکام کے ساتھ مکلف ہونے میں اس قدر محنت و مشقت ہی کیوں نہ ہو جو جوانوں کو بڑھاپے کی حدود تک پہنچا دے۔

وَكُنْ لِّيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ

بِمُغْنٍ فَتِيْلاً" عَنْ سَوَادِ ابْنِ قَارِبِ

اور اس دن مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ کرنا جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد ابن قارب کو ذرہ بھر فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔" سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے ان اشعار کو سنا جن میں آپ کو ہر غیب پر امین اور اقرب و اقدم وسیلہ بیان کیا گیا ہے اور کن لی شفیعا" عرض کیا گیا۔ اور حضور نے ان باتوں کو توحید کے منافی اور شرک و کفر بتا کر ان سے منع نہ فرمایا بلکہ ان پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

لیکن نجدی وہابی ان باتوں کو توحید کے منافی اور شرک و کفر ٹھہراتے ہیں۔

اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ یہ ضال و مضل، سیدھی راہ، صراط مستقیم سے ہٹ کر شیطانی راہ پر گامزن ہیں۔ **ما انا علیہ و اصحابی** کے مخالف ہیں، ان کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

حضرت حسّان رضی اللہ عنہ نے حضور کے سامنے یوں عرض کی

یارکن معتمد و عصمتہ لائذ و ملاذ منتجع و جار مجاور

یا من تَخَیَّرَہُ الْاِلٰہُ لِخَلْقِہٖ فَحَبَاہُ بِالْخُلُقِ الزَّکِیِّ الطَّاہِرِ

انت النبی و خیر عصبتہ آدم یا من یجود کفیض بحر زاخر

میکال معک و جبرئیل کلاھما مدد لنصرک من عزیز قادر

(الاصابہ جلد اول صفحہ ۲۶۴)۔ اور "الروض الانف" صفحہ نمبر ۹۱)۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں اے معتمد سہارے اور اے ہماری وہ محفوظ جائے پناہ۔ جہاں آدمی کو محفوظ

جائے پناہ مل سکے۔ اے وہ ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے منتخب فرمایا پھر اس ہستی سے اپنی برگزیدہ و پاکیزہ مخلوق میں سب سے زیادہ محبت فرمائی۔ آپ غیب کی خبریں دینے والے اور اولاد آدم علیہ السلام میں سب سے اچھے ہیں۔ اے وہ جو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند سخاوت فرماتے ہیں۔ میکائیل اور جبرئیل علیہما السلام دونوں آپ کی مدد میں ہیں غالب قدرت والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار سے خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم یوں دعا کیا کرتے تھے۔ **اللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔** "یا اللہ۔ حسان کی روح القدس سے مدد فرما۔"

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سامنے یہ نعت پڑھی

یہ نعت مبارک قصیدہ "بانت سعاد" کے نام سے معروف و مشہور ہے۔ اس کا مطلع ہے۔ ؎

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
متیم اثرھا لم یفد مکبول

قال ۔ انبئت ان رسول اللہ اوعدنی
والعفو عند رسول اللہ ماسول

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف اللہ مسلول

فی عصبتہ من قریش قال قائلھم

ببطن مکته لما اسلموا زولول

بمشون مشی الجمال الزهر يعصمهم

ضرب اذا عرد السود التنابيل

حضرت ابوبکر ابن الانباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لنور يستضاء به مهند من سيوف اللّٰه مسلول

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو چادر اوڑھی ہوئی تھی اتار کر حضرت کعب کی طرف پھینک دی (بطور انعام عطا فرما دی) چند روز بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس ہزار درہم بھیج کر فرمائش کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر مبارک مجھے دے دیں۔ حضرت کعب نے۔ درہم واپس کر دئے اور فرمایا۔ **ماکنت لا وثر برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم احدا۔:** میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا فرمائی ہوئی چیز کسی کو دینا پسند نہیں کرتا۔" بوقت وفات حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر معاویہ کو دے دیں جب انہوں نے چادر مبارک حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچائی تو انہوں بطور شکرانہ بیس ہزار درہم ان کو عطا کئے۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعتیہ اشعار کا ترجمہ : مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور معاف کر دینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے آسان ہے۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور نیام سے کھینچی ہوئی اللہ کی تلواروں میں سے ایسی تیز تلوار ہیں جیسی ہندی فولادی تلوار تیز ہوتی ہے۔

قریش کی جماعت میں سے کہنے والے نے مکہ کی وادی میں جب وہ مسلمان ہو کر ہجرت کر رہے تھے یہ بات کہی تھی کہ دشمن سے علیحدہ ہو جاؤ۔

جیسے سفید اونٹ جلدی اور وقار سے چلتا ہے اسی طرح وہ (صحابہ کرام علیہم الرضوان) چلتے تھے اور دشمن کے حملہ سے اپنے آپ کو بچاتے تھے جبکہ کفار کی جماعت اپنے گھروں کو بھاگ رہی تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حضرت زہیر بن صرور رضی اللہ عنہ کی فریاد و استغاثہ

اُمْنُنْ عَلَیْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ کَرَمٍ
فَاِنَّکَ الْمَرْءُ نَرْجُوْہُ وَ نَدَّخِرُ
اُمْنُنْ عَلٰی بَیْضَتِہٖ قَدْ عَاقَھَا قَدَرٌ
مُشَتَّتٌ شَمْلُھَا فِیْ دَھْرِھَا غِیَرٌ

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم پر احسان فرمایئے اپنے کرم سے کہ حضور ہی وہ مرد کامل و جامع فواضل و محاسن شمائل ہیں جس سے ہم امید کریں اور جسے وقت مصیبت کے لئے ذخیرہ بنائیں۔ احسان فرمایئے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کی آڑے آئے اس کی جماعت تتر بتر ہو گئی ہے۔"

اِنْ لَّمْ تَدَارِکْھُمْ نَعْمَاءُ تَنْشُرُھَا — یَا اَرْجَحَ النَّاسِ حِلْمًا حِیْنَ یُخْتَبَرُ

اگر حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی نعمتیں جنہیں حضور نے عام فرما دیا ہے ان کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ اے آزمائش کے وقت زیادہ عقل رکھنے والے۔" (الامن والعلی صفحہ ۶۸)

غور کا مقام ہے کہ آسمان ہدایت کے روشن ستارے صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "یا" حرف نداء' سے پکارتے ہیں۔ حضور کو مصیبت زدوں کے لئے محفوظ جائے پناہ' محتاجوں کو عطا فرمانے والے بحرِ موّاج کی مانند سخاوت فرمانے والے 'مایوس پریشان حال والوں کے لئے امید گاہ کہہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استمداد و استعانت کرتے ہیں۔ باطل اور اسلام کے دشمنوں کے لئے حضور کو ہندی فولاد کی تیز تلوار سے زیادہ تیز۔ زیادہ کاٹ دار شمشیر بے نیام کہتے ہیں۔ حضور ان کے ان عقائد کی تردید نہیں فرماتے ان کو ان باتوں سے منع نہیں فرماتے بلکہ ان کو انعامات سے نوازتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس نجدی وہابی ان عقائد کو صریحاً" شرک و کفر قرار دیتے نہیں شرماتے۔ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو مشرک اور خود کو سچے مسلمان قرار دیتے ہیں۔

حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کی نداء غائبانہ واستغاثہ واستمداد یارسول اللہ المدد

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "قنسرین" سے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سوار دے کر فتح "حلب" کے لیے روانہ کیا اور فرمایا: میں بھی تمہارے پیچھے چلا آرہا ہوں۔"

ادھر "یوقنّا" حاکم حلب کو جاسوسوں سے خبر ملی کہ عرب ایک ہزار کے لشکر سے حلب فتح کرنے آرہے ہیں اور شہر سے چھ میل دور رہ گئے ہیں۔" یوقنّا نے اپنے آدھے لشکر کو ساتھ لیا اور آدھا لشکر پیچھے مقرر کیا اور مقابلے کے لئے آیا۔ حضرت کعب نے فرمایا: میرے اندازے کے مطابق دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے جس سے ہمارا مقابلہ ہے" لڑائی شروع ہوئی تو دشمن کے پاؤں اکھڑنے لگے اور مسلمانوں کو فتح

کا یقین ہوگیا۔ مگر اسی وقت یوقنا کا باقی نصف لشکر بھی آپڑا۔ جس سے کچھ مسلمان گھبرا گئے۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر پکارنا شروع کیا۔: **یَا مُحَمَّدُ۔ یَا مُحَمَّدُ یا نَصْرَ اللّٰہِ اِنْزِلْ مُعَاشِرَ الْمُسْلِمِیْنَ اُثْبُتُوا اِنَّمَا ھِیَ سَاعَۃٌ وَیَاْتِی النَّصْرُ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ** اور مسلمان فتح یاب ہوگئے۔ (فتوح الشام مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۵۱) اے محمد' اے محمد' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اے اللہ کی مدد نازل ہو جا۔ اے مسلمانو ثابت قدم رہو یہ محض ایک ساعت کی آزمائش ہے۔ مدد آرہی ہے اور تم فتح یاب ہو۔ تاریخ ابن جریر میں بالصراحت مذکور ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ شعار تھا کہ جنگوں لڑائیوں میں یا محمد۔ پکارا کرتے تھے۔ "ان الصحابۃ بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان شعارھم فی الحروب یا محمد" (تاریخ ابن جریر)

نجدی وہابی کے دھرم میں یہ سب باتیں شرک و کفر ہیں چنانچہ ناقوس وہابیہ ابو خالد اپنے کتابچہ کے صفحہ ۱۵ پر لکھتا ہے۔ "اگر کوئی کسی نبی' ولی' پیر یا شہید کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھے۔ اٹھتے بیٹھے ہردم اس کا نام جپے۔ نزدیک یا دور سے اس کو پکارے۔ مصیبت کے وقت اس کی دہائی دے۔ دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے وہ شخص مشرک ہو جاتا ہے" وہابیہ خبیثہ کے دھرم کے مطابق۔ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان تو کیا خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مشرک ٹھہرتے ہیں۔ اس کے باوجود مردود وہابی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ ہم ہی سیدھی راہ پر ہیں۔ شرم ان کو مگر نہیں آتی۔ حقیقتہ" نجدی وہابی قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔ ان کا مذہب' خارجیوں کا مذہب ہے۔ مذہب اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں کو ان کے مکرو فریب سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

یا محمد ہماری مدد فرمایئے۔

محدث ابن جوزی علیہ الرحمتہ "عیون الحکایات" میں ابو علی ضریر سے روایت فرماتے ہیں ملک شام میں تین بھائی اپنے وقت کے بڑے بہادر اور پہلوان تھے۔ کفار کے ساتھ ہمیشہ جہاد میں مصروف رہتے تھے۔ شاہ روم نے ان تینوں کو گرفتار کرلیا۔ اور کہا۔: تم دین نصاریٰ قبول کرلو تو میں اپنے ملک کا کچھ حصہ دے دوں گا اور اپنی لڑکیوں کی شادی تمہارے ساتھ کردوں گا۔ ان تینوں بھائیوں نے انکار کردیا اور اس مصیبت سے رہائی پانے کے لئے یوں دہائی دی۔ **فاہوا و قالوا یا محمداہ**۔ یا محمد ہماری مدد فرمایئے (شرح الصدور۔ امام محدث جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ)

یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔

سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو **فصعد الرجال والنساء فوق البیوت و تفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد یارسول اللہ' یا محمد یارسول اللہ۔** (صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۴۱۹) عورتیں اور مرد اپنے گھروں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے' اور بچے اور نوجوان اور خدام گلیوں راستوں میں پھیل گئے اور سب کے سب کے یوں (استقبالیہ نعرے لگاتے ہوئے) پکارنے لگے۔ یا محمد یا رسول اللہ' یا محمد یا رسول اللہ"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو منع نہ فرمایا۔ اور نہ ہی یہ فرمایا کہ یا

محمد یا رسول اللہ پکار کر شرک کر رہے ہو۔ تو پھر نجدیہ وہابیہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ یا محمد یا رسول اللہ۔ پکارنے کو شرک قرار دیں۔ کیا یہ مردود' خبیث وہابی۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ "توحید" پرست ہیں؟ ان اسلام کے دشمنوں کو یا محمد۔ یا رسول اللہ پکارنے اور لکھنے میں شرک بھائی دیتا ہے۔ چنانچہ ابو خالد نجدی اپنے کتابچہ کے صفحہ ۷۵ پر عنوان۔ "ایک ناسمجھی۔" کے تحت لکھتا ہے: اکثر مساجد میں لوگ اس طرح لکھواتے ہیں۔ یا اللہ یا محمد یعنی اللہ کے ساتھ رسول اللہ کو بھی پکارا جا رہا ہے جو صریح شرک ہے' مساجد اللہ واحد کی عبادت گاہ ہوتی ہیں لیکن اس طرح مساجد کو شرک کی جگہ بنا دیا جاتا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہے **وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا**" (پ ۲۹ سورہ جن رکوع ۱) اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں سومت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔ اس کے پیش نظر اپنی مسجدوں کی اصلاح کیجئے۔"

قرآن و حدیث کی رو سے یا محمد۔ کہنا۔ پکارنا اور لکھنا عین ایمان ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی اور غائبانہ بھی یا محمد کہتے اور پکارتے رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یا محمد کہنے پکارنے سے منع نہیں فرمایا۔ اگر یا محمد کہنا پکارنا شرک ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یقیناً منع فرما دیتے۔ کہ یہ ان کا فرض منصبی تھا۔ تو ثابت ہوا کہ یا محمد۔ کہنا پکارنا اور لکھنا سنت ہے

نجدی وہابی جو کہ مذہب خوارج پر ہیں۔ اگر شرک قرار دیتے ہیں۔ تو یہ ان کی اسلام دشمنی کی علامت ہے۔ ابو خالد نجدی وہابی نے وہابیہ کی روایتی فریب کاری سے کام لیتے ہوئے آیتہ مبارکہ۔

و ان المسجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا"۔ کے ترجمہ اور مفہوم میں تحریف کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اس آیتہ مبارکہ کا صحیح ترجمہ اور

مفہوم درجہ ذیل ہے "اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی (یعنی عبادت) نہ کرو۔" جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے گرجاؤں اور عبادت خانوں میں شرک کرتے تھے۔" (تفسیر خزائن 'العرفان)

ابو خالد نجدی وہابی نے۔ **فلا تدعوا مع اللہ احدا**"۔ کا ترجمہ یوں لکھا ہے۔: "سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو۔" یہ ترجمہ غلط اور تحریف ہے۔ قرآن مجید کی اصطلاح میں "دعا" عبادت کے معنی میں ہے۔ جن آیات میں ۔ **یدعوا۔ یدعون۔ دعائهم۔** الفاظ وارد ہیں۔ ان کے معنے مفسرین قران و علماء حق نے **یعبد۔ یعبدون عبادتهم** بیان کئے ہیں۔ پس ۔ **فلا تدعوا۔** کے معنے۔ **فلا تعبدوا۔** "پس تم نہ عبادت کرو۔" ہیں۔ مگر سارے وہابی "دعاء" کے معنے "پکارنا" کرتے ہیں تاکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء اللہ کو بتوں' جنوں' بھوتوں اور شیطانوں کی فہرست میں شمار کر سکیں اور مسلمانوں کو مشرک قرار دے سکیں۔ اس مضمون کی تفصیل فقیر کی تالیف۔ "تنویر الایمان" میں درج ہے اس کا مطالعہ کریں تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

مسلمانوں کو اپنی مساجد میں۔ یا اللہ ۔ یا محمد۔ یا رسول اللہ ۔ ضرور بالضرور لکھنا چاہئے تاکہ نجدی وہابی ان مسجدوں سے دور رہیں۔ اور مسلمان ان کے فتنہ سے بچے رہیں۔"

واضح رہے کہ۔ انبیاء و اولیاء کو پکارنا ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ ان کی عبادت کرنا شرک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی جاہل سے جاہل تر مسلمان بھی انبیاء و اولیاء میں سے کسی کی عبادت کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

روضۂ رسول اللہ پر حاضر ہو کر فریاد و استغاثہ کرنا سنت صحابہ ہے۔

روضۂ اقدس سے آواز آئی' قد غفر لک

تفسیر مدارک التنزیل اور تفسیر قرطبی جلد پنجم صفحہ ٢٦٥ ۔ اور مصباح الظلام اور جذب القلوب میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت سے تین روز بعد ایک اعرابی نے آپ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر خود کو روضۂ اقدس و اطہر پر گرا دیا اور خاک میں لوٹنے لگا اور عرض کی۔ یا رسول اللہ ! جو کچھ آپ نے اللہ سے سیکھ کر یاد کیا ہے ہم نے آپ سے سیکھ کر یاد کیا ہے اور منجملہ اس کے کہ آپ پر نازل ہوا (قرآن مجید) اس میں یہ آیت ہے **ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاو ک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توا با رحيما۔** میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک سے آواز آئی **قد غفر لک** بے شک تیری مغفرت کر دی گئی۔" اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ اول یہ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی حاضری کے لئے جانا سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کی رحلت کے بعد بھی یا رسول اللہ۔ کہہ کر نداء کرنا سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان ہے۔ سوم یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے اپنی حاجت عرض کرنا۔ اور یوں عرض کرنا کہ ہماری حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت فرمائیں۔ سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ چہارم یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں' زائرین کو جانتے پہچانتے۔ ان کی فریادوں کو سنتے' قبول فرماتے اور خوش نصیبوں کو بشارت سے بھی نوازتے ہیں۔ پنجم یہ کہ جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی میں آپ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر فریاد و استغاثہ۔ اور طلب شفاعت۔ **ولو انھم اذظلموا انفسھم جاوک۔ الایہ۔** فرمان الٰہی کے مطابق تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد بھی تا قیامت مسلمانوں کا آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہو کر یا رسول اللہ کہہ کر فریاد و استغاثہ وطلب شفاعت فرمان الٰہی کے مطابق جائز اور سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

حضرت ابن ابی شیبہ رحمتہ اللہ علیہ بہ سند صحیح، روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ، خلافت میں قحط پڑا۔ ایک صحابی روضۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوا اور عرض کی۔: " **یارسول اللہ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا۔**" یارسول اللہ آپ کی امت قحط کی وجہ سے ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ اپنی امت کی خاطر اللہ تعالیٰ سے طلب بارش فرمائیں۔ اس کے بعد اس صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: جا عمر کو بشارت دے کہ پانی برسے گا۔" اس کی شرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ۔

"یہ نوع توسل طلب دعا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ اپنے پروردگار تعالیٰ وقدس سے عرض کر کے اس حاجت کو روا کروا دیں جیسا کہ حیات ظاہری میں ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ مضمون روایت **یامحمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی**' اس بات کا مشعر ہے۔ فافہم۔ (جذب القلوب) نیز اس حدیث کو بیہقی نے طریق اعمش عن ابی صالح عن مالک الدار سے روایت فرمایا۔ اور حافظ الحدیث ابن حجر علیہ الرحمتہ "فتح الباری" جلد ۴ صفحہ ۵۴۲ میں تصریح فرماتے ہیں کہ روضۂ نبوی پر حاضر ہونے والا بلال بن حارث صحابی تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی مندرجہ بالا حدیث کی طرح پانچوں امور ثابت ہوئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ وصحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ وعمل

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں بارش بند ہو گئی اور قحط پڑ گیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ ام المومنین نے فرمایا **انظروا قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوی الی السماء حتی لا یکون بینہ و بین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرا" حتی نبت العشب و سمنت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق** رواہ الدارمی (مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۵۴۵) روضۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری دو اور حجرہ مبارک کی چھت میں ایک دریچہ کھول دو کہ روضہ اقدس اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ لوگوں نے تعمیل کی تو فوراً" بارش آ گئی اور اس قدر بارش برسی کہ گھاس وغیرہ اگ آیا اور اونٹ اس طرح موٹے تازے ہو گئے کہ گویا چربی سے بھر گئے ہیں۔ قحط دور ہو کر اس قدر ارزانی ہوئی کہ اس سال کا نام "**عام الفتق**" پڑ گیا۔ یعنی ارزانی وخوش حالی کا سال۔ اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔ "یہاں پر ایک بات سمجھنی چاہیے۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریچہ کشائی کا جو حکم دیا تو اس میں ایک رمز ہے جو اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاء و سوال اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں موجب فتح باب مطلوب ہے اور اسی قبیل سے ہے سائل کا سوال جو کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا **اسئلک مرافقتک فی الجنتہ۔ یارسول اللہ!** میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔" یعنی حجرہ مبارک کی چھت میں

کھڑکی کھولنے میں راز یہ تھا کہ حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام کی خدمت میں زبان حال سے بارش نہ ہونے کی شکایت عرض کی جائے کہ یا رسول اللہ! دیکھ لیجئے کہ آسمان پر کوئی بادل نہیں ہے اور یہ سوال براہ راست حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام سے تھا۔ پس آپ نے فریادیوں کی فریاد قبول فرما کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے وسیلہ سے اس قدر بارش برسائی کہ قحط کا نام و نشان نہ رہا اور لوگ خوش حال ہو گئے" اس حدیث مبارکہ سے بھی یہی واضح ہوا کہ اپنی مشکلات اور حاجات اور دعاؤں کو حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام کی رحلت کے بعد بھی آپ کے وسیلہ سے بارگاہ الٰہی میں پیش کرنا **ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاوکـ** الایتہ کے حکم میں داخل اور تعمیل حکم الٰہی ہے۔ اور قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق صحابہ کرام علیہم الرضوان اس عقیدہ پر یقین محکم رکھتے تھے کہ آپ کے وسیلہ سے مشکلات حل ہوتی، حاجات پوری ہوتی اور دعائیں قبول ہوتی ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے براہ راست اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قحط کی شکایت نہ کی۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بصورت وفد شکایات کرنے حاضر ہوئے۔ کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قرآن مجید کی ان آیات مبارکہ کا علم نہ تھا **اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** اور **ادعونی استجب لکم** اور دوسری وہ آیات جنہیں منکرین نجدی وہابی پیش کیا کرتے ہیں اور پھر حضور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی یہ آیات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یاد نہ دلائیں اور یوں نہ فرمایا کہ تم براہ راست اللہ تعالیٰ سے کیوں سوال نہیں کرتے، میرے پاس کیوں آئے ہو؟ اس کے بجائے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روضہ رسول اللہ پر حاضر ہونے اور حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام کا وسیلہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فریادی صحابہ کی فریاد کو شرف

قبولیت بخشا۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں سفارش (شفاعت) فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے بارش برسا کر قحط کو دور فرمایا دیا۔ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان، آسمان ہدایت کے ستارے، توحید کے علم بردار، اور کفر و شرک کے مٹانے والے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فریادیوں کی فریاد کو سنتا اور دعاؤں کو قبول فرماتا ہے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں، آپ کے وسیلہ سے۔ نیز ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رمز شناس رسول جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے مخلوق کی مشکل کشائی اور حاجت روائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی رضا مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش کو پورا فرمانے میں دیر نہیں کرتا چنانچہ صحیح بخاری صفحہ ۷۰۶ جلد دوم اور مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۷۳ میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا تھا کہ "**مَا اَرٰی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِی هَوَاکَ**" "یا رسول اللہ! میں آپ کے رب کو نہیں دیکھتی مگر آپ کی خواہش کو پورا کرنے میں جلدی و شتابی کرتا ہوا۔" اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بات کو رد نہ فرمایا۔

مگر نجدی وہابیوں کے دھرم میں یہ سب باتیں شرک و کفر ہیں۔ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے "تقویتہ الایمان" میں لکھا۔ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا"۔ وہابیہ۔ انبیاء کرام علیہم **الصلوٰۃ** والسلام اور اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری ان سے توسل و استمداد کو شرک صریح قرار دیتے ہیں۔ اخبث الخبثاء ابو خالد نجدی اپنے کتابچہ کے صفحہ ۲۲ میں لکھتا ہے۔ "جبکہ خود سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نفع و نقصان پہنچانے کی قدرت نہ تو خود بخود ہے اور نہ قرآن کی بخشی ہوئی تو پھر کسی اور نبی، ولی، پیر، شہید، غوث و قطب کو کیا اختیار جو کسی کی کوئی

مشکل کشائی، حاجت روائی کر سکیں"؟ نیز بتوں کی تردید اور مشرکوں کی مذمت میں نازل شدہ آیات قران لکھ کر حسب دستور وہابیہ انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "مقام غور ہے کہ ایسے کھلے احکام ہوتے ہوئے مزارات بزرگان پر جا کر مرادیں مانگنی کیا خلاف حکم خدا و رسول نہیں؟۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی اور سے خواہ وہ نبی ہوں یا ولی، امام ہو یا شہید، غوث ہو یا قطب، حاجتیں مانگنا سجدے کرنا۔ نذر و نیاز چڑھانا، حاضر و ناظر جان کر نزدیک یا دور سے پکارنا یہ سب کام شرک میں داخل ہیں۔" (صفحہ ۲۳) ابو خالد نجدی وہابی کا پورا کتابچہ اسی طرح کی خرافات سے بھرپور ہے اس کی تمامتر بکواس کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ گذشتہ صفحات میں درج قرآن مجید اور احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ منکرین وہابیہ کی یہ ساری بک بک صریحا" قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ نجدی وہابی۔ دین اسلام سے نکل کر خوارج کے مذہب پر عمل پیرا ہیں۔ "شیطانی توحید" اختیار کر کے توحید رحمانی سے منحرف ہو چکے ہیں ان کا طریقہ و مسلک۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقہ و مسلک سے مخالف ہے سیدھی راہ۔ "**ما انا علیہ و اصحابی۔**" سے ہٹ کر ٹیڑھی شیطانی راہ پر چل رہے ہیں جو جہنم میں پہنچاتی ہے۔ ابو خالد نجدی نے مسلمانوں پر بہتان باندھا ہے کہ قبروں اور مزارات کو سجدے کرتے ہیں۔ کوئی مسلمان یہ حرکت نہیں کر سکتا اور نہ مزارات اولیاء اللہ پر سجدہ کرتا ہی ہے۔ فَلَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔" حاجتیں مانگنا، نذر و نیاز کرنا، حاضر و ناظر جان کر نزدیک یا دور سے پکارنا۔ ہرگز ہرگز شرک میں داخل نہیں۔ یہ نجدی وہابیوں کی شرع مطہرہ میں ناجائز مداخلت ہے، حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانا کفر صریح ہے۔ گذشتہ صفحات میں بحمدہ تعالیٰ گروہ نجدیہ وہابیہ اور انکے مذہب کی اصلیت و حقیقت بخوبی واضح ہو چکی ہے فقیر اس سلسلہ میں مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ آئندہ صفحات میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

توسل و استمداد کے متعلق چند ایسی احادیث بلا تبصرہ درج کی جا رہی ہیں جن سے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان فریاد رسی اور قدرت تصرف و اختیار

کا اظہار ہوتا ہے اور منکرین وہابیہ کی خرافات، گمراہی و ضلالت اور رذالت کا یقین مستحکم ہوتا ہے۔ حضرت قتادہ کا آنکھ کی درستی کے لئے استغاثہ:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ کے دوران آنکھ میں تیر لگا۔ آنکھ کا ڈھیلا پھوٹ گیا اور ان کے رخسار پر لٹک گیا۔ لوگوں نے اس لٹکے ہوئے ڈھیلے کو کاٹ دینا چاہا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر مت کاٹو۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت مانگی گئی تو حضور نے فرمایا مت کاٹو۔ پھر حضور نے اپنی ہتھیلی اس لٹکے ہوئے ڈھیلے پر رکھ کر (خانہ چشم) میں دبا دیا۔ تو وہ ڈھیلا پہلے کی طرح ٹھیک ہو گیا اور ان کی یہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہو گئی۔ اس حدیث کو۔ امام بغوی اور ابویعلیٰ نے روایت فرمایا اور دار قطنی اور ابن شاہین نے روایت کیا۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور حافظ الحدیث ابن حجر نے "اصابہ" جلد سوم صفحہ ۲۲۵ میں نقل فرمایا۔ نیز حافظ الحدیث ھیثمی نے "مجمع الزوائد" جلد چہارم صفحہ ۲۹۷" میں اور حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں نقل فرمایا۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت "معاذ" کی کٹے ہوئے بازو کی درستی کے لئے فریاد

غزوہ بدر میں جنگ کے دوران عکرمہ بن ابو جہل نے حضر معاذ بن عمرو بن

الجموح کے کندھے پر تلوار کا وار کیا جس سے ان کا بازو کٹ کر کھال سے لٹک گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اسی حال میں لڑنے لگا۔ کٹا ہوا بازو میری پشت پر لٹک رہا تھا۔ لڑنے میں مخل ہوا تو میں نے اس پر پاؤں رکھ کر کھینچا اور جسم سے الگ کر دیا۔ "**مواھب اللدنیہ**" میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بازو کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے ۔ جیسا کہ حضرت قاضی عیاض محدث نے ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے (کٹے ہوئے بازو کو اس کے مقام پر رکھ کر) اس پر اپنا لعاب دہن مبارک لگا دیا تو وہ بازو (پہلے کی طرح) جڑ گیا" اور صحیح و درست ہو گیا (یہ واقعہ امام محدث زرقانی نے بیان کیا ابن اسحاق کی اسناد اور طریقہ حاکم سے) علیہم الرحمۃ اجمعین۔

مولایَ صلِّ وسلِّم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیرِ الخلقِ کلّہمِ

حارث بن اوس نے زخموں کی درستی کے لئے فریاد کی

حضرت حارث بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جنگ میں سر اور ٹانگوں پر بڑے بڑے زخم لگ گئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے (اور زخموں کی درستی کے لئے فریاد کی) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے زخموں پر تھوک دیا (لعاب دہن مبارک لگا دیا) اس کے زخم (اسی دم) ٹھیک ہو گئے (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۲۴)

سلمہ بن اکوع کا زخم کی درستی کے لئے استغاثہ

حضرت یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ کی پنڈلی میں ایک چوٹ کا نشان دیکھا تو میں نے پوچھا : "اے ابو مسلم یہ چوٹ کیسی ہے" انہوں نے فرمایا ؟ **ضربتہ اصابتنی یوم خیبر فقال الناس اصیبت سلمتہ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنفث فیہ ثلاث نفسات فما اشتکیتھا حتی الساعتہ۔**" رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ باب فی المعجزات) یہ وہ چوٹ ہے جو مجھے جنگ خیبر کے دن لگی تھی اس پر لوگوں نے کہا کہ سلمہ شہید ہو گئے (پنڈلی میں زیادہ گہرا زخم لگنے سے) پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اور فریاد کی) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار دم فرمایا۔ (زخم فورا" درست ہو گیا) تو میں اس وقت تک تکلیف میں گرفتار نہیں ہوا" یعنی آج تک پھر مجھے تکلیف نہیں ہوئی۔

عبداللہ بن عتیک کی پنڈلی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کی درستی کے لئے فریاد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند آدمیوں کے ساتھ دشمن رسول اللہ۔ "ابو رافع یہودی کو قتل کرنے بھیجا۔ ابو رافع یہودی کو عبداللہ بن عتیک نے قتل کر دیا۔ بالاخانہ سے اترتے ہوئے آپ کا پاؤں سیڑھی سے پھسل گیا۔ گرے اور آپ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ان کے ساتھی ان کو اٹھا کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے آئے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معاملہ بیان کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **ابسط رجلک فبسطت رجلی فمسحھا فکا نما لم اشتکھا قط۔** رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات) "اپنا پاؤں پھیلاؤ" میں نے اپنا پاؤں پھیلایا۔ حضور نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو گویا میں نے کبھی اس کی شکایت نہ کی تھی"۔ یعنی گویا میری پنڈلی کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔"

قدرت تصرف۔ کھجور کی لکڑی، فولادی تلوار بن گئی

انکسر سیف سلمۃ بن اسلم بن حریش یوم بدر فبقی اعزل الاسلاح معہ اعطاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصیبا" کان فی یدہ من عراجین بن طاب فقال اضرب بہ فاذا ھو سیف جید فلم یزل عندہ۔ (حجتہ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۳۱) جنگ بدر میں حضرت سلمہ ابن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ غیر مسلح خالی ہاتھ ہو کر رہ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ تازیانہ کھجور کی لکڑی کا جو آپ کے ہاتھ میں تھا اسے دے کر فرمایا۔ "اس سے وار کر۔"

سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ وہ ایک اعلیٰ قسم کی فولادی تلوار ہے۔ وہ تلوار عمر بھر ان کے پاس رہی" اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی۔

ایضا"۔ **ان عبداللہ بن حجش رضی اللہ تعالی عنہ جاء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یوم احد و قد ذھب سیفہ' فاعطاہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عسیبا من نخل فرجع فی ید عبداللہ سیفا** (حجتہ اللہ علیٰ العالمین صفحہ ۴۳۱) حضرت عبداللہ بن حجش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگ احد میں ٹوٹ گئی اور وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے کھجور کی ایک شاخ اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ انہوں نے وہ ٹہنی پکڑی تو وہ ایک عمدہ تلوار تھی۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

نابینا صحابی کو اس کی درخواست پر بینائی عطا فرمائی

حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اسی (۸۰) سال کے تھے اور بالکل نابینا ہو گئے تھے۔ **ان اباہ خرج بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔** اپنے بیٹے کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! میری آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں مگر ایک دن سانپ کے انڈے پر میرا پاؤں جا پڑا تو اسی وقت میری دونوں آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ **فنفث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عینیہ فابصر وھو یدخل الخیط فی الابرہ** (حجتہ اللہ علی العالمین صفحہ ۴۲۴) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی دونوں آنکھوں میں دم فرمایا۔ تو اس کی دونوں آنکھیں بینا ہو گئیں اور وہ سوئی میں دھاگہ

ڈال لیتے تھے۔"

حضرت محمد بن حاطب کے جلے ہوئے ہاتھ کو شفا عطا فرمائی

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ دیگ میں جل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو فوراً" آرام آگیا۔ (خصائص الکبریٰ)

حضور نے ہتھیلی کی رسولی کو زائل فرمادیا

عن محمّد بن عقبۃ بن شرحبیل عن جدہ عبدالرحمن عن ابیہ قال اتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و بکفی سلعۃ فقلت۔ یانبی اللہ ھذہ السلعۃ قد اورمتنی لتحول بینی و بین قائم السیف ان اقبض علیہ و عن عنان الدابۃ۔ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم : "ادن منی" فدنوت ففتحھا فنفث فی کفی ثم وضع یدہ علی السلعۃ فما زال یطحنھا بکفہ حتی رفع عنھا وما اری اثرھا (رواہ الطبرانی وذکرہ الحافظ الھیثمی فی مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۹۸)

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے فرمایا "میری ہتھیلی میں رسولی تھی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی "یارسول اللہ! یہ رسولی ہے جو بڑھ گئی ہے (یہ مجھے تکلیف دیتی ہے) تلوار کا دستہ پکڑنے میں حائل ہوتی ہے اور سواری کے جانور کی باگ پکڑنے میں روکاوٹ بنتی ہے' تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میرے قریب آ۔" میں حضور کے قریب ہوا تو حضور نے میری ہتھیلی کھول کر اس

میں دم فرمایا پھر اپنا ہاتھ رسولی پر رکھ کر اپنی ہتھیلی سے اسے مسلتے رہے یہاں تک کہ رسولی کو ختم کردیا۔ اور میں نے پھر اس رسولی کا نشان تک نہ دیکھا۔"

ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادیئے۔

عن جابر قال عطش الناس یوم الحدیبیۃ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ رکوۃ فتوضأ منھا ثم اقبل الناس نحوہ قالوا لیس عندنا ماء نتوضأ بہ و نشرب الا ما فی رکوتک فوضع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یدہ فی الرکوۃ فجعل الماء یفور بین اصابعہ کامثال العیون قال فشربنا و توضأنا قیل لجابر کم کنتم قال لوکنا مأۃ الف لکفانا کنا خمس عشرۃ مأۃ (مسلم اور صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۷۰) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "حدیبیہ" میں لوگ پیاس کے مارے تنگ ہوگئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کے ایک چھوٹے سے ڈول میں پانی تھا۔ آپ نے اس سے وضو کیا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ کر حضور کے سامنے کھڑے ہوگئے اور عرض کی۔ "یارسول اللہ۔ ہمارے پاس نہ وضو کے لئے پانی ہے نہ پینے کے لئے تمام لشکر میں یہی پانی تھا جو آپ کے وضو کے کام آیا۔" یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی برتن میں اپنا ہاتھ رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں میں سے چشموں کی طرح پھوٹنے لگا۔ فرمایا۔ پس ہم نے اس پانی سے پیا اور وضو بھی کرلیا۔ حضرت جابر سے کہا گیا کہ تم کتنے تھے؟ فرمایا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہم کو کافی ہوتا۔ ہم پندرہ سو تھے۔"

کس چیز کی کمی ہے مولا تری گلی میں
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

ے اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدر گاہش بیا و ہرچہ مے خواہی تمنا کن

اگر تو دنیا و عقبیٰ میں خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو کچھ تو چاہتا ہے ان کے حضور عرض کر کے حاصل کر لے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بحقّ فلاں دُعا مانگنے کی تحقیق

واضح رہے کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء سے توسل و استمداد اور بحقّ فلاں کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی دعا عرض کرنا بلاشک و شبہ جائز و مستحسن ہے۔ اس کے جائز و مستحسن ہونے پر اجماع امت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یوں دعا کی۔ **اسئلک بِحَقِ محمد ان تغفرلی۔** سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے یہود آپ سے توسل کرتے ہوئے کفار پر فتح کے لئے یوں دعا کرتے تھے۔ "**اللھم انا نستنصر ک بِحَقِ النبی الامّی ان تنصرنا علیھم** (**تفسیر در منثور مطبوعہ بیروت جلد اول صفحہ ۸۸**)

خود سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وسیلہ سے اور تمام انبیاء کے وسیلہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کے لئے یوں دعا کی۔: "**اللھم اغفر لِاُمّی فاطمتہ بنت اسد وَوَسِّعْ علیھا مدخلھا بِحَقِ نبیک و الانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین۔** صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ **الصلوٰۃ** والسلام کے روبرو حضور کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے رہے حضور نے ان کو منع نہ فرمایا۔ تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین، صالحین، علماء دین علیہم

الرحمتہ بحقّ رسول اللہ اور اولیاء سے توسل کرتے ہوئے لفظ بحق کہہ کر دعائیں مانگتے رہے ہیں اور مسلمان آج تک اس پر عمل پیرا ہیں۔ لیکن گروہ **نجدیہ** وہابیہ بحقّ فلاں کہہ کر دعا مانگنے کو ناجائز کہتا ہے۔ ابو خالد **نجدی** وہابی اپنے پیشواؤں کی اندھی تقلید میں اپنے کتابچہ "قرآنی درس توحید" صفحہ ۴۴ پر فتویٰ صاد کرتا ہوا لکھتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ کو کسی کے حق کا واسطہ دینا جائز نہیں۔" اس عنوان کے تحت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جنت میں مقام وسیلہ کے متعلق دو حدیثیں لکھ کر ان سے غلط استدلال کرتے ہوئے صفحہ ۴۵ پر لکھتا ہے۔ "افسوس کہ آج اللہ تعالیٰ کو کبھی نبی صل اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دلایا جاتا ہے کبھی کسی ولی کا اور کبھی کسی پیر کا۔ اور قرآن کی وسیلہ والی آیت کو لوگوں نے اردو زبان کے وسیلہ کے معنی میں ڈھال کر دعاؤں میں اللہ کے نیک بندوں کی ذات کو وسیلہ بنانے کا مذموم طریقہ ایجاد کرلیا ہے۔ ہرچند کہ سارے مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں وسیلہ سے مراد اللہ کا تقرب ہے اور وہ ایمان اور نیک اعمال ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے۔ **یاایّھا الذّین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلتہ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔** قرآن کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں وسیلہ سے قربت اور تقرب مراد ہے اور وہ ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہو سکتا ہے اور یہی ایمان و عمل کا وسیلہ ہی وہ وسیلہ ہے جس کے حق ہونے پر سب متفق ہیں کیونکہ یہی بات بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔" ابو خالد نجدی وہابی کی یہ عبارت۔ اس کی جہالت اور سفاہت کی مظہر ہے۔ یہ ضال و مضل وہابی قرآن و حدیث کا غلط مفہوم بیان کررہا ہے اور اجماع امت کا مخالف ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب فرمایا ہے لہٰذا ایمان سے وسیلہ مراد لینا ممکن نہیں اور نہ اعمال صالحہ مراد وسیلہ ٹھہرتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں داخل ہیں اور تقویٰ عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب عن نواہی سے اس

لئے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین العطف والمعطوف الیہ کا مقتضی ہے اور وسیلہ سے مراد جہاد بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بھی اعمال صالحہ کے ساتھ تقویٰ میں داخل ہے پس وابتغوا الیہ الوسیلہ میں اللہ تعالیٰ نے جس وسیلہ کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا وہ سرکار دوعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرنا ہے کہ آپ ہی خالق اور مخلوق کے درمیان حقیقی وسیلہ ہیں اور آپ کی اتباع میں مرشد کامل وسیلہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ مرشد کامل کے وسیلہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ تک رسائی حاصل کریں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے تقرب الٰہی حاصل کریں۔

ارشادات قرآن وحدیث کے مطابق بحق فلاں کہنا جائز ہے

دعا میں بحق فلاں کہنا بے شک وشبہ جائز اور مستحسن ہے ہرچند کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے مقبولوں کو اپنے فضل وکرم سے حق دیتا ہے اسی تفضیلی حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب بندوں کا یہ حق اپنے فضل وکرم سے اپنے آپ پر لازم کر رکھا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔ **ثم ننجی رسلنا والذین اٰمنوا کذالک حقا" علینا ننج المومنین** (پ ۱۱ ع ۱۵) پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے بات یہی ہے ہمارے ذمہ کرم پر حق ہے مسلمانوں کو نجات دینا۔" اور فرمایا **وکان حقاً علینا نصر المومنین** (پ ۲۱ ع ۸) اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔" مشکوٰۃ باب الرحمۃ والشفقۃ میں ہے **من ذبّ عن لحم اخیہ بالمغیبۃ کان حقاً علی اللہ ان یعتقہ من النار۔** جو کوئی کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرنے سے کسی کو روکے تو اللہ پر حق ہو گا کہ اس کو نار جہنم سے آزاد کرے۔" نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **مامن مسلم**

یرد عن عرض اخیہ الا کان حقاً علی اللہ ان یَرُدَّ عنہ نار جہنم یوم القیٰمۃ ثم تلا ھذہ الاٰیۃ و کان حقاً علینا نصر المومنین۔ جو کوئی کسی کو کسی مسلمان بھائی کی آبرو ریزی سے روک دے تو اللہ پر حق ہوتا ہے کہ اس سے قیامت کے دن دوزخ کی آگ دور کرے پھر آپ نے اس کے ثبوت کے لئے کہ اللہ پر بھی بندوں کا حق ہے یہ آیت پڑھی **و کان حقاً علینا نصر المومنین۔**

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ **قال کنت ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ حمار لیس بینی و بینہ الا مؤخرۃ الرحل فقال یا معاذ ھل تدری ما حق اللہ علی العباد وما حق العباد علی اللہ قلت اللہ و رسولہ اعلم قال فان حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئا و حق العباد علی اللہ ان لا یُعذّب من لا یشرک بہ شیئا فقلت یارسول اللہ افلا اُبشّر بہ الناس قال لا تُبشّرھم فیتّکلوا۔** کہ ایک دفعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے خچر پر سوار تھا اور سوائے پچھلے موڑ زین کے میرے اور آپ کے درمیان کوئی شے حائل نہ تھی آپ نے فرمایا۔ اے معاذ تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے۔؟ اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے کہا۔ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبات کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کو کہ جس نے اس کے ساتھ شریک نہ کیا ہو عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ! میں اس بات کی لوگوں کو خوش خبری دے دوں؟ فرمایا۔ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بھروسہ کر بیٹھیں۔"

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ بندوں کا حق بھی اللہ پر ہے۔ جو بندے مُوَحِّد ہیں نیک عمل کرتے ہیں تو اللہ پر ان کا حق مغفرت و رحمت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا حق بجا لاتے ہیں تو اللہ ان کا حق نہیں بھولتا۔

نجدی وہابی، مسلمانوں کو بہکانے کی خاطر کہا کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کی کتب فقہ میں فقہاء نے دعا میں بحق فلاں کہنے کو مکروہ لکھا ہے۔ **لہٰذا** بحق فلاں کہہ کر دعا مانگنا جائز نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کتب فقہ میں بحق فلاں اپنی دعا میں کہنا مکروہ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق نہیں ہوتا اور معتزلہ کے نزدیک بندے اپنے افعال کے خالق ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال کی جزاء **حقیقتہ"** بندوں کا حق ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پس ان کے افعال کی وجہ سے عباد کا اللہ پر **حقیقتہ"** کوئی حق ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ باعتبار وعدہ اور رحمت کہ حق تعالیٰ نے اپنی طرف سے مقرر فرما دیا۔ جیسا کہ قران مجید و احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی حدیث میں جو لفظ بحق محمد ہے اور سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دعا میں بحق نبیک و الانبیاء الذین من قبلی۔ جو کہا ہے وہ اسی مجازی و تفضیلی حق پر محمول ہے یعنی حق تعالیٰ نے اپنی رحمت و فضل سے جو بندے کا حق مقرر فرما دیا ہے۔ یہ نہیں کہ بندے کا حق، اللہ تعالیٰ پر **حقیقتہ"** ہے۔

چونکہ گذشتہ زمانہ میں ملحد معتزلی بکثرت موجود تھے اور دعا میں بحق فلاں کہنے سے معتزلہ کے مذہب کی طرف موہم ہوتا تھا فقہاء نے یہ لفظ۔ بحق فلاں۔ **مطلقاً"** سے ممانعت فرما دی تاکہ کسی کا خیال معتزلہ کے مذہب کی جانب نہ جائے لیکن معتزلہ کے فتنہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی فقہاء کی یہ ممانعت بھی کالعدم ہو گئی کہ فقہاء کی یہ ممانعت دینی مصلحت کی بناء پر تھی۔ **مستقلاً"** نہ تھی۔ اب وہابیہ کی ان ممانعت والی فقہاء کی عبارتیں پیش کر کے دعا بحق فلاں کو ناجائز ٹھہرانا نہ صرف یہ کہ ان کے خبث باطن اور وہابیانہ شرارت کی دلیل ہے بلکہ صریحا" قرآن و حدیث کو جھٹلانا

ہے۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے **ثُمَّ نُنَجِّی رسلنا والذین امنوا کذالک حقاً علینا ننج المومنین۔** پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے بات یہی ہے ہمارے ذمہ کرم پر حق ہے مسلمانوں کو نجات دینا۔ اور فرماتا ہے **وکان حقا" علینا نصر المومنین** اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **و حقّ العباد علی اللہ ان لا یُعَذّب من لا یشرک بہ۔** اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں نیز صحیح حدیث میں وارد ہے کہ **مَنْ اٰمنَ باللہ و رسولہ و اقام الصلوٰۃ و صام رمضان کان حقا" علی اللہ ان یدخلہ الجنتہ۔** الحدیث= جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور ماہ رمضان کے روزے رکھے ہو گیا اس کا حق اللہ پر یہ کہ اسے بہشت میں داخل کرے۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ **ھل تدری ما حق العباد علی اللہ۔** پوری حدیث معہ ترجمہ لکھی جا چکی ہے۔

منکرین وہابیہ بتائیں کہ جب کہ اللہ تعالیٰ مختار مطلق اور مالک کامل ہے یہ اللہ پر بندوں کا حق ہونے کے کیا معنے ہوئے؟ کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کے یہ ارشادات توحید کے منافی ہیں؟ یہ بالکل صحیح ہے کہ اللہ کسی کی رضا اور تمنا کا پابند نہیں مگر خدا نے اپنے محبوب کو راضی کرنے اور اس کی تمنا کو پورا کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے تو خدا اپنی بات کو پورا کرے گا **ما یبدل القول لدیّ۔ و من اصدق من اللہ حدیثا۔**

یہ کون کہتا ہے کہ وہ کسی کی رضا کا پابند ہے، اس کے لئے کوئی جابر و موجب نہیں لیکن اگر وہ خود فرما دے **وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔** اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے اور حدیث قدسی میں خود فرمائے۔ **اِنّا سَنُرْضِیْکَ فِی اُمَّتِکَ وَلَا نَسُوْءُکَ۔** ہم آپ کو امت کے معاملہ میں

راضی کریں گے اور آپ کو دکھ نہ پہنچائیں گے تو منکرین وہابیہ کو جلن کس لئے ہوتی ہے؟۔ دراصل بات یہ ہے کہ گناہوں سے دل آہستہ آہستہ میلا سیاہ ہوتا ہے عبادت سے آہستہ آہستہ صاف ہوتا ہے۔ توہین نبی سے دل پر یک لخت مہر لگ جاتی ہے۔ شیطان کے دل پر آدم علیہ السلام سے بغض و تکبر و حسد کرنے پر فوراً" مہر لگ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے جادوگروں کے دل فوراً" دھل گئے۔ توہین انبیاء و اولیاء بدترین کفر ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی نظر کرم بہترین نعمت ہے۔ انبیاء و اولیاء کی توہین کرنے سے وہابیہ کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ **فانها لا تعمی الابصار ولاکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔** (پ ۱۷ ع ۱۳) تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ وہ دل اندھے ہوئے ہیں جو سینوں میں ہیں" اور دلوں کا اندھا ہونا ہی غضب ہے اسی سے آدمی دین کی راہ پانے سے محروم رہتا ہے۔

الحمد للہ کہ ابو خالد نجدی وہابی کے کتابچہ "قرآنی درس توحید" میں مبنی بر تحریف قرآن اس کی غلط بیانیوں' بہتان طرازیوں' مکاریوں اور تمامتر فریبکاریوں کا پردہ بخوبی چاک ہو چکا۔ مزید طوالت سے بچنے کی خاطر فقیر اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ یہ محض وہابیہ کی تحریف قرآن و حدیث ہی کا کرشمہ ہے جو **یحرفون الکلم عن مواضعه** کے مصداق اللہ تعالیٰ جل جلالہ' اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کر کے جرم عظیم کے مرتکب ہیں۔ جو کہ عنقریب اپنے کئے کی جزا و سزا کو پہنچنے والے ہیں کہ روز قیامت دور نہیں ہے۔ تاہم ان کی یہ ساری اچھل کود بیکار ہے اور حق و صداقت اپنے مقام پر قائم و دائم ہے۔ **والحمدللہ علیٰ ذالک۔**

گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے کیا خوب فرمایا

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
مٹ گئے' مٹتے ہیں' مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقے میں مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور ان سے اپنی پناہ میں رکھے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ جنّ اور آدمی۔ جو بہت گمراہ کن ہیں۔ ایسے انسان بہت خیرخواہ بن کر لوگوں کے پاس جاتے ہیں اگر ان کی ایک بات مان لی جائے تو آئندہ زیادہ منانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر پہلے ہی انہیں دھتکار دیا جائے تو ہٹ جاتے ہیں ان سے غافل نہ رہنا چاہئے کہ دولت ایمان کے ڈاکو بہت ہیں۔ **اللّٰھم اعذنا منھم۔ آمین برحمتک یاارحم الراحمین بجاہ نبیک شفیع المذنبین رحمتہ العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آله و اصحابه و اولیائهم و علماء امته و سائر اهل السنته والجماعته اجمعین۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔**

حرّرہ الفقیر الی الرحمٰن ابوالحسان
حکیم محمدّ رمضان علی قادری غفرلہ' سنجھورو سندھ۔
مؤرخہ ۱۵ ر شعبان المعظمّ ۱۴۱۷ ہجری مطابق ۲۶ ر دسمبر ۱۹۹۶ء